کتاب الفتاویٰ

"زندگی کے مختلف شعبوں سے متعلق سوالات کا جواب اور
مسائل کا حل، کتاب وسنت اور فقہ اسلامی کی روشنی میں
حوالہ جات کے اہتمام کے ساتھ اور آسان زبان میں"

تالیف

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

ترتیب

مفتی محمد عبداللہ سلیمان مظاہری

زمزم پبلشرز

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (نحل)

"(اے محمد ﷺ) ہم نے آپ سے پہلے بھی جب کبھی رسول بھیجے ہیں، آدمی بھیجے ہیں جن کی طرف ہم اپنے پیغامات وحی کیا کرتے تھے، پس اے لوگو! اہل ذکر (علم) سے پوچھ لو اگر تم لوگ خود نہیں جانتے"۔

فہرست مضامین

کتاب الحج

حج سے متعلق سوالات

احرام اور اس کی ممنوعات

صفحہ	عناوین	سلسلہ نمبر
	حج بدل	
۵۹	جس نے حج نہیں کیا اس سے حج بدل کروانا	۱۲۱۹
۶۰	والدین کی طرف سے حج بدل	۱۲۲۰
۶۰	جدہ سے حج بدل	۱۲۲۱
۶۱	بغیر وصیت کے میت کی طرف سے حج بدل	۱۲۲۲
۶۲	مرد و عورت کا ایک دوسرے کی طرف سے حج بدل	۱۲۲۳
۶۳	مرحومین کی طرف سے حج و عمرہ	۱۲۲۴
۶۴	اجرت لے کر حج کرنا	۱۲۲۵
۶۵	مستطیع حج فرض کے بجائے دوسرے کا حج بدل کرے	۱۲۲۶
۶۵	غیر محرم کے ذریعہ حج بدل	۱۲۲۷
۶۶	مردہ کی طرف سے حج بدل	۱۲۲۸
۶۷	حج بدل — کچھ ضروری احکام	۱۲۲۹
۶۸	حج بدل میں تمتع	۱۲۳۰
	حج تمتع	
۷۱	حج تمتع کرنے والوں کے لئے عمرہ	۱۲۳۱
۷۲	حج تمتع میں عمرہ کے بعد بیوی سے قربت	۱۲۳۲
	عمرہ	
۷۳	کیا رمضان میں عمرہ کرنے سے حج فرض ہو جاتا ہے؟	۱۲۳۳

قربانی کے جانور

قربانی کا گوشت اور چرم

متفرق مسائل

صفحہ	عناوین	سلسلہ نمبر
	عقیقہ کے احکام	
۱۶۸	قربانی کے ساتھ عقیقہ کا حصہ	۱۳۳۶
۱۶۸	ایک ہی جانور میں قربانی اور عقیقہ کا حصہ	۱۳۳۷
۱۶۹	ایک ہی جانور میں قربانی وعقیقہ	۱۳۳۸
۱۷۰	بڑے جانور میں عقیقہ	۱۳۳۹
۱۷۱	عقیقہ میں لڑکوں اور لڑکیوں میں کیوں فرق ہے؟	۱۳۴۰
۱۷۲	عقیقہ میں بال کٹوانا	۱۳۴۱
۱۷۲	عقیقہ کا گوشت	۱۳۴۲
۱۷۳	عقیقہ کی ذمہ داری والد پر ہے یا نانا پر؟	۱۳۴۳
۱۷۳	عقیقہ کب تک کیا جا سکتا ہے؟	۱۳۴۴
۱۷۴	امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مدتِ عقیقہ	۱۳۴۵
۱۷۵	عقیقہ کے گوشت کا شادی میں استعمال	۱۳۴۶
۱۷۵	ولیمہ میں عقیقہ	۱۳۴۷
۱۷۶	عقیقہ کے گوشت میں سے والدین وغیرہ کا کھانا	۱۳۴۸
۱۷۶	عقیقہ کا مسنون طریقہ	۱۳۴۹
۱۷۸	عقیقہ کی دعاء	۱۳۵۰
۱۷۹	عقیقہ —— چند احکام	۱۳۵۱
۱۸۰	عقیقہ کی دعوت میں تحفہ	۱۳۵۲
۱۸۱	دس سال کی عمر میں عقیقہ	۱۳۵۳

کتاب الذبح و الصید

ذبح و شکار سے متعلق سوالات

کتاب الوقف

وقف سے متعلق سوالات

مساجد سے متعلق احکام

مدارس سے متعلق احکام

سلسلہ نمبر	عناوین	صفحہ

قبرستان سے متعلق احکام

کتاب النکاح

نکاح سے متعلق سوالات

محرم وغیر محرم رشتے

سلسلہ نمبر	عناوین	صفحہ

کتاب الرضاعة

دودھ کے رشتے سے متعلق سوالات

کتاب الفتاوی

چوتھا حصہ

کتاب الحج

حج سے متعلق سوالات

احرام اور اس کی ممنوعات

احرام کے کپڑے پر مسح

سوال:- {1200} احرام باندھنے کے بعد عورتیں وضو کریں تو سر کے مسح کا کیا طریقہ ہے؟ احرام ہٹا کر سر کا مسح کر سکتی ہیں، یا اوپر ہی سے؟ (مہر النساء، چنچل گوڑہ)

جواب:- اللہ تعالیٰ نے سر پر مسح کرنے کا حکم دیا ہے، ظاہر ہے کہ سر سے مراد انسان کا جسم ہے، اس لئے احرام کے کپڑوں پر مسح کرنا کافی نہیں، سر پر مسح کرنا ضروری ہے، البتہ احرام کی حالت احتیاط کے ساتھ مسح کریں، تا کہ بال ٹوٹنے نہ پائیں، اگر بال ٹوٹ گئے تو صدقہ واجب ہوگا۔

احرام کی چادر کو پن سے منسلک کرنا

سوال:- {1201} احرام کا اوپری حصہ اکثر کندھوں سے نیچے گرتا رہتا ہے، اسٹیل کا کانٹا لگانا جائز ہے یا نہیں؟

(حاجی عبدالقدیر، بیدر)

جواب:- اس طرح جوڑ کا لگانا مناسب نہیں۔ کیونکہ کپڑے کے سلنے سے ایک گونہ اس کی مماثلت ہے، اور سلا ہوا کپڑا پہننا احرام کے وقت ممنوع ہے، فقہاء نے اس سلسلے میں ایک مسئلہ لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص چادر کو تہبند بنالے تو اس کے دونوں کھلے ہوئے کناروں کو رسی یا کسی اور چیز سے گرہ لگانا اور باندھنا نہیں چاہئے، لیکن ایسا کر ہی گذرے تو اس کی وجہ سے دم یا صدقہ واجب نہیں، چنانچہ علامہ ابن نجیم مصریؒ فرماتے ہیں:

"بخلاف الرداء فانه إذا اتزر به لا ينبغي أن يعقده بحبل أو غيره ومع هذا لو فعل لا شيء عليه"(1)

احرام اور پردہ

سوال:- {1202} میں پردہ کی بہت پابند ہوں، بلوغ کے بعد ہی سے میرے والدین نے مجھے پردہ کا پابند رکھا، میرے شوہر بھی دین دار ہیں، چنانچہ شادی کے بعد انہوں نے قریبی رشتہ داروں سے بھی پردہ کرایا، اب میں شوہر کے ہمراہ حج کو جانے والی ہوں، بعض لوگوں نے کہا کہ یہیں سے احرام باندھنا لازمی ہے، اگر یہیں سے احرام باندھ لوں، تو جن سے میں اب تک پردہ کر رہی ہوں، ان کے سامنے بے پردہ رہوں گی، کیا میں اور میری جیسی خواتین ہوائی جہاز میں بیٹھنے کے بعد احرام نہیں باندھ سکتے؟ (فاطمہ النساء، مستعد پورہ)

جواب:- اصل میں احرام کی کیفیت اس وقت شروع ہوتی ہے جس وقت آپ تلبیہ

---

(1) البحر الرائق: ٣/٣٧٠۔

پڑھیں، احرام باندھنا حیدرآباد سے ضروری نہیں، بلکہ میقات آنے سے پہلے احرام باندھنا ضروری ہے، آپ ایسا کریں کہ غسل کر کے دو رکعت نماز احرام پڑھ لیں، پھر اگر حج تمتع کر رہی ہوں تو عمرہ کی نیت کر لیں، اور ابھی تلبیہ نہ پڑھیں، جہاز میں بیٹھنے کے بعد میقات آنے سے پہلے تلبیہ پڑھ لیں، اسی وقت آپ کا احرام شروع ہوگا، عام طور پر جدہ سے آدھ گھنٹہ پہلے میقات آتی ہے۔

چہرہ سے مراد

سوال:- {1203} عورتوں کا احرام سر کا کپڑا ہے، احرام چہرہ کو چھوڑ کر باندھنا ہے، چہرہ کی تعریف کیا ہے؟

(مہرالنساء، چنچل گوڑہ)

جواب:- یہ صحیح ہے کہ عورتوں کو حالتِ احرام میں چہرہ کو کپڑا لگنے سے بچانا ہے، فقہاء نے لکھا ہے: " والمرأة : إحرامها في وجهها باتفاق الفقهاء " (۱) اس لئے سر پر کوئی ایسی چیز باندھ لی جائے اور اس پر کپڑا ڈال لیا جائے کہ بے پردگی بھی نہ ہو اور کپڑا چہرہ سے لگنے بھی نہ پائے، چہرہ کا اطلاق اسی حصہ پر ہوگا، جس حصہ کو وضو میں دھونے کا حکم ہے، یعنی پیشانی کے بال سے ٹھوڑی تک اور ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک۔

حالتِ احرام میں غسل واجب ہو جائے؟

سوال:- {1204} احرام کی حالت میں غسل کی ضرورت پڑ جائے تو کیا طریقہ ہے؟ (مہرالنساء، چنچل گوڑہ)

جواب:- اگر احرام کے درمیان کسی کو احتلام ہو جائے، یا عورتیں ایام سے پاک ہوں، اور غسل واجب ہو تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں، غسل کر سکتے ہیں، صرف یہ احتیاط رکھیں کہ

(۱) الفقه الإسلامي وأدلته: ۳/۱۳۰، مرتب۔

خوشبودار صابون استعمال نہ کریں، کہ حالت احرام میں خوشبو کا استعمال ممنوع ہے، مگر اس طرح نہ ملیں کہ بال ٹوٹ جائے اور چہرہ کو تولیہ سے نہ پونچھیں کہ چہرہ پر کپڑا لگانے میں کراہت ہے، اس احتیاط کے ساتھ غسل کرنے میں کچھ حرج نہیں۔(۱)

محرم کا دوسرے کے بال کاٹنا

سوال:- (1205) آپ نے ایک سوال کے جواب میں لکھا ہے کہ محرم جب حج وعمرہ کے افعال مکمل کرلے تو وہ اپنے بال بھی کاٹ سکتا ہے اور دوسرے ایسے شخص کا بال بھی کاٹ سکتا ہے جو ان افعال کو مکمل کر چکا ہو یہ بات تو بعض کتابوں میں آئی ہے کہ ایسا شخص اپنے بال کاٹ سکتا ہے، لیکن یہ بات کہ دوسرے کے بال بھی کاٹ سکتا ہے، کہیں نظر سے نہیں گذری، براہ کرم اس سلسلہ میں وضاحت فرمائیں۔

(وحید الدین قاسمی عثمان آباد)

جواب:- یہ بات درست ہے کہ محرم افعال عمرہ یا افعال حج کو پورا کرنے کے بعد جیسے اپنے بال کاٹ سکتا ہے، ان افعال کے تکمیل کرنے والے دوسرے محرم کے بال بھی اپنے بال کاٹنے سے پہلے کاٹ سکتا ہے، چنانچہ مسائل حج پر ملا علی قاری کی مشہور کتاب "لباب المناسک" کی شرح میں ہے:

إذا حلق أی المحرم رأسه أی رأس نفسه أو رأس غیره أی ولو کان محرما عند جواز التحلل أی الخروج من الاحرام بأداء أفعال النسک لم یلزمه شیئ ، الأولی لم یلزمها شیئ

(۱) رد المحتار: ۳/۴۹۸، بحثی۔

وهذا حكم يعم كل محرم في كل وقت ، فلا مفهوم لتقييد المصنف في الكبير بقوله عند جواز الحلق يوم النحر"(۱)

بے شعور بچوں کا احرام

سوال:- (1208) میرا ایک لڑکا اپنی بیوی بچوں کے ساتھ ریاض میں مقیم ہے، اس سال اپنی بیوی بچوں کے ساتھ حج کرنا چاہتا ہے، بچے کی عمر دو سال کے قریب اور بچی کی عمر تین سال کے قریب ہے، اس لیے بچوں کو ساتھ لے کر ہی حج کے ارکان ادا کرنا ہوگا، تو کیا بچوں کا احرام باندھا جائے گا اور طواف میں ان کی طرف سے نیت کی جائے گی؟

(محمد بدر الدین، بدرین بازار)

جواب:- نابالغ بچہ جس کو ابھی احرام وغیرہ کا شعور بھی نہیں ہے، اگر اس کے والد اس کے احرام کی نیت کرلیں تو وہ محرم ہو جائے گا اور افعالِ حج میں والد کی نیت اس کی طرف سے کافی ہو جائے گی، لڑکا ہو تو دوسرے محرم مردوں کی طرح اسے بھی چادر اور تہ بند پہنائی جائے گی اور چوں کہ نابالغ ہونے کی وجہ سے وہ احکام کا مکلف نہیں، اس لیے اگر اس سے احکامِ احرام کی خلاف ورزی بھی ہو جائے تو دم، صدقہ یا کفارہ واجب نہیں ہوگا:

"فإن كان لا يعقله فأحرم عنه أبوه صار محرما فينبغي أن يجرده قبله ويلبسه ازارا ورداء ولما كان الصبي غير مخاطب كان

---

(۱) شرح لباب المناسك: ص:۲۸۵۔

احرامه غير لازم "(۱)

نیز نابالغ کا حج حج نفل کے حکم میں ہے لہذا بالغ ہونے کے بعد اگر صاحب استطاعت ہو تو حج فرض اسے ادا کرنا ہوگا (۲)۔

● ● ● ● ●

(۱) البحر الرائق: ۵۵۳/۲۔

(۲) بدائع الصنائع: ۵۲۳/۲۔

عورتوں کا سفرِ حج

بغیر محرم کے سفرِ حج

سوال:- (1207) میں اس سال حج کے لیے جارہی ہوں، میرے شوہر اس دنیائے فانی سے کوچ کر چکے ہیں، اس لیے میں نے فارم بھرتے وقت محرم کے کالم میں اپنے خالہ زاد بھائی کا نام لکھ دیا ہے، جو میرے ساتھ مع اہلیہ کے شریک ہیں، میری عمر پچاس سال ہے اور میرے بھائی کی عمر پچاس سال سے بھی زیادہ ہے، کیا میں ان کے ساتھ حج کا سفر کر سکتی ہوں؟

(رقیہ بیگم، ورنگل)

جواب:- رسول اللہ ﷺ نے عمر کی قید کے بغیر کسی بھی مسلمان عورت کو اتنی مسافت کا سفر کرنے سے منع فرمایا جو تین دن ورات یا اس سے زیادہ میں طے کیا جا سکے، (1) اور خالہ

(1) "إن رسول الله ﷺ قال: لا تسافر المرأة ثلاثا إلا و معها ذو محرم" (صحيح مسلم، حدیث نمبر: ۳۲۵۸، باب سفر المرأة مع محرم إلى الحج وغيره، صحيح البخاري حدیث نمبر: ۱۸۶۲، باب حج النساء) محشی۔

زاد بھائی بہر حال غیر محرم ہے، اس لیے آپ کا اپنے خالہ زاد بھائی کے ساتھ سفر درست نہیں، اصل مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی ہے، نہ کہ سفر حج، تو اگر حرمین شریفین کا سفر کسی کے حق میں ثواب کے بجائے اللہ تعالیٰ کی پکڑ کا باعث ہو جائے تو اس سفر کا کیا فائدہ؟ اس لیے اس سے بچنا چاہیے۔

داماد کے ساتھ حج کا سفر

سوال:- {1208} ساس اپنے داماد کے ساتھ حج کر سکتی ہے یا نہیں؟ ساس اور داماد کا رشتہ محرم کا ہے یا غیر محرم کا؟ (غوثیہ سلطانہ، محبوب کالونی)

جواب: — محرم سے مراد وہ رشتہ دار ہیں جن کے ساتھ کبھی بھی نکاح حلال نہ ہو۔

"من لا یجوز مناکحته علی التأبید بقرابة او رضاع او مصاهرة" (۱)

داماد سے بھی ہمیشہ کے لئے نکاح حرام ہے، یہاں تک کہ اگر نکاح کے بعد بیوی سے قربت کی نوبت نہ آئی ہو اور اس سے پہلے ہی طلاق ہو جائے، تب بھی ساس اور داماد ایک دوسرے پر ہمیشہ کے لئے حرام ہیں، خود قرآن مجید میں اس کی صراحت موجود ہے، (۲) اس لئے ساس کا اپنے داماد کے ساتھ سفر حج کرنا جائز ہے، البتہ اگر عمر میں زیادہ تفاوت نہ ہو، اس مرد یا عورت کے اخلاق و عادات قابل اطمینان نہ ہوں، یا کسی اور وجہ سے فتنہ کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں ان کا ایک دوسرے کے ساتھ سفر کرنا مناسب نہیں ہے۔

عورت کا محرم کے بغیر حج

سوال:- {1209} کیا حاجیوں کے قافلہ کے ساتھ

---

(۱) رد المحتار: ۴۶۴/۳، ط: مکتبہ زکریا دیوبند، محشی۔

(۲) ﴿ و امهت نسائکم ﴾ (النساء: ۲۳) مرتب۔

عورت تنہا حج کو جاسکتی ہے؟ محرم سے مراد کون لوگ ہیں؟
بہنوئی بھی تو سالی سے نکاح نہیں کرسکتا تو کیا وہ بھی محرم میں
داخل ہے؟ (عبد المجیب، ملکنڈہ)

جواب:- (الف) عورت پر حج فرض ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اس کے ساتھ اس کا کوئی محرم رشتہ دار موجود ہو، اگر اس کے ساتھ کوئی محرم چلنے کو تیار نہ ہو، یا تیار ہو لیکن عورت کے اندر اتنی استطاعت نہ ہو کہ وہ اپنے علاوہ اپنے کسی محرم رشتہ دار کے اخراجات سفر بھی برداشت کرسکے تو اس پر حج فرض نہیں، حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"عورت محرم کے بغیر سفر نہ کرے، اور جب تک عورت کے ساتھ محرم نہ ہو، کوئی اجنبی شخص اس کے پاس نہ آئے، ایک صاحب نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں فلاں اور فلاں جہاد میں جانا چاہتا ہوں، اور میری بیوی حج کا ارادہ رکھتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم اپنی بیوی کے ساتھ حج میں جاؤ"(1)

عورت کے محرم کے بغیر سفر نہ کرنے کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کے متعدد ارشادات ہیں جو حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں، اس لئے خواتین کو محرم کے بغیر سفر حج سے گریز کرنا چاہئے، کیونکہ عبادتوں کا اصل مقصود اللہ تعالی کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنا ہے، اور جب شریعت میں ایک بات سے منع کردیا گیا ہو تو اس کے ارتکاب کی وجہ سے بجائے ثواب کے گناہ ہی کا اندیشہ ہے۔

شرعی اور فقہی نقطۂ نظر سے ہٹ کر عملی طور پر بھی سفر حج میں خواتین کے ساتھ شوہر یا محرم

---

(1) صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۱۸۶۲۔

کا ہونا نہایت ضروری محسوس ہوتا ہے، آب وہوا کی تبدیلی کی وجہ سے بار بار طبیعت خراب ہوتی ہے، مقام کی اجنبیت، اژدحام اور زبان کی عدم واقفیت کی وجہ سے خواتین کو بار بار مدد کی ضرورت پیش آتی ہے، بہت سی جگہ طویل قیام کرنا پڑتا ہے، اور بہت سی دشوار قانونی کارروائیوں سے گزرنا پڑتا ہے، ان مواقع پر محرم رشتہ دار یا شوہر کا قدم بقدم پر تعاون مطلوب ہوتا ہے۔

(ب) محرم رشتہ داروں سے وہ اقارب مراد ہیں، جن سے ہمیشہ کے لئے نکاح حرام ہے، نسبی رشتہ داروں میں باپ دادا اور ان کا آبائی سلسلہ، چچا، ماموں، بیٹا، بیٹے اور بیٹی کی اولاد اور ان کا آبائی سلسلہ اولاد، بھتیجا، بھانجہ، سسرالی رشتہ داروں میں خسر اور ان کا آبائی سلسلہ، شوہر کی اولاد اور اسی طرح داماد، یہ سب ہمیشہ کے لئے حرام ہیں، تیسرے وہ لوگ جو دودھ کے رشتہ سے حرام ہوں، یعنی رضاعی باپ، چچا، ماموں، دادا وغیرہ۔

جن لوگوں سے عارضی طور پر نکاح حرام ہو مثلاً پھوپھا، خالو، بہنوئی، یہ محرم نہیں ہیں، کیونکہ پھوپھی، خالہ اور بہن کے انتقال یا ان کو طلاق دینے کے بعد نکاح کی حرمت ختم ہوجاتی ہے، اس لئے بہنوئی محرم میں داخل نہیں ہے، نہ اس کے ساتھ سفر حج درست ہے اور نہ عام سفر۔

طواف

فجر اور عصر کے بعد دوگانۂ طواف

سوال:-{1210} اگر کوئی شخص فجر بعد یا عصر بعد طواف کرے تو طواف کی دو رکعتیں کب ادا کرے؟ لوگ کہتے ہیں کہ مکہ میں کوئی مکروہ وقت نہیں ہے، ان اوقات میں بھی نماز پڑھی جاسکتی ہے، کیا یہ بات درست ہے؟

(عبدالاحد قاسمی، مایا گنڈہ)

جواب:- رسول اللہ ﷺ نے بعد نماز فجر تا طلوع آفتاب اور بعد نماز عصر تا غروب آفتاب مطلقاً نماز پڑھنے سے منع فرمادیا ہے اور اس میں مکہ مکرمہ اور دوسرے مقامات کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا ہے۔(۱) اس لیے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اگر فجر یا عصر کے بعد طواف کرے تو

---

(۱) "أن النبي ﷺ نهى عن الصلاة بعد الصبح حتى تشرق الشمس ، و بعد العصر حتى تغرب" (صحیح البخاري حدیث نمبر: ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۶، ۵۸۸، باب الصلاة بعد الفجر حتى ترتفع الشمس- مرتب-

نماز کے لیے اسے سورج نکلنے اور ڈوبنے کا بھی انتظار کرنا چاہیے، تا کہ مکروہ وقت گزر جائے، طلوع وغروب کے بعد دوگانۂ طواف ادا کریں، (۱) چنانچہ مختلف صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل اسی کے مطابق منقول ہے، مؤطا امام مالک میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اسی طرح منقول ہے، (۲) خود امام بخاریؒ نے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نقل کیا ہے کہ انہوں نے فجر کے بعد طواف کیا، تو بغیر نماز پڑھے مکہ سے روانہ ہو گئے اور "ذی طوی" نامی مقام پر پہنچ کر دوگانۂ طواف ادا کی، (۳) مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہ کا بھی عمل منقول ہے، (۴) اسی طرح حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بھی یہی عمل نقل کیا گیا ہے، (۵) نیز بیہقی نے لکھا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین کی ایک جماعت طلوع آفتاب تک ان رکعات کو مؤخر کیا کرتی تھی:

"روی عن جماعة من الصحابة والتابعين أنهم
كانوا يؤخرون حتى تطلع الشمس وترتفع" (۶)

امام بخاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے متعدد صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہی عمل نقل کیا ہے، (۷) اس لیے صحیح یہی ہے کہ اس وقت طواف کی دو رکعتیں ادا نہ کی جائیں، وقت مکروہ گزر جانے کے بعد دوگانۂ طواف پڑھا جائے۔

---

(۱) "ولا يصليهما في الوقت المكروهة" (الفتاوى الهندية: ۲۲۳/۱) مرتب۔
(۲) مؤطا امام مالک مع تنویر الحوالک: ۳۳۵۔
(۳) صحيح البخاري، باب: الطواف بعد الصبح والعصر۔ مرتب۔
(۴) مصنف ابن أبي شيبة، حدیث نمبر: ۱۳۲۵۷۔ مرتب۔
(۵) مصنف ابن أبي شيبة، حدیث نمبر: ۱۳۲۵۹۔ مرتب۔
(۶) سنن بيهقي: ۴۶۳/۱۔
(۷) "عن عائشة رضي الله تعالى عنها: أن ناسا طافوا بالبيت بعد صلاة الصبح، ثم قعدوا إلى المذكر حتى إذا طلعت الشمس قاموا يصلون، فقالت عائشة رضي الله تعالى عنها: قعدوا، حتى إذا كانت الساعة التي تكره فيها الصلاة، قاموا يصلون" (صحيح البخاري، حدیث نمبر: ۱۶۲۸، باب: الطواف بعد الصبح والعصر۔ مرتب۔

بغیر وضو کے طواف

سوال:- {1211} اگر عمرہ کا طواف یا طواف زیارت بغیر وضو کے کرے تو کیا حکم ہوگا ؟ اگر وضو کرکے طواف شروع کیا، لیکن درمیان میں وضو جاتا رہا تو ایسی صورت میں طواف کرنے والے کو کیا کرنا چاہئے ؟　　(احمد شریف، اورنگ آباد)

جواب:- چونکہ عمرہ کا طواف عمرہ میں اور طواف زیارت حج میں رکن ہے، اس لئے اگر بغیر وضو کے پورا حصہ یا زیادہ حصہ یا کم حصہ انجام دے تو دم واجب ہوگا اور دم میں ایک بکرا دینا ہوگا طواف زیارت اور طواف عمرہ میں فرق یہ ہے کہ اگر غسل کی حاجت ہو، یا عورت حالت حیض یا نفاس میں ہو اور اس حالت میں طواف زیارت کیا جائے تو بطور دم کے اونٹنی واجب ہوگی اور طواف عمرہ کی صورت میں ایسے شخص پر بکرا واجب ہوگا:

" و لو طاف للعمرة كله أو أكثره أو أقله ، و لو شوطا جنبا أو حائضا أو نفسا أو محدثا فعليه شاة الخ " (۱)

طواف کے درمیان جہاں وضو ٹوٹتا ہے وہیں سے وضو کرنے کو چلا جائے اور وضو کرکے دوبارہ وہیں سے طواف شروع کرکے سات چکر پورے کرلے، وضو ٹوٹ جانے کی وجہ سے اس سے پہلے کئے جانے والے چکر ضائع نہیں ہوں گے، بلکہ ان کو شمار کرتے ہوئے سات چکر پورے کرے گا۔

طواف وداع

سوال:- {1212} اگر حج کے بعد طواف وداع کرکے

---

(۱) غنیۃ الناسک، ص:۱۴۷۔

کسی دوسرے مقام پر چلے گئے ہوں، پھر واپس آکر عمرہ کئے ہوں تو کیا پھر طواف وداع ضروری ہے، نہ کرنے کی صورت میں کیا حکم ہے؟ اگر مقیمین بھی وہاں سے کسی مقام پر جو حدود حرم سے باہر ہو جانا چاہتے ہوں تو کیا عمرہ کرنے کے بعد طواف وداع ضروری ہے؟ (عبید اختر، سوتی باغ، گلشن گنج)

جواب:- دوبارہ طواف وداع کی ضرورت نہیں، پہلا ہی طواف کافی ہے، چنانچہ ہدایہ کے حاشیہ پر تحفہ سے نقل کیا ہے:

"لیس علی المعتمرین من أهل الآفاق طواف صدر" (۱)

(۱) حاشية الهداية ۱/۲۴۳۔

وقوفِ عرفہ

یوم عرفہ کس دن؟

سوال:- {1213} یوم عرفہ کو جو روزہ رکھنا مسنون ہے، ہندوستان والوں کے لئے اس سے کون سی تاریخ مراد ہوگی؟ سعودی عرب کے مطابق ۹/ ذی الحجہ کا دن یا وہ دن جب ہندوستان میں ذی الحجہ کی نو تاریخ آتی ہو؟

(محمد یاسر، حافظ بابا نگر)

جواب:- شریعت میں کسی دن یا کسی تاریخ کی جو فضیلت منقول ہے، وہ اس علاقہ کے اعتبار سے ہے، جہاں انسان قیام پذیر ہو مثلاً ۱۰/ ذی الحجہ کو یوم نحر یعنی قربانی کا دن ہے، تو اب ظاہر ہے کہ پوری دنیا میں ہر جگہ کے لوگ اپنے علاقہ کے اعتبار سے ۱۰/ ذی الحجہ کو قربانی کریں گے اور عید کی نماز ادا کریں گے، نہ کہ سعودی عرب کے اعتبار سے، اگر سعودی عرب کا اعتبار کیا جائے تو کہیں ۱۰/ کے بجائے ۹/ ذی الحجہ کو قربانی کرنی پڑے گی اور کہیں ۱۲/ ذی الحجہ کو، اگر یہ سوچا جائے کہ یوم عرفہ حجاج کے وقوف عرفہ کی یادگار ہے تو پھر یہ بھی خیال کیا جاسکتا ہے کہ یوم

قربانی حجاج کی قربانی ہی کی نقل ہے، اس لئے قربانی بھی سعودی عرب ہی کے لحاظ سے ہونی چاہئے مگر دراصل یہ سوچ ہی غلط ہے، اور اصل یہی ہے کہ ہر جگہ اسی مقام کی تاریخ کا اعتبار ہوگا، اسی لحاظ سے ۹ ذی الحجہ کو یوم عرفہ سمجھا جائے گا اور اس دن روزہ رکھنا مسنون ہوگا۔

یوم عرفہ کی دعائیں

سوال:- (1214) حج میں وقوف عرفہ کی کیا اہمیت ہے؟ اور اس موقع سے رسول اللہ ﷺ نے کیا دعائیں مانگی ہیں؟ (محمد اسعد، ناندیڑ)

جواب:- حج میں وقوف عرفہ کی بڑی اہمیت ہے، یہ حج کا رکن اعظم ہے،(۱) چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "الحج عرفة "(۲) عرفات سے متعلق بہت سی دعائیں ان کتابوں میں منقول ہیں، جو اذکار اور دعاؤں سے متعلق ہیں، یہ چونکہ دعا کی قبولیت کا خاص دن ہے، اس لئے اپنی دنیا و آخرت کے لئے زیادہ سے زیادہ دعائیں کرنی چاہئے، اس دن رسول اللہ ﷺ سے جو دعائیں ثابت ہے، ان میں سے تین ترجمہ کے ساتھ یہاں نقل کی جاتی ہیں:

" لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ ، لَهُ الْمُلْكُ وَ لَهُ الْحَمْدُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَ هُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْئٍ قَدِيرٌ "(۳)

" اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تنہا ہے کوئی اس کا شریک

---

(۱) " و أما ركن الحج فشيئان : أحدهما : الوقوف بعرفة و هو الركن الأصلي للحج " (بدائع الصنائع :۲/۳۰۲، كتاب الحج) محشی۔

(۲) " قال رسول الله ﷺ : الحج عرفة فمن أدرك ليلة عرفة قبل طلوع الفجر من ليلة جمع فقد تم حجه " عن عبد الرحمن بن يعمر ﷺ ، (سنن نسائي ،حديث نمبر: ۳۰۱۹، فرض الوقوف بعرفة) محشی۔

(۳) غنية الناسك : ص:۸۲، حصن حصین، ص:۱۸۳۔

نہیں، اسی کے لئے فرمانروائی ہے اور اسی کے لئے ساری تعریفیں ہیں، تمام بھلائیاں اسی کے ہاتھ میں ہیں، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اس دعا کو دعاءِ توحید سے موسوم کیا ہے اور ارشاد فرمایا کہ میں نے اور مجھ سے پہلے نبیوں نے میدان عرفات میں جو دعائیں کی ہیں، یہ ان میں سب سے افضل دعا ہے۔

میدان عرفات میں رسول اللہ ﷺ نے کثرت سے یہ دعا بھی فرمائی ہے:

"اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا وَّ فِیْ سَمْعِیْ نُوْرًا وَّ فِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا، اَللّٰهُمَّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ، وَ یَسِّرْ لِیْ اَمْرِیْ، وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ وَسَاوِسِ الصَّدْرِ وَ شَتَاتِ الْاَمْرِ وَ فِتْنَةِ الْقَبْرِ، اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا یَلِجُ فِی اللَّیْلِ وَ شَرِّ مَا یَلِجُ فِی النَّهَارِ وَ شَرِّ مَا تَهُبُّ بِهِ الرِّیَاحُ وَ شَرِّ بَوَائِقِ الدَّهْرِ" (۱)

''اے اللہ! میرے دل میں، میرے کانوں میں اور میری آنکھوں میں نور پیدا فرمادے، اے اللہ! میرا سینہ کھول دے، اور میرے ہر کام کو آسان فرمادے اور میرے دل کے وسوسوں، کام کے بکھراؤ اور قبر کی آزمائش سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں، یا الٰہی! میں رات اور دن میں در پیش ہونے والی چیزوں کے شر سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں، اور ان چیزوں کے شر سے بھی جنہیں ہوا اپنے ساتھ لے کر چلتی ہے اور زمانہ کی ہلاکت خیزیوں کے شر سے''

(۱) غنیۃ الناسک ص: ۸۳، حصن حصین: ۱۸۳۔

نیز حجۃ الوداع کے موقع سے یوم عرفہ کی شام میں آپ ﷺ سے یہ دعا کثرت سے پڑھنا منقول ہے:

"اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كَالَّذِيْ تَقُوْلُ وَ خَيْرًا مِّمَّا نَقُوْلُ ، اَللّٰهُمَّ لَكَ صَلَاتِيْ وَ نُسُكِيْ وَ مَحْيَايَ وَ مَمَاتِيْ ، وَ اِلَيْكَ مَآبِيْ وَ لَكَ رَبِّيْ تُرَاثِيْ ، اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَ وَسْوَسَةِ الصَّدْرِ وَ شَتَاتِ الْاَمْرِ" (۱)

"اے اللہ! آپ کے لئے تمام تعریفیں اسی طرح ہیں جیسا کہ آپ خود فرمائیں اور اس سے بہتر جو ہم کہہ سکیں، اے اللہ! میری نمازیں، میرے مناسک، میری زندگی اور میری موت آپ ہی کے لئے ہے، آپ ہی میری پناہ گاہ ہیں، اور اے پروردگار! میرے بعد رہ جانے والی اشیاء بھی آپ ہی کی ہیں، الٰہی! میں قبر کے عذاب، دل کے وسوسے اور کاموں کے انتشار سے آپ ہی کی پناہ چاہتا ہوں"۔

یہ دعائیں براہ راست رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں، بزرگوں نے اس کے علاوہ بھی بہت سی دعائیں بتائی ہیں، اگر دعاؤں کے عربی الفاظ یاد نہ ہوسکیں تو اردو میں بھی ان کا مفہوم ادا کیا جاسکتا ہے اور ان کے علاوہ اپنی دنیا اور آخرت کے لحاظ سے اس دن زیادہ سے زیادہ دعائیں کرنی چاہئے اور یہ بات ذہن میں رکھنی چاہئے کہ دعا میں الفاظ سے زیادہ جذبات و کیفیات کی اہمیت ہے۔

(۱) غنیۃ الناسک: ص ۸۳۔

غروبِ آفتاب سے پہلے میدانِ عرفات میں واپسی

سوال:- {1215} ۹/ ذی الحجہ کو اگر کوئی شخص کسی ضرورت کے تحت حدودِ عرفات سے باہر جائے اور پھر غروبِ آفتاب سے پہلے عرفات میں واپس آجائے، تو کیا غروبِ آفتاب سے پہلے عرفات سے نکلنے کی وجہ سے اس پر دم واجب ہوجائے گا؟ (خواجہ نذیر الدین سبیلی، نزیل مکہ)

جواب:- غروبِ آفتاب کے وقت عرفات میں وقوف ضروری ہے، اگر میدانِ عرفات سے باہر جاکر غروبِ آفتاب سے پہلے ہی اندر واپس آجائے تو دم واجب نہیں ہوگا، لیکن اس سے بھی احتیاط کرنی چاہئے، کیونکہ بعض اہلِ علم کے نزدیک اس صورت میں بھی دم واجب ہوجاتا ہے، اگر غروبِ آفتاب کے بعد واپس آیا تو باتفاق دم واجب ہوجائے گا۔

" وإن عاد قبل غروب الشمس ... ذكر الكرخي أنـه يسقـط عنـه الدم أيضـا وكذا روى ابن شجاع عن أبي حنيفة ولو عاد إلى عرفة بعد الغروب لا يسقط عنه الدم بلا خلاف "(۱)

عرفات میں ظہر وعصر کو جمع کرنا

سوال:- {1216} میدانِ عرفات میں ظہر وعصر اکٹھا پڑھنا ہے یا نہیں؟ (نظام الدین، دربھنگہ)

جواب:- ۹/ ذی الحجہ کو میدانِ عرفات میں امامِ حج کے ساتھ نماز ادا کرتے ہوئے ظہر وعصر کو ظہر کے وقت میں جمع کرکے پڑھنا مسنون ہے، امامِ حج سے مراد وہ شخص ہے جس کو سعودی

---

(۱) بدائع الصنائع: ۳/ ۳۰۷-۳۰۶۔

عرب کے فرماں روا کی طرف سے نائب کی حیثیت سے عرفات میں نماز کا امام مقرر کیا جائے، اگر مسجد نمرہ میں امام کی اقتداء میں نماز ادا نہ کی جائے، بلکہ خیموں میں نماز ادا کریں تو حنفیہ کے نزدیک دونوں نمازوں کو جمع نہیں کیا جائیگا، بلکہ ظہر کی نماز اپنے وقت میں اور عصر کی نماز اپنے وقت پر ادا کی جائیگی، خواہ خیمہ میں تنہا نماز پڑھیں یا الگ سے اپنی جماعت بنائیں، چنانچہ علامہ شامیؒ ایسی صورت کے بارے میں نقل کرتے ہیں: "صلوا کل واحد منهما فی وقتها "(۱) خواتین کے لئے تو فی زمانہ بہتر یہی ہے کہ وہ اپنے خیمہ ہی میں ظہر و عصر کی نماز اپنے اپنے اوقات میں ادا کرلیں، کیونکہ از دحام کی وجہ سے مسجد نمرہ میں خواتین کی صفیں الگ نہیں ہو پاتی ہیں، اور مجمع خلط ملط ہو جاتا ہے، جو ظاہر ہے کہ حکم شریعت کے خلاف ہے، اس لئے عورتوں کے لئے اپنے خیموں ہی میں نماز ادا کر لینا بہتر ہے۔

(۱) ردالمحتار: ۳/۵۴۰۔

رمی جمار

تینوں جمرات پر رمی کرنے کی حکمت

سوال:- (1217) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب اللہ کے حکم کی اطاعت کرتے ہوئے اپنے بیٹے کو قربان کرنے کا ارادہ کیا تھا تو شیطان نے انہیں بیٹے کی قربانی نہ دینے کے لئے ورغلانے کی کوشش کی تھی، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شیطان کو پتھر مار مار کر بھگایا تھا، اسی کی یاد میں حج اور عمرہ کے موقع پر شیطان کو کنکریاں ماری جاتی ہیں، مگر یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ شیطان کو کنکریاں مارنے کے لئے تین مقامات کیوں ہیں؟ (نظیر سہروردی، اناندپرہ)

جواب:- حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے: "جب حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کے سلسلے میں حکم خداوندی کی تعمیل کے لئے، فرزند ارجمند کے ساتھ منیٰ تشریف لے گئے، تو یہی تین جگہیں تھیں جہاں شیطان نے آپ علیہ السلام کو

بہکایا تھا، آپ ﷺ نے اس سے اظہار بیزاری کے لئے سات سات کنکریاں بھی ماری تھیں، اسی واقعہ کی یادگار کے طور پر ہر تینوں جمرات پر رمی کی جاتی ہے"(۱)

رمی میں نیابت کب جائز ہے؟

سوال:- (1218) "یہ لوگ جو جمرات کے پاس بھیڑ برداشت نہیں کر سکتے اور انتظار کرتے رہنے سے رمی کا وقت ختم (فوت) ہو رہا ہو، جس کی قضا بھی مشروع (جائز) نہیں ہے، لہٰذا ان کے لئے جائز ہے کہ کسی کو وکیل مقرر کردیں، مگر اس کے علاوہ دوسرے مناسک حج میں نیابت جائز نہیں" یہ اقتباس حج وعمرے کے مسائل بقلم شیخ علامہ عبدالعزیز بن باز (سعودیہ عربیہ) سے ماخوذ ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ دوران حج میرے لڑکوں نے میری اور میری اہلیہ کی طرف سے رمی کی، کیونکہ میری اور میری اہلیہ کی عمر ساٹھ، پینسٹھ سال کے درمیان ہے، میرے پاؤں میں زخم ہونے کے بعد اچھا تو ہوگیا مگر چلنے میں ٹھوکر لگنے سے تکلیف ہوتی تھی، اور میری اہلیہ کو شوگر کی بیماری ہونے سے چکر کے ڈر سے بچوں نے کنکریاں ماریں، مگر دوسری اور حج کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ صرف معذور شخص جو چل پھر نہیں سکتا، اپنی طرف سے وکیل مقرر کرسکتا ہے، ورنہ "دم" دینا ہوگا، مجھے پڑھنے کے بعد سے بے چینی ہو رہی ہے، آپ وضاحت کریں کہ

---

(۱) دیکھئے: تفسیر ابن کثیر: ۱۸۶/۳۔

(الف) کیا ہم پر دم واجب ہوگیا؟

(ب) کیا ہم دم انڈیا میں دے سکتے ہیں؟ یا مجھے خود سعودیہ جانا پڑے گا؟

(ج) کیا ہم اپنے رشتہ دار کے ذریعہ، جیسے بھائی، یا بیٹا جو اس سال حج کر رہے ہیں، ان کے ذریعہ دم دے سکتے ہیں؟　　　(مظفر قادری، مغلپورہ)

جواب:- (الف) رمی میں نیابت کے سلسلہ میں اصول یہ ہے کہ جو شخص رمی کرنے پر قادر نہ ہو، وہ دوسرے کو نائب بنا سکتا ہے، قادر نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ اتنا بیمار و کمزور ہو کہ اگر جمرات تک اسے پہنچا دیا جائے تو کنکری پھینکنے کی طاقت نہ ہو، چونکہ مختلف لوگوں میں قوی و قوت ارادی کا تفاوت ہوتا ہے اس لئے اہل علم نے اس کے لئے یہ معیار مقرر کیا ہے کہ اس کے لئے نماز بیٹھ کر پڑھنا جائز ہو: "وحد المريض أن يصير بحيث يصلي جالسا" (۱) یا اتنا معذور تو نہ ہو، لیکن جمرات تک پیدل چلنے کی طاقت نہ ہو، اور سواری میسر نہ ہو: "أن لا يجد من يحمله" (۲) اسی اصول کی روشنی میں آپ اپنی اس وقت کی کیفیت کا اندازہ کر کے خود فیصلہ کر لیں، اگر اس درجہ کا عذر آپ حضرات کے ساتھ تھا، تو آپ کا اپنے لڑکوں سے رمی کرانا درست عمل تھا، ورنہ آپ پر دم واجب ہوگیا، البتہ ان تینوں دنوں کی رمی چھوڑنے پر ایک ہی دم یعنی ایک بکرا دے دینا کافی ہے:

"ولو ترك رمي الجمار الثلث في الأيام كلها فعليه دم واحد لاتحاد الجنس" (۳)

---

(۱) غنیۃ الناسک، ص:۱۸۷۔
(۲) حوالہ سابق، ص:۱۸۸۔
(۳) غنیۃ الناسک، ص:۲۸۹۔

(ب) حج سے متعلق قربانی اور جنایت کا حدود حرم میں دینا ضروری ہے، حرم سے باہر دم دینا کافی نہیں، البتہ اس کے لئے آپ کا خود سعودیہ جانا ضروری نہیں۔

(ج) آپ کسی اور شخص کے ذریعہ بھی دم کی رقم بھیج دیں یا اگر آپ کا کوئی عزیز سعودیہ میں موجود ہو اور ان کو لکھ دیں کہ وہ آپ دونوں کی طرف سے حرم میں ایک ایک دم دے دے تو کافی ہے، مکہ مکرمہ میں مدرسہ صولتیہ میں بھی اس کا انتظام ہے، اگر کوئی شخص وہاں رقم پہنچا دے اور آپ دونوں حضرات کا نام ان کو دیدے، تو وہ آپ کی طرف سے دم دے دیں گے۔

حج بدل

جس نے حج نہیں کیا اس سے حج بدل کروانا

سوال:- {1219} جو شخص غریب ہو یا امیر ہو، لیکن خود اس نے اپنا حج نہیں کیا ہو تو کیا وہ حج بدل کر سکتا ہے؟

(عبدالجبار، جامعہ عثمانیہ)

جواب:- بہتر ہے کہ اس شخص سے حج بدل کرایا جائے جو اپنا حج ادا کر چکا ہو، جس شخص نے خود حج نہیں کیا، اس سے حج بدل کرانے کے سلسلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے، حنفیہ کی رائے ہے کہ ایسا شخص بھی حج بدل کر سکتا ہے، لیکن اگر اس پر خود حج واجب ہے تو اس سے حج کرانا مکروہ تحریمی ہے، اور اگر خود اس پر حج واجب نہیں تو مکروہ تنزیہی ہے۔(۱)

---

(۱) "يقع الحج المفروض عن الآمر على ظاهر المذهب" (الدر المختار) و الحق أنها تنزيهية على الآمر لقولهم و الأفضل ألخ تحريمية على الضرورة المأمور الذي اجتمعت فيه شروط الحج و لم يحج عن نفسه ؛ لأنه آثم بالتأخير" (رد المحتار ۳/۲۰-۲۱) محشی۔

والدین کی طرف سے حج بدل

سوال:- {1220} حج بدل کن صورتوں میں لازم ہے؟ جن کے والدین میں حج کی استطاعت نہیں تھی، کیا وہ اپنے والدین کی طرف سے حج بدل کر سکتے ہیں؟

(سید اطہر شاہ، عنایت نگر)

جواب:- اگر کوئی شخص مالی استطاعت کے اعتبار سے حج کرنے پر قادر ہو لیکن جسمانی اعتبار سے سفر حج یا افعال حج ادا کرنے سے دائمی طور پر عاجز ہو، تو ایسے شخص کے لئے حج بدل کرانا واجب ہے، اسی طرح اگر کسی شخص نے اپنے ترکہ میں سے حج کی وصیت کر دی ہو، اور ترکہ کے ایک تہائی کے بقدر مال یا اس سے کم سے حج کیا جا سکتا ہو، تو ورثہ پر ان کی جانب سے حج بدل کرنا واجب ہے، حج بدل کی اصل صورتیں یہی ہیں جن لوگوں پر حج فرض ہی نہ ہوا ہو، ان کی طرف سے حج کرنا، یا جن کا انتقال ہو چکا ہو اور انھوں نے حج کے لئے وصیت نہ کی ہو، ان کی طرف سے حج کرنا اور حج کرانا اصل میں حج بدل نہیں، یہ حج بطور ایصال ثواب کے ہے، والدین کی طرف سے ایصال ثواب کے طور پر حج کرانا درست ہے، اس صورت میں اس کے والدین کو بھی ثواب ہوگا، اور خود اس کو بھی۔

جدہ سے حج بدل

سوال:- {1221} میرے ایک دوست پر حج فرض تھا، اب وہ حج کے لائق نہیں ہیں، ان کے ایک عزیز جدہ میں مقیم ہیں، کیا وہ اپنے ان عزیز کو کہہ سکتے ہیں کہ وہ ان کی طرف سے حج بدل کر دیں؟ اور کیا یہ حج بدل ان کی طرف سے کافی ہو جائے گا؟

(کفایت اللہ، گلبرگہ)

جواب:- حج بدل کے لئے ضروری ہے کہ جس کی طرف سے حج بدل ہو رہا ہے وہ حج کے اخراجات ادا کرے، دوسرے جس مقام پر اس کی سکونت ہے وہاں سے حج بدل کیا جائے، لہذا اگر کوئی شخص ان صاحب کی طرف سے خود ان کی اجازت سے حج کرنے کے لئے تیار ہو تو یہ درست ہوگا، گویا اس نے حج کا حکم دینے والے کو اخراجات حج بطور ہدیہ کے دیا اور پھر اس نے ان کی طرف سے حج ادا کیا، لیکن جو شخص ہندوستان میں مقیم ہو اس کی طرف سے جدہ سے حج بدل کرلینا کافی نہیں، ہندوستان سے حج کرانا ضروری ہے، ہاں اگر اتنے اخراجات نہ ہوں کہ کسی کو ہندوستان سے بھیجے اور جدہ سے کسی کو حج کرادے تو امید ہے کہ مجبوری کی وجہ سے اللہ تعالیٰ شانہ اس حج کو قبول فرمالیں گے:

"... فيحج عنه من بلده ... ان وفى به ... و ان لم يف فمن حيث يبلغ استحساناً" (۱) واللہ اعلم۔

بغیر وصیت کے میت کی طرف سے حج بدل

سوال:- {1222} "الف" پر حج فرض تھا، اپنی زندگی میں حج ادا نہیں کرسکا اور نہ ہی وصیت کرسکا، اگر اس کی اولاد اس کی طرف سے حج کردے تو کیا اس کے والد کی طرف سے حج ادا ہو جائے گا؟ (محمد جعفر قاسمی، بانبے)

جواب:- اصل تو یہی ہے کہ آدمی بوقت قدرت فریضۂ شرعی کو ادا کردے اور ادا نہ کرسکا تو کم سے کم وصیت کر جائے، تاہم اگر وصیت بھی نہیں کی اور ورثہ نے سعادت مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مورث کی طرف سے حج ادا کردیا تو اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ اس کا حج ادا ہو جائے گا، اور وہ عند اللہ جواب دہی سے بچ جائے گا۔

---

(۱) الدر المختار على هامش رد المحتار ۲۳/۴۔

لو مات رجل بعد وجوب الحج و لم يوص به ، فحج رجل عنه أو حج عن أبيه أو أمه عن حجة الاسلام من غير وصية ، قال أبو حنيفة : يجزيه إن شاء الله ، و بعد الوصية يجزيه من غير المشية ۔ (۱)

مرد وعورت کا ایک دوسرے کی طرف سے حج بدل

سوال:- {1223} کیا عورت مرد کی طرف سے ، اور مرد عورت کی طرف سے حج بدل کرسکتے ہیں؟ یا یہ ضروری ہے کہ مرد کا حج بدل مرد ہی کرے، اور عورت کا عورت ہی؟

(محمد جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

جواب:- مرد عورت کی طرف سے اور عورت مرد کی طرف سے حج بدل کرسکتے ہیں، اس میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ فریضۂ حج دونوں سے یکساں طریقہ پر متعلق ہے، حضرت عبداللہ بن عباس ﷺ سے مروی ہے کہ

"قبیلۂ بنوخثعم کی ایک خاتون نے حجۃ الوداع کے موقع سے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ میرے والد بہت ضعیف ہیں، کیا میں ان کی طرف سے حج کرسکتی ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ (۲)

---

(۱) ردالمحتار ۴/۱۶۔

(۲) صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۱۵۱۳، صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۳۳۴۔

مرحومین کی طرف سے حج وعمرہ

سوال:- {1224} مرحومین کی طرف سے حج وعمرہ کرسکتے ہیں یا نہیں؟ (حفیظ الرحمان، نظام آباد)

جواب:- حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے مروی ہے کہ

''قبیلہ جہینہ کی ایک خاتون رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، اور عرض کیا کہ میری ماں نے حج کی نذر مانی تھی، لیکن حج کرنے سے پہلے ہی ان کا انتقال ہوگیا، تو کیا میں ان کی طرف سے حج کرسکتی ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں ان کی طرف سے حج کرلو، اگر تمہاری ماں پر دین ہوتا تو تم اسے ادا کرتے یا نہیں؟ تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کا دین ہے اور اللہ تعالیٰ کا دین زیادہ مستحق ادائیگی ہے'' (۱)

اس سے معلوم ہوا کہ مردہ کی طرف سے حج کیا جاسکتا ہے۔

اب حج کرنے کی تین صورتیں ہیں، یہ تو مرحوم پر حج فرض ہی نہیں تھا، بطور نفل ان کی طرف سے حج کیا جائے۔ یہ حج بطور ایصال ثواب ہے اور حج کے ذریعہ ایصال ثواب پر اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے۔ اور اگر حج اس پر واجب تھا، وہ خود حج تو نہ کرسکا، لیکن حج کی وصیت کردی، ایسی صورت میں ورثاء پر اس کی طرف سے حج کی ادائیگی واجب ہے، اگر اس نے وصیت نہیں کی، تو یہ گناہ ہے، اور ورثاء پر اس کی طرف سے حج کرنا واجب نہیں، تاہم حضرت امام ابوحنیفہؒ سے منقول ہے کہ اگر ورثہ رضاکارانہ طور پر اس کی طرف سے حج کرلیں، یا حج کرادیں تو امید ہے کہ یہ اس کے لئے کافی ہوجائے گا۔ (۲) غرض اس صورت میں بھی ورثہ کو مرحوم کی

---

(۱) صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۱۸۵۲۔
(۲) دیکھئے: الفتاوی الهندیة: ۱/۲۵۸۔

طرف سے حج کرا دینا چاہئے، کیونکہ یا تو یہ اس پر حج فرض کا بدل ہو جائے گا۔ اور عند اللہ وہ مواخذہ سے محفوظ رہے گا، یا کم سے کم اس کی طرف سے حج نفل ہو جائے گا۔ اور وہ حج کے ثواب کا حق دار ہوگا۔ جیسے حج کا ثواب مرحوم کو پہونچایا جا سکتا ہے، اسی طرح عمرہ کا بھی، اس لئے مرحومین کی طرف سے عمرہ بھی کیا جا سکتا ہے۔

اجرت لے کر حج کرنا

سوال:- (1225) میں نے ایک کتاب میں پڑھا کہ "اجرت پر حج کرانا کسی بھی حالت میں جائز نہیں" اس سے واضح ہے کہ اجرت پر حج بدل نہ کرائے، اب سوال یہ ہے کہ فری میں حرمین شریفین تک جانے کی تکلیف کوئی کیوں کر برداشت کرے گا؟ (محمد اقبال عالم صدیقی، بیدر)

جواب:- یہ صحیح ہے کہ اجرت پر حج کرانا درست نہیں، کیونکہ حج ایک عبادت ہے، جس میں اللہ کی رضا اور خوشنودی مطلوب ہے، اجرت کی وجہ سے جو کام کیا جائے، وہ اللہ تعالیٰ کے لئے خالص باقی نہیں رہ، اس لئے یہ صحیح ہے کہ نہ حج کرنے پر اجرت لینا جائز ہے، اور نہ اجرت پر حج کرانا درست ہے، البتہ جس شخص سے حج بدل کرایا جائے، اس کے سفر کے اخراجات اور سفر سے واپسی تک اگر ضرورت مند ہو تو اس کے اہل خاندان کی ضروریات حج بدل کرانے والے پر ہے — تاہم مجھے آپ کے اس سوال پر حیرت ہے کہ اگر اجرت نہ ملے تو کون مفت میں حرم شریف تک جانے کو تیار ہوگا؟ میرا خیال ہے کہ آپ جس شہر میں رہتے ہیں، اسی میں ہزاروں ایسے مسلمان مل جائیں گے کہ اگر ان کو حج بدل کے طور پر حرمین شریفین جانے کا موقع دیا جائے، تو سر کے بل جانے کو تیار ہوں گے، کہ اس سے بڑھ کر سعادت و شرف کی کیا بات ہوگی؟

مستطیع حج فرض کے بجائے دوسرے کا حج بدل کرے

سوال:- {1226} میں ایک صاحب استطاعت شخص ہوں، میرا اندازہ ہے کہ مجھ پر حج فرض ہو چکا ہے، ادھر میرے ایک عزیز نے جو کافی ضعیف اور بیمار ہیں، مجھ کو حج بدل کی پیشکش کی، میں نے اس کو خوش دلی سے قبول کرلیا، جب کہ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ میرے لئے حج بدل پر جانا درست نہیں، کیونکہ میں صاحب استطاعت ہوں؟

(کریم الدین، نظام آباد)

جواب:- جس شخص پر خود حج فرض ہو، اس کو چاہئے کہ پہلے وہ خود اپنا حج کرلے اور حج بدل میں بھی صحیح طریقہ یہ ہے کہ جو اپنا حج کر چکا ہو اس سے حج بدل کرایا جائے، جس پر حج فرض ہو چکا ہے، اگر وہ حج بدل کرے، تب بھی احناف کے یہاں حج بدل درست ہو جائے گا، کیونکہ حجۃ الوداع کے موقع سے ایک خاتون نے اپنے والد کی طرف سے حج کرنے کی اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے انھیں والد کی طرف سے حج بدل کی اجازت مرحمت فرمائی، (۱) ظاہر ہے کہ یہ حج فرض کی ادائیگی سے پہلے حج بدل کی ادائیگی تھی، لیکن ایسے شخص سے حج بدل کرانا مکروہ تحریمی ہے۔ واللہ اعلم۔

غیر محرم کے ذریعہ حج بدل

سوال:- {1227} میں نے اس سال بفضلہ تعالیٰ فریضۂ حج ادا کیا ہے اور اپنے دوست کے ذریعہ اپنی اہلیہ کا حج

---

(۱) الجامع للترمذي، حديث نمبر: ۹۲۸، باب ما جاء في الحج عن الشيخ الكبير الميت۔ محشی۔

بدل کرایا ہے، جبکہ میری والدہ، ہمشیرہ، برادر نسبتی، دو شادی شدہ اور دو غیر شادی شدہ صاحب زادیاں موجود ہیں، کیا ان محرم رشتہ داروں کی موجودگی میں کسی غیر محرم سے حج بدل کرانا درست تھا؟ (سید علی، جنگم پیٹ)

جواب:- حج بدل کے لئے یہ ضروری نہیں کہ محرم رشتہ داروں کو حج پر بھیجا جائے، کوئی بھی عاقل، بالغ، مسلمان، دوسرے مسلمان کی طرف سے حج بدل کر سکتا ہے، البتہ بہتر ہے کہ ایسے شخص سے حج کرایا جائے جو خود اپنا فریضۂ حج ادا کر چکا ہو، کیونکہ بعض فقہا کے نزدیک وہی شخص حج بدل کر سکتا ہے، جو اپنا حج ادا کر چکا ہو، حنفیہ کے نزدیک یہ ضروری تو نہیں ہے، لیکن جس سے حج بدل کرا رہا ہے، اگر خود اس پر حج فرض نہیں، تو اس سے حج کرانا خلاف اولی ہے، اگر اس پر حج فرض ہے، تو اس سے حج بدل کرانا مکروہ تحریمی، حج کئے ہوئے شخص سے حج بدل کرانے کا فائدہ یہ ہے کہ تمام فقہاء کے اقوال پر اس کا حج درست ہو جاتا ہے۔(۱) واللہ اعلم۔

حج بدل

سوال:- {1228} مرنے والوں کی طرف سے کیا حج بدل کرایا جا سکتا ہے؟ اور اس کا طریقہ کیا ہے؟ (سید حفیظ الرحمن، نظام آباد)

جواب:- کسی شخص پر حج فرض ہو، لیکن وہ جسمانی طور پر سفر حج یا افعال حج کو ادا کرنے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو اور وہ کسی کو حج پر بھیجے یا اس کی وفات ہو گئی ہو اور اس نے اپنی طرف سے حج کی وصیت کی ہو، تو یہ صورت حج بدل کی ہے۔ اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ حج کے احرام باندھتے وقت اسی کی طرف سے حج کی نیت کرے۔ یا تلبیہ میں اس کا نام لے جس کی طرف سے حج بدل

(۱) دیکھئے: الدر المختار مع الرد: ۴/۲۱۔

کررہا ہے۔ جیسے لبیک عن فلان۔ فقہاء نے حج بدل کے جو احکام لکھے ہیں، وہ انہی صورتوں سے متعلق ہیں، دوسری صورت یہ ہے کہ کسی متوفی شخص کو ثواب پہنچانے کی غرض سے حج کیا جائے، حالانکہ اس پر حج فرض ہی نہیں تھا، یا حج فرض تھا لیکن حج کرانے کی وصیت نہیں کی تھی، تو یہ حج بطور ایصال ثواب کے ہے، اس صورت میں حج کا احرام باندھنے کے بعد یہ کہہ دینا کافی ہے کہ اے اللہ! اس کا ثواب فلاں شخص کو پہنچے، اس حج کے احکام حج نفل کے سے ہیں، عمرہ کے بارے میں بھی یہی تفصیل ہے۔

حج بدل — کچھ ضروری احکام

سوال:- {1229} حج بدل کب جائز ہے؟ اور اس کے لئے کیا شرط ہے؟ اگر کسی شخص پر حج فرض ہو، اور اس کا بیٹا جدہ میں رہتا ہو تو کیا اس کے بیٹے کا جدہ سے حج کرلینا کافی ہے؟ یا ہندوستان ہی سے سفر کرنا ضروری ہے؟

(منظور احمد، بیگو سرائے)

جواب:- بدنی عبادتیں یعنی نماز، روزے ایک شخص کی طرف سے دوسرا شخص انجام نہیں دے سکتا، مالی عبادتیں دوسرے کی طرف سے انجام دی جاسکتی ہیں، اس کے لئے یہ بھی ضروری نہیں کہ اصل آدمی اس کی انجام دہی سے معذور اور عاجز ہو، جیسے زکوۃ و صدقات وغیرہ، حج مالی اور بدنی دونوں طرح کی عبادت ہے، یہ ایک شخص دوسرے شخص کی طرف سے اس وقت انجام دے سکتا ہے جب کہ اصل شخص جس پر حج فرض ہے حج کرنے سے معذور ہو، اور اس کا یہ عذر موت تک باقی رہے، کسی بیمار آدمی کی طرف سے حج بدل کے لئے ضروری ہے کہ جس کی جانب سے حج کررہا ہو اس نے حج کی اجازت بھی دی ہو، یہ بھی ضروری ہے کہ جو شخص حج بدل کررہا ہو وہ حج کا احرام باندھتے وقت اس شخص کی طرف سے حج کی نیت کرے، جس نے حج کا حکم دیا ہے،

مثلاً کہے کہ میں فلاں کی طرف سے احرام باندھتا ہوں یا کہے: " لبیك عن فلان "(۱)
حج بدل میں ضروری ہے کہ حج کے تمام اخراجات یا کم سے کم اخراجات کا زیادہ حصہ حج کا حکم دینے والے کے مال میں سے ہو، یہ بات بھی ضروری ہے کہ جس کی طرف سے حج بدل کر رہا ہے، اس کی جائے سکونت سے حج کا سفر شروع ہو، ہاں اگر کسی شخص نے حج کی وصیت کی، اور اس کی جائے سکونت سے سفر کے اخراجات متروکہ کے ایک تہائی سے پورے نہ ہو پائیں تو فقہاء نے استحساناً اس بات کی اجازت دی ہے کہ جس مقام سے حج کے لئے وہ اخراجات کفایت کریں، وہیں سے حج بدل کرا دیا جائے، امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمالیں گے۔ (۲)

حج بدل میں تمتع

سوال:- (1230) حج بدل میں کیا تمتع کیا جا سکتا ہے؟
بعض کتابوں میں اس کو منع کیا گیا ہے، اگر حج بدل میں افراد ہی ضروری قرار دیا جائے تو آج کل بہت طویل مدت تک احرام کی حالت میں رہنا پڑے گا۔ (رشید الدین، بنجارہ ہلز)

جواب:- اس مسئلہ میں فقہاء احناف کے یہاں دو قول ہیں، ایک یہ کہ حج بدل میں افراد اور قران ہی کی گنجائش ہے، تمتع نہیں کیا جا سکتا، دوسرا قول یہ ہے کہ حج کرانے والے کی اجازت سے کیا جا سکتا ہے، علامہ ابن نجیم مصریؒ " البحر الرائق " (۳) اور علامہ شامیؒ نے " رد المحتار " (۴) میں اس مسئلہ پر بحث کی ہے کہ حج بدل میں تمتع کیا جائے تو قربانی کس کے ذمہ ہوگی؟ حج کرانے والے کے ذمہ یا سفر حج پر جانے والے کے ذمہ؟ اس سے صاف ظاہر

(۱) دیکھئے: الدر المختار و رد المحتار: ۳/۱۲-۱۳، باب الحج عن الغیر۔
(۲) رد المحتار: ۳/۲۳۔
(۳) البحر الرائق: ۳/۱۱۶، محشی۔
(۴) رد المحتار: ۳/۵۵۴، باب القران هو أفضل، محشی۔

ہوتا ہے کہ ان حضرات کے نزدیک بھی حج بدل میں تمتع کیا جاسکتا ہے، موجودہ دور میں برصغیر کے اکثر اہل افتاء کا رجحان اسی طرف ہے، مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اس کی اجازت دی ہے، (۱) یہی رائے مفتی عبدالرحیم صاحبؒ لاجپوری کی ہے، (۲) مولانا مفتی نظام الدین صاحبؒ سابق صدر مفتی دارالعلوم دیوبند نے بھی یہی لکھا ہے۔ (۳)

حج کے نئے مسائل پر ''اسلامک فقہ اکیڈمی'' — جو ہندوستان کا نہایت باوقار علمی و تحقیقی ادارہ ہے — نے چند سال پہلے بمبئی میں ۱۰/روزہ سمینار منعقد کیا تھا، جس میں ملک بھر سے ۱۰۰/ سے زیادہ معروف اہل علم اور ارباب افتاء نے شرکت کی تھی، سمینار میں باتفاق رائے یہ بات طے پائی کہ حج بدل میں تمتع کیا جاسکتا ہے، اگر حج بدل کرانے والا زندہ ہو تو بہتر ہے کہ اس سے اجازت حاصل کرلی جائے، اگر اس نے حج تمتع یا مطلق حج کی اجازت دیدی تو حج تمتع کیا جاسکتا ہے، اگر ایسے شخص کی طرف سے حج کررہا ہو، جن کی وفات ہوچکی ہے اور انہوں نے حج کی وصیت کی تھی کہ میری طرف سے حج افراد ہی کیا جائے تو حج افراد ہی کرنا ضروری ہوگا، اور اگر انہوں نے مطلق حج کی وصیت کی تھی تو یہ بھی تمتع کی اجازت سمجھی جائے گی، کیونکہ موجودہ زمانہ میں برصغیر سے حج کے لئے جانے والے نوے فیصد لوگ اندازہ ہے کہ حج تمتع کرتے ہیں، اب قاعدہ یہ ہے کہ جس عمل کے بارے میں صراحت نہ ہو تو اس میں مروج اور معروف طریقہ ہی مراد ہوتا ہے۔ (۴)

لہٰذا اگر کوئی شخص حج شروع ہونے کے قریب ہندوستان سے روانہ ہو تو اس کے لئے بہتر یہی ہے کہ وہ افراد یا قران کرلے، ورنہ حج بدل کرانے والے سے اجازت لے کر تمتع

---

(۱) جواہر الفقہ: ۱/۵۱۹۔
(۲) فتاویٰ رحیمیہ: ۳/۳۰۔
(۳) منتخبات نظام الفتاویٰ: ۱/۱۵۰۔
(۴) دیکھئے: تجویز نمبر: ۹۔

کرلے، کیونکہ اتنے طویل احرام کے احرام کو باقی رکھنا دشوار ہوتا ہے، اور فقہاء نے لکھا ہے کہ جو احرام کے احکام کی رعایت کرنے کے بارے میں اندیشہ مند ہو اور خطرہ محسوس کرتا ہو تو اس کے لئے تمتع قران سے افضل ہے۔

حج تمتع

حج تمتع کرنے والوں کے لئے عمرہ

سوال:- {1231} جو لوگ حج تمتع کر رہے ہوں، کیا ان کے لئے یہ بات درست ہے کہ مکہ مکرمہ پہونچنے کے بعد حج سے پہلے مزید عمرہ کرلیں؟ (عبدالرحمن، ورنگل)

جواب:- حج تمتع کرنے والا آفاقی بھی عمرے کرسکتا ہے، اس میں کچھ حرج نہیں، چنانچہ علامہ شامی فرماتے ہیں:

"والظاهر أن المتمتع بعد فراغه من العمرة لا يكون متمتعا من إتيان العمرة ، فإنه زيادة عبادة الخ" (۱)

(۱) منحة الخالق على البحر: ۲/ ۳۶۸۔

حج تمتع میں عمرہ کے بعد بیوی سے قربت

سوال:- (1232) حاجی حج تمتع میں احرام عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد کیا اپنی بیوی سے قربت کرسکتا ہے یا نہیں، بہ تقاضائے بشریت اگر ایسا ہوگیا تو اس کے لئے شریعت نے کیا حکم دیا ہے؟　　(محمد نعیم قدوری، نظام آباد)

جواب:- حج تمتع کا طریقہ یہ ہے کہ میقات سے عمرہ کا احرام باندھا جائے، اور حرم شریف پہونچ کر عمرہ کر کے احرام کھول دیا جائے، پھر جب ایام حج شروع ہوں تو حج کا احرام باندھا جائے، عمرہ کا احرام کھولنے کے بعد احرام باندھنے والا حلال ہو جاتا ہے، اور جیسے دوسری ممنوعات احرام اس کے لئے حلال ہو جاتی ہیں، اسی طرح میاں بیوی کے درمیان تعلق بھی جائز ہے، اس میں کوئی قباحت نہیں اور نہ اس کی وجہ سے کچھ واجب ہوتا ہے۔

عمرہ

کیا رمضان میں عمرہ کرنے سے حج فرض ہو جاتا ہے؟

سوال:- {1233} اگر کوئی شخص رمضان میں عمرہ کرے تو کیا اس پر اسی سال حج فرض ہو جاتا ہے؟ یا حج کے مہینوں میں عمرہ کرنے پر حج فرض ہوتا ہے؟

(نظام الدین قاسمی، بھرپانی)

جواب:- حج کے فرض ہونے یا نہ ہونے کا عمرہ کے ادا کرنے سے کوئی تعلق نہیں، خواہ حج کے مہینوں سے پہلے عمرہ کریں، یا حج کا مہینہ شروع ہونے کے بعد، اگر کسی وجہ سے زمانۂ حج تک مکہ میں رک نہیں سکتے ہوں تو حج فرض نہیں ہوگا، ہاں اگر کوئی شخص عمرہ کے لئے حرم شریف پہونچ جائے، واپس آنے کے بعد دوبارہ سفر کی استطاعت اس کے اندر نہ ہو اور وہ زمانۂ حج تک مکہ میں قیام کر سکتا ہو تو ایسی صورت میں اس پر حج فرض ہو جائے گا، کیونکہ حج فرض ہونے کے لئے اخراجات سفر مہیا ہونے کی شرط اس شخص کے لئے ہے جو مکہ سے دور رہتا ہو، جو خود مکہ پہونچ جائے اس کے لئے اخراجات کی کوئی شرط نہیں۔

عمرہ کی کثرت

سوال:- {1234} بعض لوگ جو حج میں جاتے ہیں وہ کثرت سے عمرہ کرتے ہیں، یہاں تک کہ بعض ایسے لوگ دیکھے گئے جو روزانہ عمرہ کیا کرتے ہیں تو کیا سفر حج میں عمرہ کی کثرت مسنون ہے؟ (محمد راشد، بلگنڈہ)

جواب:- رسول اللہ ﷺ نے مکہ مکرمہ کے ایک سفر میں ایک ہی عمرہ ادا فرمایا ہے، اس لیے فقہاء نے لکھا ہے کہ بار بار عمرہ کرنے کے مقابلہ طواف کی کثرت افضل ہے، احکام حج پر ایک مشہور کتاب مولانا محمد حسن صاحب کی "غنية الناسك" ہے، وہ فرماتے ہیں "واكثار الطواف أفضل من إكثار الاعتمار"(1) یعنی زیادہ طواف کرنا زیادہ عمرہ کرنے سے افضل ہے، عمرہ کی کثرت سے بعض اوقات پاؤں پھول جاتے ہیں اور دوسری عبادتوں میں کوتاہی ہونے لگتی ہے، اس لیے اعتدال کے ساتھ عمرہ کرنا چاہیے۔

کیا عمرہ سے حج فرض ہو جاتا ہے؟

سوال:- {1235} عمرہ کرنے کی صورت میں کیا حج فرض ہو جاتا ہے؟ (سید حفیظ الرحمان، نظام آباد)

جواب:- حج فرض ہونے کے لئے دو باتیں ضروری ہیں، مکہ مکرمہ اور مقامات حج تک پہنچنے کی استطاعت، اور دوران سفر اس کے اخراجات اور جن متعلقین کا نفقہ اس کے ذمہ ہے ان کی مالی ذمہ داری کو ادا کرنے کی گنجائش، اگر کوئی شخص عمرہ کے لئے مکہ مکرمہ پہنچ جائے اور متعلقین کی ضروریات کے لئے وہ کوئی انتظام کر گیا ہو یا کوئی انتظام ہو جانے کی قوی توقع ہو تو دونوں شرطیں اس کے حق میں پوری ہو جاتی ہیں، اس لئے اگر زمانہ حج تک اس کے رُکے رہنے میں کوئی

---

(1) غنية الناسك: ۱۰۷۔

رکاوٹ نہ ہو تو اس پر حج فرض ہو جائے گا، اگر زمانۂ حج تک اس کا رُکا رہنا ممکن نہ ہو، جیسے ویزا قانون کے تحت اسے اس کی اجازت نہ ہو، اور واپس ہو کر دوبارہ آنے کی استطاعت نہ ہو تو اس پر حج فرض نہیں ہوگا، کیونکہ مقاماتِ حج تک پہنچنے کی استطاعت سے زمانۂ حج کی استطاعت مراد ہے، اگر کوئی شخص ان ایام سے پہلے آنے کی قدرت رکھتا ہو، لیکن خاص ان ایام تک رُک نہیں سکتا تو وہ سفرِ حج سے عاجز ہی سمجھا جائے گا۔

عمرہ سے متعلق چند مسائل

سوال:- {1236} (الف) کیا کسی زندہ یا مرحوم مرد یا عورت کی جانب سے عمرہ کیا جا سکتا ہے؟

(ب) کیا مرد عورت کی طرف سے عمرہ کر سکتا ہے؟

(ج) اپنا عمرہ کرنے والا حلق کے فوری بعد احرام کھولے بغیر دوسرے کی طرف سے عمرہ کر سکتا ہے یا دوسرا احرام پہننا ضروری ہوگا؟

(د) کیا مرحوم شرابی شخص کی جانب سے بھی عمرہ کرنے کی گنجائش ہے؟

(ہ) اپنا عمرہ کرنے کے بعد دوسرے کی طرف سے عمرہ کرنے والا حرم سے ہی احرام باندھ سکتا ہے؟ یا حل جا کر ہی احرام باندھنا ہوگا؟

(و) اگر دو عمروں کے درمیان ۱۲/ یا ۱۳/ دن کا وقفہ ہو اور سر پر تھوڑا سا بال ہو تو کیا اسے بھی منڈانا ہوگا؟

(حافظ غلام احمد مصطفی، بیدر)

جواب:- (الف) ایصالِ ثواب کے طور پر عمرہ کرنا درست ہے، اور ایصالِ ثواب

زندہ کے لیے بھی ہو سکتا ہے اور مردہ کے لیے بھی ۔(۱)

(ب) مرد عورت اور عورت مرد کی طرف سے بھی عمرہ کر سکتے ہیں۔

(ج) جب اس نے اپنے عمرہ کے افعال مکمل کر لیے اور بال بھی منڈا لیا تو چاہے وہ احرام کا لباس پہنے ہوا ہو، اب اس کا احرام ختم ہو چکا ہے، اب احرام کا نیا لباس پہنے بغیر اسی لباس میں وہ دوسرے عمرہ کی نیت کر سکتا ہے، عمرہ کے لیے بعینہٖ نیا لباس احرام پہننا یا پہلے پہنے ہوئے کو بدل دینا ضروری نہیں ۔

(د) ہر مسلمان کے لیے دعا اور ایصال ثواب درست ہے جس کی موت حالت ایمان پر ہوئی ہو، خواہ وہ کیسا ہی گناہگار کیوں نہ ہو۔

(ہ) عمرہ کا احرام باندھنے کے لیے حل تک جانا ضروری ہے، آج کل مقام تنعیم، (مسجد عائشہ) میں احرام کے لیے بہترین انتظام موجود ہے، مکہ سے حج کا احرام تو باندھا جا سکتا ہے، عمرہ کا نہیں۔

(و) عمرہ کی تکمیل کے لیے بال منڈانا یا بال کٹانا ضروری ہے، اگر ۱۲ / یا ۱۳ / دنوں میں بال اس لائق ہو گئے ہوں کہ انہیں تراشا جا سکے تو بال تراشا بھی سکتا ہے، ورنہ منڈانا ضروری ہوگا اور بہتر تو بہر حال بال منڈانا ہے ۔(۲)

---

(۱) "من صام أو صلى أو تصدق و جعل ثوابه لغيره من الأموات و الأحياء جاز و يصل ثوابها إليهم عند أهل السنة و الجماعة و بهذا علم أنه لا فرق بين أن يكون المجعول له ميتا أو حيا" (رد المحتار : ۱۵۲/۳) مرتب۔

(۲) "إذا جاء وقت الحلق و لم يكن على رأسه شعر بأن حلق قبل ذلك أو بسبب آخر ذكر في الأصل أنه يجري الموسى على رأسه : لأنه لو كان على رأسه شعر كان المأخوذ عليه إجراء الموسى و إزالة الشعر فما عجز عنه سقط ، و ما لم يعجز عنه يلزمه ، ثم اختلف المشايخ في اجراء الموسى انه واجب أو مستحب و الأصح أنه واجب" (الفتاوى الهندية : ۲۳۱/۱) محشی ۔

جنایات

اگر سات کنکریاں نہ مار سکے؟

سوال:- (1237) اگر کسی شخص نے سات کنکریوں کے بجائے تین یا چار رمی کی، تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟

(نظام الدین، شموگہ)

جواب:- اگر کسی شخص نے دس ذی الحجہ کو پوری سات کنکریاں نہیں ماریں، یا تین یا اس سے کم کنکریاں ماریں تو پورا دم واجب ہوگا اور ایک بکرا ذبح کرنا پڑے گا، اگر چار سے کم کنکریاں مارنے سے رہ گئیں، تو ہر کنکری کے بدلے ایک صدقۃ الفطر کی مقدار گیہوں یا اس کی قیمت صدقہ کرنا ہوگا:

"إذا ترك أكثر السبع لزمه دم كما لو لم يرم أصلا ، وإن ترك أقل منه كثلاث فما دونها فعليه لكل حصاة صدقة"(1)

(1) رد المحتار: ۵۴۴/۳۔

۱۲/ ذی الحجہ کے بعد طواف زیارت

سوال:- {1238} اگر کوئی حاجی ۱۲/ یا ۱۳/ ذی الحجہ تک طواف زیارت نہ کرے ۱۴/ ذی الحجہ کو کرنا چاہے تو کیا حکم ہے؟ (حاجی عبداللہ، بیدر)

جواب:- طواف زیارت کا اصل وقت ۱۰/ ذی الحجہ کی طلوع صبح سے ۱۲/ ذی الحجہ کے غروب آفتاب تک ہے، اگر ۱۲/ ذی الحجہ کا آفتاب ڈوب گیا اور اب تک طواف زیارت نہیں کیا اس کے بعد ۱۳/ یا ۱۴/ ذی الحجہ کے بعد طواف زیارت کرتا ہے تو یہ مکروہ تحریمی ہے، اور اس کی وجہ سے دم واجب ہوگا، یعنی ایک بکرے کی قربانی دینی ہوگی، علامہ حصکفیؒ لکھتے ہیں:

"فان أخره عنها أي أيام النحر ولياليها منها کره تحريما، ووجب دم لترك الواجب "(۱)

اس حکم سے وہ عورت مستثنیٰ ہے جس کو ۱۰/ تاریخ سے پہلے یا ۱۰/ تاریخ کی صبح حیض شروع ہو جائے، اتنی مہلت ہی نہ مل پائے کہ طواف زیارت کر سکے، اور ۱۲/ تاریخ تک حیض کا سلسلہ جاری رہے تو یہ اس میں معذور ہے، جوں ہی حیض سے فارغ ہو طواف زیارت کرلے۔ (۲)

احرام میں جوں اور مچھر مارنا

سوال:- {1239} احرام کی حالت میں جوں اور مچھر مارنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر جائز نہیں ہے اور ارتکاب کرلے تو اس پر کیا واجب ہوگا؟ (مسیح الدین، مولی چوکی)

جواب:- اس سلسلہ میں اصول یہ ہے کہ جو کیڑے انسانی جسم سے پیدا ہوتے ہیں،

---

(۱) الدر المختار مع الرد: ۳/۵۳۸۔

(۲) حوالۂ سابق۔

ان کو مارنے کی ممانعت ہے اور اسی میں جوں داخل ہے اور جو کیڑے انسانی جسم سے نہ پیدا ہوتے ہوں اور انسان کو ایذا پہنچاتے ہوں ان کا مارنا جائز ہے، جوں کے سلسلہ میں اصول یہ ہے کہ تین سے کم ہوں تو کچھ صدقہ کردے، کوئی خاص مقدار متعین نہیں ہے اور تین یا اس سے زیادہ ہوں، خواہ ان کی مقدار کتنی بھی ہو تو صدقۂ فطر کے بقدر گیہوں یا اس کی قیمت صدقہ کرنا واجب ہے۔(۱)

احرام کھولتے ہوئے کتنے بال کٹائے؟

سوال:- {1240} جو عمرہ کرکے حلق کروانے کے بجائے سر کے تین جانب سے ایک ایک انچ بال کتروالے تو کیا اس کا عمرہ مکمل ہوگیا؟ اور ایسی صورت میں کیا اس پر دم واجب ہوگا؟ اور کیا اظہار آنے کے بعد ادا کیا جاسکتا ہے؟

(خلیل احمد، کلکتہ)

جواب:- امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک احرام سے حلال ہوتے ہوئے کم سے کم سر کے ایک چوتھائی بال کا کٹانا یا مونڈانا ضروری ہے، اور بہتر طریقہ یہ ہے کہ پورے سر کا بال مونڈا یا کٹایا جائے، آپ نے ایک ایک انچ بال جو تین طرف سے کٹوائے ہیں اگر وہ چوتھائی سر کے بال کی مقدار ہو جاتے ہوں تب تو ٹھیک ہے، ورنہ آپ کو دم کے طور پر ایک بکرا ذبح کرنا ہوگا اور بکرا حدود حرم میں ہی دینا ہوگا، ہندوستان میں دینا کافی نہیں:

"وأما مكان ذبح الهدي فالحرم عندنا" (۲)

---

(۱) دیکھئے: غنية الناسك، ص: ۱۵۵۔
(۲) بدائع الصنائع: ۲/۱۷۹۔

دوران حج بیہوش ہوجائے

سوال:- (1241) دوران حج اگر کوئی حاجی بے ہوش ہوجائے اور ایام حج کے بعد اسے ہوش آئے تو چھوٹے ہوئے فرائض حج و سنن اور مراسم حج کیسے ادا کرے؟

(قاری محمد سراج الدین، جدید ملک پیٹ)

جواب:- افعال حج تین طرح کے ہیں: ارکان، واجبات اور سنن و آداب۔ وقوف عرفہ اور طواف زیارت رکن ہے، صفا اور مروہ کے درمیان سعی، وقوف مزدلفہ، رمی، بال منڈانا یا کٹانا، طواف وداع، اور قران و تمتع کرنے والوں کے لئے قربانی واجب ہے، اور کچھ چیزیں سنن و آداب کے قبیل سے ہیں، اگر فرائض چھوڑ دے تو حج ہی فوت ہوجائے گا، واجبات چھوڑ دے تو دم کے ذریعہ اس کی تلافی ہوسکتی ہے، سنن و آداب چھوٹ جائیں تو کچھ حرج نہیں، نہ دم واجب ہوگا اور نہ حج سے محرومی ہوگی، یہ حج کے سلسلہ میں عام اصول ہے۔ (۱)

لیکن جو شخص بے ہوش ہوجائے، ظاہر ہے کہ وہ معذور ہے، اور معذور کے لئے شریعت میں بعض رعایتیں ہیں، اس لئے ایسے شخص کے لئے یہ حکم ہے کہ وقوف عرفہ تو اسی حال میں کرادیا جائے، کیونکہ وقوف عرفہ کے لئے نیت ضروری نہیں، اور یہی حج کا رکن اعظم ہے، باقی افعال کے لئے دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ اسی حالت میں ڈولی پر اس کو طواف اور سعی کرادیا جائے، دوسری صورت یہ ہے کہ رفقاء میں سے کوئی اور شخص اس کی طرف سے ان افعال کو انجام دے دے، فقہاء نے دونوں صورتوں کا ذکر کیا ہے، رمی اور قربانی اس کی طرف سے نیابۃً کی جاسکتی ہے، اس طرح ان شاء اللہ اس کا حج ادا ہوجائے گا۔ (۲) واللہ اعلم۔

---

(۱) الفتاوی الهندية: ۱/۲۱۹۔

(۲) الفتاوی الهندية: ۱/۲۳۶-۲۳۵۔

متفرق مسائل

کھڑے ہو کر زمزم پینا

سوال:- (1242) ایک صاحب کھڑے ہو کر زمزم کا پانی پی رہے تھے، اور سر ان کا کھلا ہوا تھا، دوسرے صاحب نے منع کیا کہ اس طرح پانی پینا صرف حج کے موقع پر ہے، اور جگہ زمزم کا پانی عام طریقہ پر پینا چاہئے؟

(محمد عثمان قریشی، یاقوت پورہ)

جواب:- رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقعہ سے زمزم کا پانی کھڑے ہو کر نوش فرمایا تھا اور چونکہ آپ ﷺ احرام کی چادر لپیٹے ہوئے تھے، اس لئے سر مبارک کھلا ہوا تھا۔ (1) بعض اہل علم کی رائے ہے کہ آپ ﷺ کا یہ کھڑا ہونا اس بنیاد پر تھا کہ وہاں کیچڑ تھا اور بیٹھنے میں آلودگی کا خطرہ تھا، لیکن اکثر علماء کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے چونکہ کھڑے ہو کر زمزم پیا ہے، اس لئے کھڑے ہو کر پینے میں بہر حال اتباع نبوی کی رعایت ہے، اسی کو مشہور حنفی فقیہ

(1) مجمع الزوائد 5/ 124، باب الشرب من زمزم، ط: دار الفکر بیروت۔

علامہ شرنبلالی نے بھی ترجیح دیا ہے،(۱) اور چونکہ زمزم کی عظمت کا پہلو کچھ حج ہی سے متعلق نہیں بلکہ ہر وقت اور ہر جگہ ہے، اس لئے یہ کہنا درست نہیں کہ حج کے موقعہ سے زمزم پینے کے احکام الگ ہیں اور عام حالات میں الگ، آپ کے دوست کا عمل درست اور مناسب ہے۔

زمزم کا پانی غیر مسلم کو دینا

سوال:- {1243} کیا آب زمزم غیر مسلم کو دینا درست ہے؟ (محمد غوث الدین قدیر سلاخ پوری، کریم نگر)

جواب:- آب زمزم ایک متبرک پانی ہے، لیکن ایسا نہیں ہے کہ غیر مسلموں کو دینے کی ممانعت ہو، مکہ کے فتح ہونے کے بعد بھی ایک سال تک غیر مسلموں کو حج وعمرہ کے لئے آنے کی اجازت باقی رکھی گئی تھی، ظاہر ہے کہ ان دنوں غیر مسلم بھی زمزم کے پانی سے استفادہ کیا کرتے تھے، لہذا اپنے غیر مسلم بھائیوں کو زمزم کا پانی دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

زمزم کی شیشی کا دوسرے کام میں استعمال

سوال:- {1244} آج کل اکثر حجاج اپنے دوست و احباب کی خدمت میں ماء زمزم کی چھوٹی شیشیاں تحفہ میں پیش کرتے ہیں، اس بوتل پر کعبۃ اللہ اور گنبد خضراء کی تصویر ہوتی ہے، زمزم کا پانی ختم ہونے کے بعد کیا اس بوتل کو دوسری چیزوں کے لئے استعمال میں لایا جاسکتا ہے؟

(محمد عتیق اللہ، ریاست نگر)

جواب:- آج کل یہ رواج سا ہو گیا ہے کہ مسلمان مختلف چیزوں پر خانہ کعبہ یا مسجد نبوی اور گنبد خضراء وغیرہ کی تصویر شائع کر دیتے ہیں، ظاہر ہے کہ اصل میں تو اس کے پیچھے

---

(۱) مراقی الفلاح ص:۴۳۳۔

حضور ﷺ سے محبت کا داعیہ کارفرما ہوتا ہے، لیکن بعض دفعہ یہی چیز ان تصویروں کی بے حرمتی کا باعث بن جاتی ہے، اس لئے اس سے اجتناب کرنا چاہئے، ویسے چونکہ تصویر کا حکم اصل کا نہیں ہوتا، اس لئے ان شیشیوں کو دوسرے پاک اور جائز چیزوں کے رکھنے میں بھی استعمال کرسکتے ہیں۔

آبِ زمزم پینے کا طریقہ

سوال:- (1245) آبِ زمزم پینے کا طریقہ کیا ہے؟
اگر یہ پانی بہت عرصہ سے پلاسٹک کے ڈبہ میں بند تھا، جیسے
ایک سال یا اس سے زیادہ عرصے، اب پینے سے ڈر ہے کہ
کہیں صحت کو نقصان نہ ہو، تو کیا اس پانی کو کسی جگہ بہایا، یا
درخت میں ڈالا جاسکتا ہے؟ (مقصود حسین خان، پھولانگ)

جواب:- (الف) زمزم پینے کا ادب فقہاء نے لکھا ہے کہ اسے قبلہ رخ ہوکر پئے، اس سے اپنے چہرے، سر اور جسم کو پونچھے، اور سہولت ہو تو تھوڑا اپنے اوپر بہا لے، حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ زمزم پیتے ہوئے یہ دعاء کرتے تھے:

"اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ عِلْماً نَافِعاً وَّرِزْقاً وَّاسِعاً وَّشِفَاءً مِّنْ كُلِّ دَاءٍ" (۱)

"اے اللہ! میں آپ سے علم نافع، کشادہ رزق اور ہر بیماری سے شفا کا طلب گار ہوں"

(ب) تجربہ ہے کہ آبِ زمزم بہت دنوں تک بغیر کسی تغیر کے محفوظ رہتا ہے، یہ اللہ کی طرف سے خاص برکت ہے، اور غالباً اس پانی کے تجزیہ سے سائنس داں حضرات بھی اس طرح کا

(۱) درر الحكام في شرح غرر الأحكام :۱/۲۳۲۔

نتیجہ اخذ کر چکے ہیں، —— ویسے زمزم بہانے یا کسی درخت میں ڈالنے میں کوئی حرج نہیں، یہ بات قرین احتیاط معلوم ہوتی ہے کہ مقام نجاست پر زمزم گرانے سے اجتناب کیا جائے۔

غیر مسلموں کو زمزم اور کھجور دینا

سوال:- {1245} غیر مسلم بھائیوں کو زمزم اور کھجور دینے کا حکم کیا ہے؟ بعض غیر مسلم اس کا مطالبہ کرتے ہیں، اور بڑی عقیدت کے ساتھ اس کو لیتے ہیں، اور کھاتے ہیں۔

(حافظ علی، مراد نگر)

جواب:- زمزم ایک متبرک پانی ہے اور حرمین شریفین کی کھجور بھی حرمین کی نسبت سے متبرک ہے، لیکن بہر حال یہ خورد و نوش ہی کی چیزیں ہیں، آخر حضور ﷺ کے پاس مدینے میں جو غیر مسلم مہمان آیا کرتے تھے ان کو آپ ﷺ مدینے ہی کی کھجور کھلاتے تھے، اور اس لیے اس کے ناجائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔

میرا خیال ہے کہ زمزم اور کھجور دیتے ہوئے دل میں یہ نیت اور آرزو رکھی جائے کہ اللہ تعالیٰ ان متبرک چیزوں کی برکت سے اس غیر مسلم بھائی کا سینہ ایمان کے لیے کھول دے، اور چوں کہ حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ زمزم میں شفاء ہے(1) اور کفر سے بڑھ کر کوئی روحانی بیماری نہیں ہو سکتی، جس سے شفاء مطلوب ہو، اس لیے دعا کریں کہ اللہ اسے شفاء روحانی عطا کرے، تو امید کرتا ہوں کہ اس نیت و خواہش کی وجہ سے انشاء اللہ وہ اجر کا بھی مستحق ہوگا۔

ایصال ثواب کے لئے حج

سوال:- {1247} مرحوم کے ایصال ثواب کے لئے حج کرنے کا ارادہ ہے، میں حج کی نیت کیسے کریں؟ کیا نفل حج

(1) سنن ابن ماجۃ، حدیث نمبر: ۳۰۶۲، باب الشرب من زمزم۔ محشی۔

کے لئے پہلے سے حج کئے ہوئے رہنا ضروری ہے؟

(سید شاہ نواز ہاشمی، احمد نگر)

جواب:- ایصال ثواب کے لئے حج کرنا درست ہے، حج کی نیت عام حاجیوں کی طرح کریں، البتہ اس کے ساتھ یہ بھی کہیں کہ اس کا اجر و ثواب فلاں مرحوم کو پہونچے، اس طرح افعال حج کا ثواب مرحوم کو پہونچے گا اور سفر حج کا خود اس شخص کو، اور ممکن ہے اللہ اپنی رحمت سے خود حج کے ثواب میں بھی اسے شریک کر دیں، اگر اپنی طرف سے حج نفل کر رہا ہو تو اس کو حج فرض ادا کرنا چاہئے، اگر نفل کی نیت سے حج کرے گا تو نفل حج کا ثواب تو ہوگا، لیکن حج فرض ادا نہ کرنے کا گناہ باقی رہے گا، اگر دوسرے شخص کی طرف سے حج نفل کر رہا ہو تو اگر اس پر حج فرض نہیں تھا، تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں، اگر خود اس پر حج فرض ہے، تو پہلے اپنا حج فرض ادا کرنا چاہئے، اگر حج فرض ادا کئے بغیر دوسرے کی طرف سے حج نفل کرتا ہے تو حج ادا ہو جائے گا، لیکن وہ خود ادائے فرض میں تاخیر کی وجہ سے گنہگار ہوگا۔

سفر معاش میں حج

سوال:- (1248) ہندوستان سے کئی لوگ روزی کمانے کی خاطر کمپنی کی جانب سے اور کچھ قرض کر کے بھی سعودی عرب جاتے ہیں اور ذی الحجہ کے ماہ میں حج کرتے ہیں، کیا ان کا حج ادا ہو جائے گا؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ چونکہ وہ حج کی نیت سے نہیں گیا اس لئے حج نہیں ہوا، دوسرے وہ صاحب نصاب بھی نہیں ہے بلکہ وہ قرض لے کر گیا تھا۔

(شاہد علی، بیدر)

جواب:- (الف) کسب معاش کے لئے جانے والے لوگ اگر وہاں جا کر حج کر لیں تو

حج ادا ہو جائے گا بلکہ قرآن نے تو خود حجاج کو بھی اس کی اجازت دی ہے کہ وہ موقع حج کے اجتماع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کچھ تجارت کر سکتے ہیں،(۱) البتہ یہ بات ظاہر ہے کہ جو آدمی یہاں سے خاص مقصد حج ہی کے لئے سفر کرے گا اس کا اجر زیادہ ہوگا اور اس کی عنداللہ قبولیت کا امکان زیادہ ہوگا، اس کو اعمال حج کا بھی ثواب ملے گا، اس کے لئے سفر کا بھی اور سفر کی مشقتوں کا بھی اور جو کسب معاش کے لئے گیا اور وہیں حج بھی کرلیا اس کو صرف اعمال حج کا ثواب ملے گا۔

اگر حج کے دوران اپنے عزیزوں سے بچھڑ جائے؟

سوال:- (1249) دوران حج بھائی بہن سے یا شوہر بیوی سے بچھڑ جائے تو ان کے حصول کا آسان طریقہ کیا ہے؟

(محمد سراج الدین، جدید ملک پیٹ)

جواب:- یہ ایک انتظامی مسئلہ ہے نہ کہ شرعی، لیکن چونکہ بہت سے حجاج اس صورت حال سے دوچار ہوتے ہیں، اس لئے وضاحت کی جارہی ہے: حجاج کے سلسلے میں سعودی عرب کا نظام بہت مستحکم ہے اور مقامات حج کے گرد غیر محسوس طور پر پولیس کی ایسی گھیرابندی ہوتی ہے کہ کوئی حاجی ان حدود سے باہر نہیں جا سکتا، اس لئے اگر کوئی مرد یا عورت اپنے عزیز سے بچھڑ جائیں تو وہ تین باتوں کا خیال رکھیں، اول یہ کہ گھبرائیں بالکل نہیں اور اپنے حواس کو پوری طرح برقرار رکھتے ہوئے یکسوئی کے ساتھ افعال حج کو انجام دیتے رہیں، دوسرے اگر منیٰ، عرفات وغیرہ میں کوئی شخص گم ہو جائے اور مکہ میں اپنی جگہ کی شناخت اس کو ہو تو ان مقامات کے تمام ہی راستے حرم مکی کی طرف جاتے ہیں، خود دیکھتے ہوئے یا لوگوں سے پوچھتے ہوئے حرم ہی تک پہنچ جائے، اس طرح بآسانی وہ اپنی منزل تک پہنچ سکتا ہے، تیسرے اپنے معلم کا نام اور اس کے دفتر

---

(۱) ﴿ليس عليكم جناح أن تبتغوا فضلا من ربكم﴾ (البقرة:١٩٨)
"في هذا دليل على جواز التجارة في الحج مع أداء العبادة ... ولا يخرج به المكلف عن رسم الاخلاص المفترض عليه" (أحكام القرآن لابن عربي:١/١٣٦)

کا نمبر یاد رکھیں، نیز مکہ پہنچتے ہی معلم کا پٹہ ہاتھ میں پہنا دیا جاتا ہے، اسے محفوظ رکھیں، آپ مکہ میں ہوں یا مدینہ میں، اس پٹہ کی مدد سے اپنے معلم کے دفتر تک پہنچ سکتے ہیں، وہاں تمام حجاج کی قیام گاہ کا ریکارڈ محفوظ رہتا ہے، اس ریکارڈ کی مدد سے آپ اپنی منزل تک پہنچ جائیں گے، یہ ایک حقیقت ہے کہ اگر چہ دوران حج بہت سے لوگ گم ہوتے ہیں، لیکن شاید ہی ایسا ہوتا ہو کہ بچھڑنے کے بعد ایک دوسرے سے نہ مل پائیں، کیونکہ یہ امن و عافیت اور طمانیت کا شہر ہے۔

بارك الله فيهما و زاد في شرفهما ۔

لڑکیوں کی شادی نہ ہوئی ہو تو کیا حج واجب ہے؟

سوال:- {1250} کسی شخص نے اپنی لڑکیوں کی شادی نہ کی ہو تو کیا وہ حج کے لئے جاسکتا ہے؟

(محمد غوث الدین قدیر سلاخ پوری، کریم نگر)

جواب:- جس شخص کے پاس اپنے بال بچوں کے لئے سفر سے واپسی تک کا نفقہ اور بنیادی ضروریات یعنی مکان وغیرہ کے علاوہ کرایہ آمد و رفت اور ضروری اخراجات سفر کے بقدر مال موجود ہو، اس پر حج فرض ہے، بچی کی شادی نہ ہونا حج کے فرض ہونے میں مانع نہیں جیسا کہ عام طور پر لوگوں نے سمجھ رکھا ہے، کیونکہ شادی میں کثیر اخراجات رسم و رواج کی دین ہیں نہ کہ شریعت کا حکم، اس لئے جب بھی اللہ تعالیٰ اتنی استطاعت دے دے حج کر لینا چاہئے، رسول اللہ ﷺ نے حج کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے: " فانهما ينفيان الفقر والذنوب "(۱) " حج گناہ کو بھی دور کرتا ہے اور فقر و محتاجی کو بھی " اس میں اہل ایمان کے لئے تنبیہ ہے کہ محض فقر و محتاجی کے اندیشہ سے حج جیسی عبادت میں تاخیر یا اس سے غفلت مناسب نہیں اور یہ تجربہ بھی ہے کہ عام طور پر حج کے بعد لوگوں کی معاشی حالت بہ مقابلہ پہلے

---

(۱) الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۸۱۰۔

کے بہتر ہو جاتی ہے، اس لئے محض بچیوں کی شادی کے لئے سفر حج کو ملتوی رکھنا مناسب نہیں۔

پوتی کا نکاح کرائے یا حج کو جائے

سوال:- (1251) کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک صاحب جن کے اوپر حج فرض ہے، اور حج کے لئے درکار رقم مبلغ: 60000 روپے موجود ہیں، لیکن پوتیوں کی شادی نہیں ہوئی ہے، بچی کے والد انتہائی غریب ہیں، وہ اپنی لڑکی کی شادی نہیں کر سکتے، ایسی صورت میں دادا اپنے حج کے لئے جمع کردہ رقم سے بچیوں کی شادی کرادیں تو کیا ان کو حج کا ثواب ملے گا، اور حج جو فرض تھا وہ ساقط ہو جائے گا؟ اگر حج کرنے جاتے ہیں تو بچیوں کی شادی ہونا مشکل ہے، کیونکہ لڑکیوں کے والد کے پاس استطاعت نہیں ہے۔ (نظام الدین قاسمی، دربھنگہ)

جواب:- اگر والد میں لڑکی کی شادی کرنے کی استطاعت نہ ہو تو والد کے بعد قریب ترین ولی دادا ہے، اس لئے اس پر پوتی کے نکاح کی ذمہ داری ہے، لہذا دادا کو چاہئے کہ ممکن حد تک سادہ طریقہ پر پوتی کا نکاح کردے، اور جو رقم بچ جائے، اس کے ساتھ مزید رقم کا انتظام کرکے حج کے لئے جائے، بہر حال شادی کے ساتھ حج کا پختہ عزم رکھے، ان شاء اللہ، اللہ تعالی کی مدد شریک حال ہوگی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حج کیمپ سے متعلق

سوال:- (1252) (الف) عیدگاہ و حج کیمپ میں پولیس ڈاگ کیا رکھا اور لایا جاسکتا ہے، جبکہ اسلام میں کتے

پالنے کی ممانعت ہے؟

(ب) عیدگاہ اور حج کیمپ میں محکمۂ ایئر انڈیا کی جانب سے خواتین اناؤنسر بلند و سریلی اور میٹھی آواز میں ہدایات دیتی ہیں، کیا یہ درست ہے؟

(ج) حج کیمپ میں کیا سودی بینک کا عارضی کاؤنٹر کھولنا جائز ہے؟

(د) حج کیمپ میں غیر مسلم جوان خواتین کو کیا صفائی وغیرہ کے کاموں پر مامور کیا جاسکتا ہے، جبکہ یہ خواتین علی الاعلان بے پردہ پھرتی ہیں؟

(ہ) عیدگاہ اور حج کیمپ میں کیا ایسی لڑکیاں اور خواتین آسکتی ہیں، جو حالت حیض میں ہوں اور کیا وہ مناسک حج وغیرہ کی تعلیم دے سکتی ہیں؟

(قاری ایم، ایس خان جرنلسٹ، اکبر ہال)

جواب:- (الف) بلا ضرورت کتے پالنے کی ممانعت ہے، لیکن جائز ضرورت جیسے شکار اور حفاظت کے لئے کتا رکھنے کی گنجائش حدیث سے بھی ثابت ہے اور فقہاء نے بھی اس کی اجازت دی ہے، پولیس کے کتے غالباً حفاظتی مقصد اور مہلک اشیاء کی تلاش کے لئے ہوتے ہیں، پس اگر ایسے مقاصد کے لئے حج کیمپ میں کتے لائے گئے ہوں تو اس کی گنجائش ہے، کیوں کہ بعض شر پسند عناصر انتشار پیدا کرنے کے لئے مذہبی مقامات کو بھی استعمال کیا کرتے ہیں، ایسے خطرات کی صورت میں تربیت یافتہ کتوں کا لانا ضرورت کے درجہ میں ہے۔

(ب) عورتوں کی آواز بھی قابل ستر ہے، اس لئے اگر ایئر انڈیا کا انتظام حج کمیٹی کے قابو میں ہو یا اس کی کوشش سے ایسا کرنا ممکن ہو کہ اس موقع کے لئے مرد اناؤنسر رکھے جائیں تو

اس کی کوشش کرنی چاہئے، یہ پہلا سال تجرباتی ہے، آئندہ اس سلسلے میں حکومت اور ارباب مجاز سے بات کی جاسکتی ہے۔

(ج) چونکہ حجاج کے لئے ڈرافٹ بنوانے کی غرض سے بینک کی ضرورت پڑتی ہے، اور محض اس کارروائی سے سود کا لین دین نہیں ہوتا، دوسرے کوئی ایسا بینک موجود بھی نہیں جو غیر سودی بنیاد پر چلتا ہو، اس لئے ڈرافٹ بنانے اور سکہ تبدیل کرنے کی حد تک حج کیمپ میں عارضی بینک کی سہولت پیدا کرنے کی گنجائش ہے، کیوں کہ یہ محدود مقصد کے لئے قائم کیا گیا ہے نہ کہ سودی لین دین کے لئے۔

(د) حج کیمپ میں غیر مسلموں سے کام لینا جائز ہے، اگر خواتین کے حصہ میں خواتین اور مرد کے حصہ میں بھی کام کرنے کے لئے خواتین ہی فراہم ہوں تو مناسب ہوگا کہ حج کمیٹی ان کو ایسا یونیفارم فراہم کرے جس میں مناسب حد تک ستر کا خیال کیا گیا ہو، ویسے یہ بات ملحوظ رکھنی چاہئے کہ بے پردگی خواہ حج کیمپ میں ہو، یا ہمارے گھروں میں، یا کسی اور جگہ، بہر صورت مذموم ہے۔

(ہ) حالت حیض میں مسجد میں داخل ہونے کی ممانعت ہے، عیدگاہ اور دوسرے مذہبی اور دعوتی مقامات پر جانے کی ممانعت نہیں، ایسی عورتیں عیدگاہ میں جاسکتی ہیں، فقہاء نے اس کی صراحت کی ہے، اس لئے جو صورت آپ نے دریافت کی ہے وہ جائز ہے، اسی طرح حالت حیض میں صرف تلاوت کلام مجید کی ممانعت ہے، تلبیہ اور اذکار و اوراد کا پڑھنا اور مناسک حج کی تعلیم دینا درست ہے، اس میں کوئی قباحت نہیں۔

حج کیمپ کے بارے میں

سوال:- {1253} کیا حج کیمپ میں خواتین اور مرد حضرات کو یکجا رکھنا اور ساتھ کھانا کھلانا درست ہے؟

(ب) حج کیمپ میں جوان خواتین کا بے پردہ گھومنا پھر
نا شرعی طور پر درست ہے؟
(ج) کیمپ کے میڈیکل چیک اپ سیکشن میں نو جوان
خواتین اور لیڈی ڈاکٹرز کا بے پردہ بیٹھنا و علاج و معالجہ کرنا
ٹھیک ہے؟
(د) حج کیمپ میں مرد وزن کا مخلوط اجتماع، ان کا گھومنا
پھرنا، پریس کے فوٹو اور ویڈیو گرافرس کی فوٹو اور ویڈیو گرافی
شرعی طور پر جائز ہے؟ (ام سعدیہ، سعید آباد کالونی)

جواب:- حکومت آندھرا پردیش، ریاستی حج کمیٹی اور وقف بورڈ کی طرف سے حج کیمپ کا قیام بہت ہی بہتر اور مبارک قدم ہے اور امید ہے کہ اس سے انشاء اللہ حاجیوں کو سہولت بہم پہنچے گی اور یہ سفر عبادت ان کے لئے نسبتاً آسان ہو سکے گا، نیز اس سے ان کی تربیت کے لئے بھی موقع فراہم ہوگا، البتہ چونکہ یہ خالص ایک عبادت کا معاملہ اور مذہبی مسئلہ ہے، اس لئے ضروری ہے کہ شرعی احکام کی رعایت بھی ملحوظ رکھی جائے، اسی پس منظر میں مذکورہ سوالات کا جواب دیا جاتا ہے:

(الف) حج کیمپ میں مردوں اور عورتوں کو یکجا رکھنا اور ایک ساتھ کھانا کھلانا بہت ہی نا روا اور نامناسب بات ہے، کیونکہ اسلام میں اجنبی اور غیر محرم عورتوں کے اختلاط کو منع کیا گیا ہے، بہتر ہوگا کہ مردوں اور عورتوں کے حصے الگ الگ کر دیئے جائیں، اور ان دونوں کے بیچ پردہ ڈال دیا جائے۔

(ب) خواتین کا بے پردہ گھومنا نہایت ہی نامناسب فعل ہے، اور اس کو روکنا ضروری ہے، کیمپ میں اس کی تربیت اور ہدایت ہونی چاہئے کہ عورتیں پردہ میں رہیں اور برقع میں چہرہ ڈھک کر رکھیں، جہاں جو حصہ عورتوں کے لئے مخصوص ہو اور وہاں مردوں کا آنا جانا نہ ہو، وہاں وہ

چہرے وغیرہ وصول سکتی ہیں۔

(ج) میڈیکل چیک اپ میں بھی کوشش کرنی چاہئے کہ لیڈی ڈاکٹر اور ان کی معاون خواتین کپڑے کے کیبن بنالیں، جن میں خواتین مریض کی تشخیص اور علاج وغیرہ کرسکیں اور اگر ایسی جگہ میسر نہ ہو تو پھر برقع کا اہتمام کریں۔

(د) عورتوں اور مردوں کا مخلوط اجتماع اور گھومنا پھرنا اور پھر ان کی فوٹو گرافی اور ویڈیو گرافی تو نہایت ہی غیر اخلاقی عمل ہے کیمپ کے ذمہ داران کو چاہئے کہ وہ اس طرف خصوصی توجہ فرمائیں، کیونکہ ان ساری خدمات کا مقصود اجر وثواب حاصل کرنا ہے، نہ کہ گناہ، تو اگر حجاج کی خدمت بھی کی جائے اور احکام شریعہ میں کوتاہی کی وجہ سے بجائے ثواب کے الٹا گناہ ہاتھ آئے تو اس سے زیادہ محرومی اور کم نصیبی اور کیا ہوگی!

سفر حج سے پہلے کیا کرے؟

سوال:- {1254} میرے رشتے کے بھائی حج کو گئے ہیں، خاندان کے قریبی رشتہ داروں سے ان کے تعلقات ٹھیک نہیں ہیں، یہاں تک کہ کئی سالوں سے بات چیت اور سلام بھی بند ہے، تو کیا ان کا حج قبول ہوگا؟ حج کو جانے سے پہلے کن باتوں کا اہتمام کرنا چاہیے؟　　(مومن علی، بیدر)

جواب:- حج بہت عظیم الشان عبادت ہے اور اس سے حقوق اللہ سے متعلق گناہ معاف ہوجاتے ہیں، اس لئے عازمین حج کو چاہیے کہ اگر کسی شخص کے حق میں ان سے کوئی زیادتی ہوگئی ہو تو معافی تلافی کرلیں، تاکہ حقوق الناس سے متعلق گناہوں سے بھی اس کا دامن پاک ہو جائے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کسی مسلمان کے لئے دوسرے مسلمان سے تین دنوں سے زیادہ ترک کلام جائز نہیں، نیز یہ بھی فرمایا کہ ان دونوں میں سے بہتر وہ ہوگا جو سلام میں پہل

کرے، "خیر ھما الذی یبدأ بالسلام "(۱) لہٰذا اب جب آپ کے بھائی صاحب حج سے واپس آئیں تو انہیں سمجھا ئیے کہ اپنے اعزہ سے تعلقات کو ٹھیک کرلیں اور نئی زندگی شروع کریں۔ حج کرنے والے کے لئے سب سے پہلے دو باتوں کا اہتمام ضروری ہے، ایک یہ کہ مال حلال ہو اور دوسرے نیت میں اخلاص ہو، (۲) حج کے سنن و آداب میں اہل علم نے لکھا ہے کہ خرچ میں فراخی برتے، زیادہ سے زیادہ پاک رہنے کا اہتمام کرے، اپنی زبان کی حفاظت کرے، سفر کو جانے سے پہلے والدین اور اگر کسی کا قرض باقی ہو تو اس سے اجازت لے، جاتے وقت مسجد میں دو رکعت دو اعی نماز پڑھے، اہل تعلق سے ملاقات کرے، ان سے اپنی لغزشوں کے لئے معافی کا طلب گار ہو اور ان سے دعا کی خواہش کرے۔ (۳)

افعال حج وعمرہ کی تکمیل پر اپنا یا دوسرے کا بال کاٹنا

سوال:- (1255) آپ نے ایک سوال کے جواب میں لکھا ہے کہ محرم جب حج وعمرہ کے افعال مکمل کرلے، تو وہ اپنے بال بھی کاٹ سکتا ہے، اور دوسرے ایسے شخص کا بال بھی کاٹ سکتا ہے جو ان افعال کو مکمل کر چکا ہو، یہ بات تو بعض کتابوں میں آئی ہے کہ ایسا شخص اپنے بال کاٹ سکتا ہے، لیکن یہ بات کہ دوسرے کے بال بھی کاٹ سکتا ہے، کہیں نظر سے نہیں گذری، براہ کرم اس سلسلہ میں وضاحت فرمائیں؟

(وحید الدین قاسمی، عثمان آباد)

جواب:- یہ بات درست ہے کہ محرم افعال عمرہ یا افعال حج کو پورا کرنے کے بعد جیسے

---

(۱) الجامع للترمذی: ۱۸/۲

(۲) ردالمحتار: ۴۵۲/۳

(۳) ردالمحتار: ۴۶۴/۳۔

اپنے بال کاٹ سکتا ہے، ان افعال کی تکمیل کرنے والے دوسرے محرم کے بال بھی اپنے بال کاٹنے سے پہلے کاٹ سکتا ہے۔ چنانچہ مسائل حج پر ملا علی قاری کی مشہور کتاب "لباب المناسک" کی شرح میں ہے:

"إنا حلق أی المحرم رأسه نفسه أو رأس غيره أی ولو كان محرما عند جواز التحلل أی الخروج من الإحرام بأداء افعال النسك لم يلزمه شئی الأولی لم يلزمهما شئی ، و هذا حكم يعم كل محرم في كل وقت فلا مفهوم لتقييد المصنف في الكبير بقوله عند جواز الحلق يوم النحر" (۱)

"جب محرم سر منڈے یعنی اپنا سر یا دوسرے کا، حالانکہ وہ احرام کی حالت میں ہو، اس وقت جب کہ اس کے لئے حلال ہونا یعنی احرام سے نکلنا افعال حج وعمرہ کی ادائیگی کی وجہ سے جائز ہو جائے، تو اس پر کچھ لازم نہیں، بلکہ بہتر تعبیر یہ ہے کہ ان دونوں ہی پر کچھ لازم نہیں، اور یہ حکم ہر محرم کے لئے ہر وقت پر عام ہے، لہذا مصنف کے یوم نحر کی قید لگانے کا مفہوم مخالف مقصود نہیں۔"

یہ عبارت صراحت کے ساتھ اپنے اور دوسرے محرم کے بال کاٹنے یا مونڈنے کے جواز کو بتاتی ہے۔

---

(۱) لباب المناسك ، لملا علي قاري

حج و عمرہ میں عورت کے بال کٹانے کا مسئلہ

سوال:- {1256} بوقت عمرہ یا حج عورت یا بالغ لڑکی کے بال کاٹے جائیں یا نہیں؟ کٹنگ کی مقدار کتنی ہو، بالوں کی کٹنگ محرم کرے یا نامحرم؟

(قاری محمد سراج الدین خان، مہدی پٹنم، چیٹ)

جواب:- عورت کے بال مونڈے تو نہ جائیں لیکن احرام کھولتے وقت خواتین اور لڑکیوں کے بال کاٹے جائیں گے، سر کے پورے بال ایک جگہ جوڑ کر انگلی کے ایک پور کی بقدر تراش دیا جائے، بہتر ہے کہ پورے سر کا بال تراشنے میں شامل ہو، یوں اگر سر کے چوتھائی حصہ کے بال بھی کاٹ لئے جائیں تو حنفیہ کے نزدیک کافی ہے، درمختار میں ہے:

"یأخذ من کل شعرۃ قدر الأنملۃ وجوبا و تقصیرا لکل مندوب ، والربع واجب "(۱)

تاہم رسول اللہ ﷺ سے پورے سر کے بال کٹانا یا مونڈانا ہی ثابت ہے، اس لئے پورے سر کے بال ہی کٹانا چاہئے تاکہ سنت نبوی ﷺ چھوٹنے نہ پائے۔

بال حصہ ستر میں داخل ہے، غیر محرم کا تو بال دیکھنا بھی جائز نہیں، چہ جائیکہ اس کا کاٹنا اور تراشنا، اس لئے یا تو محرم یا شوہر بال کاٹے، یا حج و عمرہ کے افعال پورے کرنے کے بعد خود ہی اپنے بال کاٹ لیں، دونوں ہی صورتیں جائز ہیں، غیر محرم سے کٹوانا ہرگز جائز نہیں، بلکہ گناہ ہے، عام طور پر آج کل مروہ کے پاس نوجوان لڑکے قینچیاں لے کر کھڑے رہتے ہیں، اور چند ریال لے کر بال کاٹتے ہیں، مرد حضرات دو چار بال ان سے کٹوا کر گویا نجات پانے کی کوشش کرتے ہیں، یہ غلط ہے، جب کہ حنفیہ کے نزدیک چوتھائی اور بعض فقہاء کے نزدیک پورے بال کا کٹوانا

(۱) الدر المختار علی هامش الرد: ۳/۵۳۳۔

ضروری ہے، خواتین بھی ان سے بال کٹواتی ہیں، یہ غیر محرم کو نہ صرف قابل ستر حصہ کو دیکھنے کی بلکہ ہاتھ لگانے کی بھی اجازت دینا ہے، گویا کٹانا والا نے گناہ ہے، اس لئے اس سے خوب احتیاط کرنی چاہئے۔

حج میں سر منڈانے کی حکمت

سوال:- [1257] حاجی حضرات حج کے دوران جو سر منڈاتے ہیں، اس کی وجہ کیا ہے؟

(محمد جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

جواب:- اصل یہ ہے کہ شریعت نے جس موقعہ پر جو حکم دیا ہو، بے چون وچرا اس پر عمل کیا جائے اور انسان اس کی حکمت اور مصلحت کی تلاش میں غلو سے کام نہ لے، بغیر حکمت سمجھے ہوئے ہی احکام شریعت کو قبول کرنا اور عمل کرنا کمال طاعت وفرماں برداری ہے، اور یہی مسلمانوں کے لئے صحیح طریقہ کار ہے، یوں شریعت کا کوئی حکم مصلحت سے خالی نہیں، جیسے نماز سے نکلنے کا طریقہ سلام ہے، اسی طرح احرام کی حرام کی ہوئی چیزوں سے نکلنے کے لئے شریعت نے منڈانے کا طریقہ رکھا ہے کہ اس کے بعد طواف زیارت کرتا ہے، طواف زیارت سے پہلے حاجی بال منڈا کر سر کا میل کچیل اور بال کے بکھراؤ کو دور کرتا ہے، تا کہ صاف ستھری حالت میں بارگاہ خداوندی میں حاضر ہو سکے، شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے یہی مصلحت لکھی ہے، (۱) نیز غور کیا جائے تو اس میں نیک فالی کا پہلو بھی ہے کہ جیسے سر بال اور میل وکچیل سے صاف ہو گیا ہے، گویا اسی طرح حاجی اپنے گناہوں کی آلائشوں سے پاک صاف ہو گیا ہے، اور اسے اب نئی زندگی شروع کرنی ہے۔

حج کن حضرات پر فرض ہے؟

سوال:- [1258] حج کن حضرات پر فرض ہے؟ اور

---

(۱) حجۃ اللہ البالغہ مترجم: ۲/۱۴۳۔

کن حضرات پر فرض نہیں ہے؟

(محمد جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

جواب:- حج ایسے مسلمان پر فرض ہے جو عاقل و بالغ ہو، نابالغ بچہ اور فاتر العقل پر حج فرض نہیں، یہاں تک کہ اگر نابالغی اور فتور عقل کے زمانہ میں اس نے حج کر بھی لیا تو اس سے فریضۂ حج ادا نہیں ہوگا، بالغ اور دماغی طور پر صحت مند ہونے کے بعد دوبارہ حج کرنا ہوگا۔

دوسرے صحت مند ہو، ایسا شخص جس کے اعضاء و جوارح درست نہ ہوں، اپاہج اور مفلوج ہوں، نابینا ہو، یا اتنے بڑھاپے میں جا کر سفر حج کے بقدر مال اسے حاصل ہوا جب کہ سفر حج اس کے لئے ممکن نہ ہو تو ایسے لوگوں کا خود سفر حج کرنا واجب نہیں، البتہ اگر کوئی حج بدل کرنے والا میسر ہو تو حج بدل کرانا واجب ہے، مالی استطاعت اتنی ہو کہ بنیادی ضروریات کے علاوہ، سواری اور سفر کے دوسرے اخراجات میسر ہوں اور اس پوری مدت میں ان لوگوں کا نفقہ ادا کرنے کے موقف میں ہو، جن کا نفقہ اس کے ذمہ ہے، عورت کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ شوہر یا محرم ساتھ ہو، اگر شوہر یا کوئی محرم رشتہ دار موجود ہی نہ ہو یا موجود ہو لیکن اس کے اخراجات سفر برداشت کرنے کی استطاعت نہ ہو تو ایسی صورت میں اس عورت پر حج فرض نہیں۔(۱) محض یہ خیال کہ کاروبار کو بڑھالیں اور لڑکیوں کی شادی سے فارغ ہو جائیں تب حج کو جائیں، صحیح نہیں، ایسا نہیں ہے کہ ان ذمہ داریوں کی وجہ سے حج کی فرضیت ساقط ہو جاتی ہو، اگر حوصلہ و ہمت سے کام لیتے ہوئے فریضۂ حج ادا کر لیا جائے تو ان شاء اللہ حج کی برکت سے اس کی یہ ضروریات بھی پوری ہو جائیں گی، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حج سے گناہ بھی معاف ہوتے ہیں، اور فقر بھی دور ہوتا ہے۔(۲)

حج ایک ہی بار کیوں فرض ہے؟

سوال:-(1259) مال ہونے کے باوجود حج ایک ہی

---

(۱) كتاب الفقه على المذاهب الأربعة : ۱/۵۷۳، محشی۔

(۲) الجامع للترمذي ،حدیث نمبر:۸۱۰، محشی۔

مرتبہ کیوں فرض ہے؟ جب کہ دوسرے اعمال جیسے زکوۃ، روزہ
ہر سال فرض ہوتے ہیں؟　　(محمد یوسف اللہ، حافظ بابا نگر)

جواب :- اولاً تو یہ اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت ہے کہ حج جیسی عبادت کی مشقت اور اخراجات سفر کی کثرت کو دیکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر عمر میں ایک ہی بار حج فرض قرار دیا ہے، البتہ جو لوگ صاحب استطاعت ہوں ان کو نفل حج کی ترغیب دی، یہاں تک کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

"اگر کوئی شخص باوجود استطاعت کے چار سال تک حج نہ
کرے تو وہ محروم ہے"(1)

بعض روایتوں میں پانچ سال کا بھی ذکر آیا ہے۔ (۲) ظاہر ہے کہ یہ محرومی جس پر اللہ کے سب سے سچے بندے کی زبان گواہ ہے، صاحب استطاعت بندہ کو تڑپا دینے کے لئے کافی ہے۔

فقہاء نے اپنی قانونی اصطلاح اور اصول کی روشنی میں بھی اس فرق پر روشنی ڈالی ہے، کہ روزہ فرض ہونے کا سبب رمضان کا مہینہ ہے اور رمضان کا مہینہ تکرار کے ساتھ ہر سال آتا رہتا ہے، اس لئے روزہ کا فریضہ بھی ہر سال بندہ سے متعلق ہوتا ہے، زکوۃ کے واجب ہونے کا سبب مال ہے اور ہر سال انسان کے پاس دولت آتی رہتی ہے، اس لئے یہ گویا ایک سالانہ شرعی ٹیکس ہے، جو ہر سال ادا کیا جاتا ہے، حج کا سبب بیت اللہ شریف ہے، جو ایک ہے، اس میں تعدد اور تکرار نہیں، اس لئے حج کی فرضیت بھی ایک بار ہوتی ہے، متعدد بار نہیں ہوتی، واللہ اعلم۔

پہلے خود حج کرے یا والدین کو حج کرائے؟

سوال:- (1260) اولاد کو پہلے خود حج کرنا چاہئے یا

(1)　مجمع الزوائد: ۳/۲۰۶۔
(۲)　حوالہ سابق۔

پہلے والدین کو کرانا چاہئے؟ (سید زاہد فروین، ظفر روڈ)

جوابـ:- اگر اولاد پر حج فرض ہے، تو اسے پہلے خود حج کر لینا چاہئے، اگر وہ حج فرض ادا کر چکا ہے، اور والدین نے حج نہیں کیا ہے، تو بہتر ہے کہ اب والدین کو حج کرا دے، کہ یہی حسن سلوک کا تقاضہ ہے۔

اولاد کا والدین سے پہلے حج کرنا

سوالـ:- (1261) بعض حضرات ملازمت یا کسی اور غرض سے مدینہ جاتے ہیں، اور وہاں جا کر حج بھی کر لیتے ہیں، جبکہ ابھی ان کے والدین نے حج نہیں کیا ہے، سنا ہے کہ جب تک والدین حج نہیں کر لیتے لڑکوں کا حج نہیں ہوتا، کیا یہ بات درست ہے؟ (سید حفیظ الرحمن، نظام آباد)

جوابـ:- یہ غلط ہے کہ جب تک والدین حج نہ کر لیں اولاد کا حج کرنا درست نہیں، اولاد اور والدین دونوں سے مستقل طور پر احکامِ شریعت متعلق ہیں، اور یہ بھی ممکن ہے کہ اولاد پر حج فرض ہو جائے، والدین پر نہ ہو، اس لئے حجاز جانے والوں کا والدین کے حج کئے بغیر خود حج کر لینا درست ہے، بلکہ ان کو جلد سے جلد حج کر لینا چاہئے، کیونکہ حج ان پر فرض ہو چکا، اور نہ معلوم کہ ایک دفعہ غفلت کے بعد دوبارہ یہ موقع حاصل رہے یا نہ رہے۔

نابالغ لڑکے کا خود یا والدین کو حج کرانا

سوالـ:- (1262) نابالغ لڑکا والدین کی حیات رہتے ہوئے کیا خود حج کر سکتا ہے؟ (رشید احمد خاں، بھینسہ)

جوابـ:- نابالغ پر چونکہ حج فرض نہیں ہوا ہے، اس لئے اگر وہ حج کرلے تو بالغ ہونے کے بعد صاحب استطاعت ہونے کی صورت میں حج کی فرضیت اس کے ذمہ باقی ہے، تاہم

زمانۂ نابالغی کا بھی حج معتبر ہے اور اس کا ثواب حج کرانے والوں کو ہوگا، اگر نابالغ کو کسی اور شخص نے حج کرا دیا اور والدین کے حج کرنے سے پہلے اس نے حج کرلیا تو اس میں کوئی حرج نہیں، البتہ اگر حج میں اخراجات ہوں، جیسے ہندوستان سے حج، تو نہ وہ خود حج کرسکتا ہے، نہ والد کو کرا سکتا ہے، کیوں کہ نابالغ کو اپنے مال میں اس طرح کے تصرفات کا حق حاصل نہیں ہے، واللہ اعلم۔

والدین کی اجازت کے بغیر سفر حج

سوال:- {1263} جو لوگ دوسرے ملکوں، خاص کر عرب ممالک میں رہتے ہوں، کیا ان کے لیے اپنے والدین سے اجازت لے کر ہی حج کرنا ضروری ہے یا بغیر اجازت حج کرسکتا ہے؟　　(محمد مجاہد حسین، جگتیال)

جواب:- حج ایک شرعی فریضہ اور عظیم الشان اسلامی عبادت ہے، نیز ان لڑکوں کے حج کرنے کی وجہ سے ان کے والدین کی حق تلفی نہیں ہوتی، اس لیے والدین کی اجازت لینا ضروری نہیں۔(۱)

مانگ کر حج کرنا

سوال:- {1264} ایک صاحب غریب ہیں اور حج کرنا چاہتے ہیں، کیا وہ روپیہ مانگ کر حج کرسکتے ہیں؟

(محمد عبدالصمد، وجئے واڑہ)

---

(۱) " و ينبغي له تحصيل رضا من يكره له السفر بغير رضاه فإنه إذا أراد أن يخرج إلى الحج و أحد أبويه كاره لذلك ، فإن كان محتاجا إلى خدمته يكره ، و إن كان مستغنيا فلا بأس به إذا كان الغالب على الطريق السلامة ، و أما عند غلبة الخوف فلا يحل أن يخرج إلا بإذنهما و إن كانا مستغنيين عنه " (غنية الناسك : ص:۲۴) محشی۔

جواب:- اگر پہلے ان پر حج فرض رہا ہو اور اب حج کرنے کی استطاعت نہیں، تو ان کو سفرِ حج کے لئے لوگوں سے اعانت حاصل کرنا جائز ہے، کیونکہ ایک فریضہ کی ادائیگی کے لئے وہ سوال کر رہے ہیں کہ اس فرض کو ادا نہ کرنے کی صورت میں گنہگار رہوں گے، اور اگر ان پر کبھی حج فرض ہوا ہی نہیں، محض حج نفل کے لئے لوگوں کے سامنے دست سوال پھیلائیں تو یہ جائز نہیں، کیونکہ شدید ضرورت کے بغیر دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانا اور ایک نفل عمل کے لئے مکروہ کا ارتکاب درست نہیں۔(۱)

پہلے مکان بنائیں یا حج کریں؟

سوال:- {1265} ہمارے پاس نہ تو ذاتی مکان ہے نہ تو ذاتی دکان، البتہ اللہ کے فضل سے دو لاکھ روپے جمع ہوئے ہیں، تو اب پہلے ذاتی مکان بنانا چاہئے، یا پہلے حج ادا کرنا چاہئے؟ (معین الدین قریشی، عنبر پیٹ)

جواب:- ذاتی مکان کے بجائے کرایہ کا مکان اور ذاتی دکان کے بجائے کرایہ کی دکان سے بھی انسان کی ضرورت پوری ہو جاتی ہے، اس لئے حج آپ پر فرض ہو چکا ہے، پہلے آپ حج کر لیں، اگر آپ حج کمیٹی کے ذریعہ کفایت شعاری کے ساتھ حج کریں تو پچاس ہزار روپے میں آپ اس فریضہ سے سبکدوش ہو سکتے ہیں، باقی رقم سے مکان کے لئے زمین خرید سکتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان شاء اللہ حج کی برکت سے اس مسئلہ کو بھی حل کر دے گا۔ وما ذلك على الله بعزيز ۔

نسبندی کرانے والے کا حج

سوال:- {1266} کیا ایسے مرد و عورت کا حج قبول

---

(۱) الفتاوی الہندیۃ : ۱/۲۳۳ ـ مرتب ـ

ہو سکتا ہے جس نے اولاد نہ ہونے کے لئے نسبندی کرائی ہو؟

(مظہر حسین جابر، بانکارم)

جواب:- اگر مرد یا عورت نے کسی طبی عذر کے بغیر محض پرورش اولاد کے خوف سے نسبندی کرائی تو یہ گناہ ہے، اور اسے اس سے توبہ کرنی چاہئے، لیکن حج کے درست اور مقبول ہونے یا نہ ہونے کا تعلق اس سے نہیں ہے، حج کے درست ہونے کے لئے افعال حج کو صحیح طریقہ پرانجام دینا ضروری ہے، اور حج کا قبول ہونا اور نہ ہونا اللہ تعالیٰ کی مشیت پر ہے، اللہ اپنے جس بندہ کا جو عمل چاہے قبول کرلے اور جس عمل کو چاہے رد کردے، اگر اللہ تعالیٰ گناہوں کی وجہ سے ہر عمل کو رد فرمادے، تو انبیاء کے سوا کون ہے جو گناہ سے بری ہونے کا دعویٰ کرسکے۔

اسقاط حمل اور حج

سوال:- {1267} جس عورت نے بچہ نہ ہونے کا آپریشن کرایا ہو یا اسقاط حمل کرایا ہو، کیا اس کا حج مقبول ہوگا؟

(محمد الیاس صدیقی، نزیاباغ، حیدرآباد)

جواب:- کسی میڈیکل مجبوری کے بغیر محض معاشی پسماندگی کے خوف سے، یا ولادت کی تکلیف اور بال بچوں کی پرورش کی الجھن سے بچنے کے لئے، یا اپنی جسمانی کشش کو برقرار رکھنے کی غرض سے اسقاط حمل اور بچہ نہ ہونے کا آپریشن کرانا سخت گناہ ہے اور کسی مسلمان عورت کو قطعاً زیبا نہیں، لیکن حج کے صحیح ہونے اور نہ ہونے کا اس سے کوئی تعلق نہیں، اور جہاں تک حج کے مقبول ہونے کی بات ہے، اللہ جس عمل کو چاہیں قبول فرمائیں وہ اپنی رحمت سے گنہگاروں کے عمل کو بھی قبول کرسکتے ہیں، ویسے بھی حج میں گناہوں کا کفارہ بننے کی صلاحیت ہے، اس لئے امید ہے کہ اگر کوئی عورت اس غلطی کی مرتکب ہو، وہ توبہ کرے اور حج کرلے، تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس کے اس گناہ کو بھی معاف فرمادیں گے۔ واللہ اعلم۔

سرکاری اخراجات پر حج

سوال:- (1268) ایک صاحب جو محکمۂ صحت میں ملازم سرکار ہیں، میڈیکل ٹیم کے ساتھ حاجیوں کی نگہداشت کے لئے سعودیہ بھیجا گیا، جہاں انہیں تنخواہ کے ساتھ ساتھ سفر خرچ اور بعض سفری الاؤنس وغیرہ بھی ملے گا، اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے وہ صاحب حج کرلیں تو کیا ان کا فریضۂ حج ادا ہو جائے گا؟ اسی طرح سرکاری وفد میں جو سیاسی لیڈر اور عہدہ دار مکہ معظمہ جاتے ہیں اور بغیر کچھ خرچ کے حج ادا کرتے ہیں، ان کا بھی فریضۂ حج ادا ہوجاتا ہے یا اپنے اپنے ذاتی خرچ اور رقم سے حج ادا کرنا ضروری ہے؟

(متین احمد قاسمی، اعظم گڑھ، یوپی)

جواب:- کوئی شخص یا ادارہ یا حکومت کسی حاجی کے اخراجات برداشت کرلے اور حج کرادے تو اس کی گنجائش ہے، اور جب اس نے اپنے حج کی نیت کی ہے اور افعال حج کو انجام دیا ہے، تو حج اس کی جانب سے ادا ہو جائے گا، جیسے کوئی شخص جامع مسجد جانے کے لئے سواری کا محتاج ہو، کسی شخص نے اسے اپنی سواری سے پہنچا دیا اور اس نے وہاں پہنچ کر نماز ادا کرلی تو اس کا جمعہ ادا ہو جاتا ہے اور وہ فریضۂ جمعہ سے سبکدوش قرار پاتا ہے۔

حج سے پہلے مہر کی ادائیگی

سوال:- (1269) میرے ایک دوست حج ادا کرنے جارہے ہیں، حج سے قبل انہوں نے اپنی بیوی کا مہر ادا کردیا ہے، تیس برس پہلے ان کی شادی ہوئی تھی، اس وقت مہر کی رقم

گیارہ سو روپے رکھی گئی تھی، آج انہوں نے گیارہ سو روپے
اپنی بیوی کو ادا کر دیئے، کیا یہ درست ہے؟ (شیخ امیر، یودھن)

جواب:- بعض حضرات سمجھتے ہیں کہ سفر حج سے پہلے مہر کا ادا کرنا ضروری ہے، لیکن دراصل مہر مستقل ذمہ داری ہے، اور حج مستقل فریضہ ہے، ایک کی ادائیگی دوسرے کی ادائیگی پر موقوف نہیں، ہاں یہ ضرور ہے کہ حج کو جاتے ہوئے کوشش کرنی چاہئے کہ بندوں کے جو حقوق اس سے متعلق ہیں اسے ادا کر دیا جائے، انہی حقوق میں سے ایک بیوی کا مہر بھی ہے، اس لئے اگر بہ آسانی ادا کر سکے، اور پہلے ادا نہ کیا ہو تو ادا کر دینا ہی بہتر ہے، جو لوگ صاحب استطاعت ہوں ان کو نکاح کے بعد جلد سے جلد مہر ادا کر دینا چاہئے، بلکہ بہتر طریقہ تو یہ ہے کہ بیوی کے ساتھ یکجائی سے پہلے ہی مہر ادا کر دے۔

مہر مقرر کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ سونا اور چاندی میں مہر مقرر کیا جائے، تاکہ جب بھی مہر کی ادائیگی ہو، اس کی مالی قدر باقی رہے، روپیہ میں مہر مقرر کرنے میں عورتوں کا نقصان ہے کیونکہ بیس سال پہلے گیارہ سو روپیہ کی ایک اہمیت تھی، شاید اس کی قیمت ایک تولہ سونا سے زیادہ ہی رہی ہو، لیکن آج اس سے پاؤ تولہ بھی سونا خریدا نہیں جا سکتا، یہ عورتوں کے ساتھ کھلی ہوئی ناانصافی ہے، اس لئے گیارہ سو روپیہ سے مہر تو ادا ہو گیا ہے، لیکن بہتر ہے کہ اس وقت گیارہ سو روپے میں جتنا سونا آتا تھا، آج اتنی مقدار سونا ادا کیا جائے، تاکہ تقاضۂ انصاف کی رعایت ہو۔

سفر حج میں نماز پوری پڑھیں یا قصر کریں؟

سوال:- (1270) ہندوستانی حاجی کو منیٰ، عرفات،
مزدلفہ، مکہ اور مدینہ منورہ میں مکمل نماز پڑھنی چاہئے یا قصر کرنا
چاہئے؟ (حاجی عبدالقدیر، بیدر)

جواب:- قصر یا پوری نماز پڑھنے کے سلسلے میں اصول یہ ہے کہ اگر مسافر نے کسی جگہ

پندرہ دن یا اس سے زیادہ مسلسل قیام کی نیت کی ہو تو وہ مقیم کے حکم میں ہوگا اور نمازیں پوری کرے گا اور اگر ایک جگہ اس سے کم مدت کا قیام ہو تو حنفیہ کے نزدیک وہ مسافر ہی کے حکم میں ہے، لہذا وہ قصر کرتا رہے گا، اس اصول کے مطابق مدینہ میں چونکہ سعودی حکومت کی جانب سے پندرہ دنوں تک قیام کی اجازت نہیں دی جاتی، آٹھ نو دن ہی کا قیام ہوتا ہے، اس لئے یہاں حاجی کو دو رکعت پڑھنی ہے، سوائے اس کے کہ مقیم امام کی اقتداء کرے، تو امام کی اتباع میں چار رکعت ادا کرے گا، مکہ مکرمہ میں اگر آٹھ ذی الحجہ سے پندرہ دن پہلے پہنچ گیا تو وہ مقیم ہے، اور اسے چار رکعت پڑھنی ہے، اور اگر اس سے کم مدت حج شروع ہونے میں باقی ہے تو وہ مسافر ہے، ظہر، عصر اور عشاء کی دو دو رکعتیں ادا کرے گا، سوائے اس کے کہ مقیم امام کے پیچھے نماز پڑھے۔

ایسا شخص منیٰ، عرفات اور مزدلفہ میں بھی مسافر ہی سمجھا جائے گا اور قصر کرے گا، اور اگر اس سے پہلے مکہ میں پندرہ دنوں رہ چکا ہو تو مکہ میں پندرہ دنوں کے قیام کی وجہ سے حاجی منیٰ، مزدلفہ اور عرفات میں مقیم سمجھا جائے گا اور جب مقیم امام کے پیچھے نماز ادا نہیں کر رہا ہو تو قصر کرے گا، کیونکہ منیٰ، عرفات وغیرہ الگ شہر ہے، مکہ میں داخل نہیں، چنانچہ مشہور فقیہ علامہ شامی فرماتے ہیں:

"إنه إذا نوى الإقامة بمكة شهرًا ومن نيته أن يخرج إلى عرفات ومنى قبل أن يمكث بمكة خمسة عشر يومًا لا يصير مقيمًا: لأنه لا يكون ناويًا لإقامة مستقلة فلا تعتبر"(1)

"جب مکہ کے اندر ایک ماہ قیام کا ارادہ کرے، اور اس کی نیت یہ ہے کہ عرفات اور منیٰ کے لئے مکہ میں پندرہ دن کے قیام سے پہلے ہی جاتا ہے تو مقیم نہیں ہوگا، اس لئے کہ وہ مستقل اقامت کی نیت نہیں کر رہا ہے، لہذا نیت معتبر نہ ہوگی۔

(1) منحة الخالق على البحر: ۱۴۲/۲۔

حج سے پہلے حقوق کی ادائیگی

سوال:- [1271] اگر کوئی شخص اپنے والدین کے انتقال کے بعد بحیثیت بڑے ہونے کے موروثی جائیداد پر قابض ہو اور تنہا استفادہ کرے جب کہ مرحوم کے اور لڑکے اور لڑکیاں بھی موجود ہیں، وہ سب اس جائیداد کے ازروئے شرع، قانون وارث اور حقدار ہیں لیکن کسی نہ کسی عذر سے ان سب کو محروم رکھا گیا ہو، اب ان حالات میں وہ ادائے حج کرنا چاہیں جب کہ ان کے ذمہ حقوق ادا طلب ہیں تو ازروئے شرع وحدیث اس تعلق سے کیا احکام ہیں؟

(علاء الدین، دربھنگہ)

جواب:- حج ایک عظیم الشان عبادت ہے، جو پچھلے گناہوں کے لئے جو حقوق اللہ سے متعلق ہوں کفارہ ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حج پچھلے گناہوں کو ختم کردیتا ہے، "الحج یهدم ما کان قبله" (۱) اس لئے حج سے پہلے خاص طور پر اس بات کا اہتمام کرنا چاہئے کہ اس سے لوگوں کے جو حقوق متعلق ہیں انہیں ادا کردے، تاکہ وہ ہر طرح کے گناہ سے پاک وصاف ہوجائے، اور اس کی نئی پاک وصاف زندگی شروع ہو۔ ترکہ میں ورثہ کا حق اہم ترین حقوق میں سے ہے، اللہ تعالیٰ نے احکام میراث کے ذکر کے بعد فرمایا: ﴿فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ﴾ (۲) یعنی یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کئے ہوئے حصص ہیں جن میں اپنی رائے اور خواہش کو دخل دینے کی گنجائش نہیں، ایک اور موقع پر

---

(۱) صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۹۲، باب کون الإسلام یهدم ما قبله وکذا الهجرة والحج، مرتب۔

(۲) النساء: ۱۱، مرتب۔

اللہ تعالیٰ نے احکام میراث کو اللہ تعالیٰ کی قائم کی ہوئی حدیں قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ ان سے تجاوز کرنے کی کوشش نہ کرو:

﴿ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ وَ مَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ ... وَ مَنْ يَعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ يَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ﴾ (۱)

اتنے اہم حق سے غفلت برتنا اور وہ بھی ایک ایسے شخص کے لئے جو حج جیسی عبادت پر جا رہا ہو، ہرگز مناسب نہیں، اس لئے اگر واقعی جائیداد سے دوسرے ورثاء کا حق بھی متعلق ہو اور مورث نے اپنی زندگی میں ہی خاص اس وارث کو ہبہ نہ کیا ہو تو اسے چاہئے کہ دوسرے ورثاء کا حق ادا کردیں، اور متعلقین کو بھی از راہ نصح و خیر خواہی ان کو متوجہ کرنا چاہئے، کہ وہ اس سخت گناہ سے اپنے آپ کو بچائیں۔ وباللہ التوفیق۔

سفر حج میں چھوٹ سے استفادہ

سوال :- {1272} حکومت حاجیوں کو مالی امداد دیتی ہے جس کو (Haj Subsidy) کہتے ہیں، ہندو تنظیمیں اس کی مخالفت کرتی ہیں، سرکاری خزانہ میں ہندو مسلمان دونوں کا مال ہوتا ہے، لیکن یہ حقیقت ہے کہ سرکاری خزانہ میں مسلمانوں کا حصہ ان کی غربت کی وجہ سے برائے نام بلکہ نہیں کے برابر ہوتا ہے، پھر حج کے لئے یہ امداد کیوں اور کیسی ہے، اسی طرح مساجد کی تعمیر میں بھی حکومت کی امداد لینے کا کیا حکم ہے؟

(محمد حبیب الدین، باغ امجد الدولہ)

---

(۱) النساء: ۱۳-۱۴، مرتب۔

جواب:- مسلمانوں کی معاشی حالت پست ہو یا بہتر، ملک کے شہری ہونے کی حیثیت سے اور جمہوری نظام کے تناظر میں ملک کے خزانہ میں وہ برابر کے حقدار ہیں، حکومت مختلف شعبہ ہائے زندگی میں چھوٹ دیتی ہیں، کہیں پر چھوٹ پیشہ وارانہ بنیاد پر ہوتی ہے، کہیں معاشی حالات کی رعایت سے اور بعض اوقات مختلف مذہبی اور تہذیبی اکائیوں کو رعایتیں دی جاتی ہیں یہ کچھ مسلمانوں ہی کے ساتھ مخصوص نہیں، بلکہ دوسری اقوام کو بھی احوال وموا قع کے اعتبار سے رعایتیں فراہم کی جاتی ہیں، اس لئے فرقہ پرست تنظیموں کا اس کے خلاف آواز اٹھانا قطعاً بے جا ہے، اور مسلمانوں کے لئے اس سے استفادہ میں کچھ حرج نہیں۔

جہاں تک حجاج کے کرایہ میں چھوٹ کی بات ہے تو اولاً تو ایرلائنز کے عام اصول کے اعتبار سے بھی گروپ کی شکل میں چھوٹ حاصل ہوتی ہے، غالباً حجاج کے لئے جو رعایت دی جاتی ہے وہ اس سے زیادہ نہیں ہوتی، اس لئے یہ ایک عمومی نوعیت کی رعایت ہے، دوسرے گورنمنٹ کے چھوٹ دینے کا یہ مقصد نہیں ہے کہ وہ نقصان برداشت کرتی ہے، بلکہ صرف اتنا ہے کہ کم نفع کو قبول کرتی ہے، اور کسی شخص، ادارہ، یا حکومت کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ گاہک اور عوام کے مفاد کو سامنے رکھتے ہوئے نفع کی مقدار میں کمی بیشی کرے، یا کسی حد تک نقصان کو قبول کرے، اس لئے حکومت کی رعایت کو قبول کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں۔

مساجد کی تعمیر وغیرہ کے لئے حکومت جو رقم دیتی ہے اس کا بھی لینا جائز ہے، جیسے مسلمانوں کو مساجد یا قبرستان کے لئے رقم دیجاتی ہے، اسی طرح غیر مسلم بھائیوں کو بھی موقع بہ موقع ان کی عبادتگاہوں اور قبرستانوں کے لئے رقم ملتی ہے، بلکہ اکثریتی طبقہ کو ان مواقع سے فائدہ اٹھانے کا زیادہ موقع حاصل ہوتا ہے، لہذا اس میں کوئی قباحت نہیں، کیونکہ حکومت میں مسلمان بھی برابر کے شریک ہیں، شخصی طور پر بھی اگر کوئی غیر مسلم مسجد کے احترام وتقدس کی نیت سے تعاون کریں اور یہ اندیشہ نہ ہو کہ آئندہ وہ اپنی عبادتگاہوں کے لئے مسلمانوں سے تعاون طلب کریں گے، تو ایسے غیر مسلم بھائیوں کا تعاون لینا بھی جائز ہے۔

قرضدار کا حج کے لئے جانا

سوال:- {1273} اگر کسی شخص کے ذمہ قرض کی ادائیگی باقی ہو، لیکن کچھ رقم اسے مہیا ہوگئی ہو تو کیا وہ سفر حج کر سکتا ہے؟ (عبدالقادر، کریم نگر)

جواب:- قرض باقی رہنے کی دو صورتیں ہیں، ایک صورت یہ ہے کہ قرض باقی ہے لیکن بنیادی ضروریات کے علاوہ اتنی منقولہ اور غیر منقولہ جائداد موجود ہے کہ اس سے قرض بھی ادا ہو سکتا ہے اور سفر حج کے اخراجات بھی مہیا ہو سکتے ہیں، تب تو اس پر حج واجب ہے، اگر سامان بیچنا نہیں چاہتا تو اسے قرض لے کر حج کرنا چاہئے، جسے بعد میں ادا کردے، کیونکہ حج اس پر فرض ہے، اور قرض محض اس لئے لینا پڑ رہا ہے کہ وہ اپنے سامان کو فروخت کرنا نہیں چاہتا ورنہ حقیقت میں وہ صاحب استطاعت ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ اس کے اندر قرض ادا کرنے کی فی الحال استطاعت ہی نہیں ہے، تو اگر اس بات کا غالب گمان ہو اور کوئی صورت پیش نظر ہو کہ آئندہ اس کے لئے ادائے قرض کی شکل پیدا ہو جائے گی، تب تو بہتر ہے کہ قرض لے کر حج کرلے، اور اس سے فریضۂ حج ادا ہو جائے گا، کیونکہ نہ معلوم آئندہ صحت وفا کرے یا نہ کرے، اور اگر بظاہر ادائے قرض کی کوئی صورت سامنے نہ ہو تو قرض لے کر حج کرنا بہتر نہیں، کیونکہ اس سے دوسروں کا حق ضائع ہونے کا اندیشہ ہے، اور لوگوں کے حقوق ضائع کر کے ایک ایسی عبادت کو انجام دینا جو ابھی فرض نہیں، نہ شریعت کی نظر میں پسندیدہ عمل ہے، اور نہ عقلاً یہ عمل مناسب ہے، تاہم اگر کوئی شخص اس طرح حج کرلے تو فریضہ ادا ہو جائے گا اگر بعد میں صاحب استطاعت ہو جائے تو دوبارہ حج کرنا فرض نہیں۔

حائضہ کس طرح مناسک حج ادا کرے؟

سوال:- {1274} ایام حج، منی یا عرفات یا مدینہ منورہ میں خاتون حاجی کو حیض شروع ہو جائے تو اسے کس طرح مناسک حج ادا کرنا چاہئے؟ (حافظہ سمیہ سلطانہ، سعید آباد)

جواب:- طواف زیارت کے سوا حج کے جتنے مناسک ہیں، منی میں قیام، عرفہ اور مزدلفہ کا وقوف، رمی، قربانی، بال کا کٹانا وغیرہ، یہ سب حالت حیض میں کئے جا سکتے ہیں، البتہ اگر مکہ یا مدینہ میں حیض شروع ہو جائے، تو ان دونوں مسجد کے اندر نہ جائیں اور ذکر و دعاء کرتی رہیں، رسول اللہ ﷺ کے روضۂ اقدس پر مسجد میں داخل ہوئے بغیر باہر سے صلوۃ و سلام پہنچا سکتی ہیں، ارکان حج میں طواف زیارت حیض کی حالت میں نہیں کیا جا سکتا، اگر دس تاریخ شروع ہونے کے بعد اتنا وقت ہی نہ ملا کہ طواف زیارت کرے اور حیض شروع ہو گیا تو اس کے لئے سہولت ہے کہ جب پاک ہو، اس وقت طواف زیارت کر لے، اور اگر اسے اتنی مہلت مل گئی کہ وہ طواف زیارت کر سکتی تھی لیکن تاخیر کی اور حیض شروع ہو گیا، تو پاک ہونے کے بعد طواف کرے گی، اور تاخیر کی وجہ سے دم دے گی، اگر طواف زیارت کرنے کے بعد حیض شروع ہوا اور پاک ہونے تک مکہ میں رک نہیں سکتی، تو اس پر طواف وداع واجب نہیں، چونکہ آج کل سفر کا نظام اپنے قابو میں نہیں، بلکہ حکومت کے بنے ہوئے شیڈول کے مطابق ہی سفر کرنا پڑتا ہے، اس لئے خواتین کے لئے بہتر ہے کہ حیض کو روکنے والی دوا عارضی طور پر استعمال کر لیں، تاکہ وقت پر طواف زیارت ادا ہو جائے۔

سفرِ حج میں سبسیڈی

سوال:- {1275} (الف) حجاج کرام کو حکومت ہند جو سبسیڈی یعنی رعایت دیتی ہے، تو کیا اس سبسیڈی سے فائدہ

اٹھانے کی وجہ سے حج کی قبولیت میں کسی قسم کا نقص تو لازم نہیں آئے گا، یہ اشکال ذہن میں اس لئے آیا کہ ۲۸/ فروری مطابق ۴/ ذوالحجہ ۱۴۲۱ھ کو شہر حیدرآباد سے شائع ہونے والے ایک روزنامہ "ہمارا عوام" کے صفحہ اول پر اس سرخی کے ساتھ خبر شائع ہوئی "حکومت کی سبسیڈی پر حج کرنا غیر اسلامی" سعودی عرب کے علماء کا بیان "ذاتی وسائل ہی سے حج کرنے کی تلقین"

(ب) حکومت ہند ہر سال اپنے مکمل مالی خرچ پر ایک خیر سگالی وفد حج کو روانہ کرتی ہے، حکومت کی اس سہولت سے استفادہ کرنے والوں کا حج قبول ہوگا یا نہیں؟ مہربانی فرما کر ان دونوں سوالوں کا تشفی بخش جواب عنایت فرمائیں؟

(محمد عبدالرؤف انصاری، باغ جہاں آرا)

جواب:- (الف) آپ نے سوال کے ساتھ اخبار کا جو تراشا بھیجا ہے، اس میں یہ فتوی کسی مصدقہ ذریعہ سے نقل نہیں کیا گیا ہے، اس لئے نہیں معلوم کہ سعودی علماء نے واقعی یہ فتوی دیا بھی ہے یا نہیں؟ اور دیا ہے تو اس کی تفصیلات کیا ہیں؟ —— راقم الحروف کی رائے میں حجاج کرام کے لئے اس سبسیڈی کو قبول کرنا جائز و درست ہے، اور اس میں کوئی شرعی قباحت نہیں، جو شخص کسی کو اپنی سواری پر لے کر جائے، اس کو اختیار ہے کہ وہ کرایہ کسی سے زیادہ لے اور کسی سے کم، ایرلائنز، یا حکومت اگر حاجیوں کو کم کرایہ پر لے جائے تو اس کو اس کا اختیار ہے، رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ حنین کے موقع سے مشرکین مکہ سے جہاد کے لئے اسلحہ اور سواریاں عاریۃً حاصل کی تھیں، جیسے حج ایک عبادت ہے، ویسے ہی جہاد بھی ایک عبادت ہے، جب جہاد میں غیر مسلموں کی اشیاء سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے، تو حج میں بھی ان کی رعایت کو قبول کیا جا سکتا ہے،

یہ بات بھی ذہن میں رہنی چاہئے کہ مسلمان اس ملک کے برابر کے شہری ہیں، اور حکومت کے مالی وسائل پر ان کے بھی اتنے ہی حقوق ہیں، جتنے دوسرے برادران وطن کے، حکومت جتنی مسلمانوں کو یہ رعایت دیتی ہے، دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کو بھی خاص خاص مواقع پر اس طرح کی سہولت ٹرینوں اور دوسری سواریوں میں بھی فراہم کرتی ہے، پھر کرایہ میں یہ تخفیف عام کرایہ کے اعتبار سے ہوتی ہے، ایسا نہیں کہ اصل اخراجات میں نقصان اٹھا کر مسلمان کے ساتھ رعایت کی جاتی ہو۔

(ب) حجاج کی سہولت اور ان کے مسائل کو حل کرنے کے لئے حکومت کی طرف سے اپنے اخراجات پر خیرسگالی وفد کا بھیجا فی نفسہ جائز ہے، اور ان کا حج درست ہے، اگر حاجیوں پر ان کے بوجھ ڈالے جائیں تو جائز نہیں، کیونکہ یہ جبراً حجاج کو ناواجبی خرچ کا مکلف کرنا ہے، البتہ افسوس کہ آج کل جو خیرسگالی وفد جاتا ہے، وہ خادم کے بجائے مخدوم ہوتا ہے، اور ایسے لوگوں کو وہاں بھیجنا قومی خزانہ کو ضائع کرنے کے سوا اور کچھ نہیں۔

بیٹی داماد کی رقم سے حج

سوال:- (1276) کیا کسی ماں باپ کو اپنی بیٹی داماد کی رقم سے حج کرنا جائز ہے؟ یا کیا وہ غیر شادی شدہ لڑکی کی کمائی اور تنخواہ سے حج ادا کرسکتے ہیں؟ (کنیز زہرہ، کالا پتھر)

جواب:- اگر بیٹی یا داماد اپنے ماں باپ اور ساس سسر کو حج کے لئے رقم دیں، تو اس رقم سے حج کرنا جائز ہے، اس میں کوئی اختلاف نہیں، البتہ اس پیسے کا قبول کرنا واجب نہیں:

"فلو كان رجل وهب لأبيه مالا ... قال مالك رأبو حنيفة : لا يلزمه قبوله" (1)

(1) تفسیر قرطبی: ۱۵۳/۴۔

اولاد کے پیسوں سے حج

سوال:- {1277} کیا اولاد کے پیسوں سے حج کرنا جائز ہے؟ (ایک قاری، یاقوت پورہ)

جواب:- اولاد کے پیسوں سے حج کرنا جائز ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اولاد کی کمائی بھی تمہاری کمائی ہے'' (۱) ایک روایت میں ہے: ''تم اور تمہارا مال تمہارے باپ کا ہے، کیوں کہ تمہاری اولاد بھی تمہاری بہترین کمائی ہے'' (۲) یوں تو حج کسی کے بھی دیئے ہوئے حلال پیسوں سے جائز ہے، لیکن اولاد کے پیسوں سے بدرجہ اولیٰ جائز ہے۔

فریضۂ حج ادا کرانے کی ایک اسکیم

سوال:- {1278} فرائض حج انجام دینے کے لئے ہمارے یہاں ایک اسکیم کا آغاز کیا گیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ دوسو نفوس کے گروپ میں ہر نفر ایک صد روپیہ جمع کرے جس سے جملہ رقم {20000} روپیہ ہوتی ہے اور ان دوسو نفوس کے نام پرچٹھی لیکر قرعہ اندازی کی جائیگی جس نفر کے نام چٹھی نکل آئیگی رقم مذکورہ بغرض ادائے فریضۂ حج اس کے حوالہ کردی جائیگی یہ اسکیم شرعی اعتبار سے بہتر ہے یا نہیں؟ (حکیم احمد خیر الدین علی محبوب، کلینک سید علی چبوترہ شاہ علی، حیدرآباد)

جواب:- آپ کی اسکیم درست بھی ہے اور مناسب بھی ہے بہ شرطیکہ قرعہ اندازی میں نام پہلے آئے یا بعد میں، ہر ایک کو بیس ہزار روپیہ دینے پڑیں اور اگر درمیان میں کسی کا انتقال ہو

---

(۱) سنن أبي داؤد، حدیث نمبر: ۳۵۲۸، باب في الرجل يأكل من مال ولده - مرتب۔
(۲) سنن أبي داؤد، حدیث نمبر: ۳۵۳۰، باب في الرجل يأكل من مال ولده - مرتب۔

جائے تو اس کے متروکہ سے بقیہ رقم وصول کر لی جائے، اگر یہ صورت ہو کہ قرعہ اندازی میں جس کا نام نکلے وہ آئندہ مستحق ہو جائے گا یا جو مر جائے اس پر بقیہ رقوم عائد نہ کی جائیں تو قمار پیدا ہو جائے گا۔

بلا مشقت حج

سوال:- (1279) کچھ لوگوں کو بڑی کمپنیاں یا دوسرے لوگ میزبان بن کر حج پر آنے کے لئے مدعو کرتے ہیں، وہ ان کے لئے حج کے دوران رہنے اور دوسری ضروریات کے لئے بڑے عیش و آرام کی سہولتیں مہیا کرتے ہیں، کیا ایسے حج باضابطہ شمار کئے جائیں گے، کیونکہ ان لوگوں نے حج کرنے کے لئے سفر میں گرمی اور دوسری تکالیف کا سامنا نہیں کیا ہے؟

(ظہیر سہروردی، تاندیڑ)

جواب:- حج، حج کے مقررہ دنوں میں مخصوص افعال طواف، سعی، وقوف عرفہ، وقوف مزدلفہ، قیام منیٰ، رمی اور قربانی وغیرہ کے انجام دینے کو کہتے ہیں، خواہ ان افعال کو مشقت کے ساتھ انجام دیا جائے، یا موسم کے ہلکے ہونے یا اسباب سہولت کے فراہم ہونے کی وجہ سے بلا مشقت انجام دیا جائے، ہر صورت میں حج ادا ہو جائے گا، رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں مسجدیں تنگ تھیں، آج کی طرح عمدہ فرش اور پنکھوں کا نظم نہیں تھا، تو کیا اس کی وجہ سے موجودہ آرام دہ مساجد میں نمازیں ادا نہ ہوں گی، ہاں! ضرور ہے کہ جو حج میں زیادہ مشقت اٹھائے گا، وہ زیادہ اجر کا مستحق ہوگا، اور جو نسبتاً کم مشقت اٹھائے گا اسے اسی نسبت سے اجر حاصل ہوگا۔

رباط میں جگہ کے لئے رشوت

سوال:- (1280) مکہ اور مدینہ میں نظام حیدرآباد کی

طرف سے بہت پہلے سے رباطیں بنی ہوئی ہیں، اب چونکہ
حجاج کی تعداد زیادہ ہو جاتی ہے اور رباط میں سیٹ حاصل
کرنے کے لئے بعض حضرات حیدرآباد میں رشوت دیتے ہیں
اور اس طرح سیٹ حاصل کر کے کرایہ مکان سے بچ جاتے ہیں،
اس میں ان کو کافی بچت ہوتی ہے، کیا یہ صورت جائز ہے؟
(حافظ محمد نثار، مزساپور)

جواب:- حج و عمرہ کے لئے جانا ایک مبارک اور مسعود سفر ہے، جس کا مقصد اجر و ثواب حاصل کرنا ہے، رشوت جس طرح لینا حرام ہے اسی طرح دینا بھی حرام ہے، رسول اللہ ﷺ نے رشوت دینے والے اور لینے والے دونوں پر لعنت فرمائی ہے، اس لئے رشوت دینا تو عام حالات میں بھی گناہ ہے چہ جائے کہ سفر حج و عمرہ، اس لئے ایسے مبارک سفر میں تھوڑی سی سہولت اور رعایت حاصل کرنے کے لئے رشوت دینا نہ جائز ہے، اور نہ سفر کی حیثیت اور اس کی عظمت کے شایان شان۔

بینک کی تنخواہ سے حج

سوال:- (1281) ایک صاحب بینک ملازم ہیں، اور
ان کی آمدنی کا اہم ذریعہ یہی ہے، وہ حج کرنے کے خواہش
مند ہیں، تو کیا ان کا حج صحیح ہوگا؟ (سید نوید عزیز، ٹنگل)

جواب:- بینک کا کاروبار سود پر مبنی ہے، اور بینک کی ایسی ملازمت جس میں سودی کاروبار لکھنے یا پیسے لینے دینے پڑتے ہوں، جائز نہیں، یہی اکثر علماء کی رائے ہے، اور جو پیسہ جائز ذریعہ سے حاصل نہیں ہوا ہو، اس سے حج کرنا درست نہیں، بلکہ فقہاء نے مال حرام سے حج کرنے کو بھی حرام قرار دیا ہے، کیونکہ اس میں حج جیسی عبادت کی اہانت کا پہلو پایا جاتا ہے،

"وقد یتصف بالحرمة کالحج بمال حرام "(۱)ان صاحب کو چاہئے کہ اگر کسی اور ذریعہ سے حلال آمدنی میسر ہو یا کوئی آبائی جائیداد ہو جس کو فروخت کرنا ممکن ہو تو ان ذرائع سے حاصل ہونے والی آمدنی کے ذریعہ فریضۂ حج انجام دیں، ورنہ اندیشہ ہے کہ ثواب کے بجائے حج باعث گناہ کا باعث ہو جائے۔

فکس رقم سے حج

سوال:- {1282} ڈاکخانہ یا بینک میں رقم فکس کی گئی، جو چند سال میں ڈبل ہو گئی، کیا اسی رقم سے حج کرنا جائز ہے؟ (ڈاکٹر کلیم خاں، بہادر پورہ)

جواب:- جو زائد رقم آپ کو مل رہی ہے وہ سود ہے، اور مال حرام کا حج میں استعمال کرنا درست نہیں، لہذا جتنی رقم جمع کی گئی تھی، وہ رقم تو حج میں استعمال کی جاسکتی ہے، لیکن بینک یا پوسٹ آفس سے جو زائد رقم اس پر ملتی ہے، اس کا تو یوں بھی استعمال جائز نہیں، اور حج میں استعمال تو گناہ بالائے گناہ ہے، اس میں ایک عبادت کی اہانت کا پہلو بھی ہے۔

فلم کے ذریعہ کمائی ہوئی رقم سے حج

سوال:- {1283} کوئی مسلمان فلمی اداکار فلم کے ذریعہ پیسے کمائے اور اس رقم سے حج کرے تو اس کا حج ہوگا یا نہیں؟ (محمد نثار احمد)

جواب:- حج ایک عظیم عبادت اور اسلام کا ایک اہم ترین رکن ہے، اور فلمی اداکاری کو کسب معاش کا ذریعہ بنانا یقیناً حرام طریقہ پر مال کمانا ہے، اللہ تعالیٰ پاکیزہ اور حلال مال ہی کو قبول فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے کے لئے مال حرام کا انتخاب گویا اس

(۱) رد المحتار: ۴۵۳/۳۔

عبادت کی اہانت ہے، اسی لئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "مال حرام سے صدقہ درست نہیں ہے" "لا صدقة من غلول "(۱) اس لئے مال حرام کے ذریعہ کیا جانے والا حج اللہ کے نزدیک مقبول نہیں ہوگا، اس بات کا خصوصی اہتمام کرنا چاہئے کہ حج جیسی اہم عبادت مال حلال ہی کے ذریعہ ادا کی جائے، البتہ فقہی اعتبار سے چونکہ اس نے حج کے افعال و ارکان کو ادا کر لیا ہے، اس لئے حج ادا ہو جائے گا، جیسا کہ کوئی شخص ریاء اور دکھاوے کی غرض سے حج کرے تو فریضۂ حج ادا ہو جائے گا، لیکن اس کی نیت میں بگاڑ کی وجہ سے حج مقبول نہیں ہوگا۔ (۲)

حرام مال سے حج

سوال:- [1284] ہمارے ایک عزیز نے گزشتہ سال حج کیا ہے، ان کا جنرل اسٹور کا کاروبار ہے، نیز چٹھی کا کاروبار بھی کر رہے ہیں، جس سے ان کو سالانہ ایک لاکھ آمدنی ہے تو کیا ان کا حج باقی رہے گا؟ اور حج مقبول ہوگا جب کہ حج کو جانے سے پہلے بھی ان کا یہ کاروبار تھا؟

(محمد بشیر احمد، شاہ پورہ)

جواب:- حلال پیسوں ہی سے حج کرنا درست ہے، جنرل اسٹور سے جو آمدنی ہے، اگر حلال اشیاء کی احکام شرعیہ کے دائرہ میں رہتے ہوئے تجارت ہو تو حلال ہے، چٹھی میں اگر خسارہ برداشت کر کے کم پیسے میں چٹھی اٹھانے کا طریقہ ہو تو یہ صورت ناجائز اور سود میں داخل ہے، اس پیسے سے حج کرنا درست نہیں، البتہ اصل پیسہ جو اس نے جمع کیا تھا، وہ اس کے حق میں جائز ہے، زائد رقم جو اسے کمیشن کے نام پر ملتی ہے، حرام ہے، اگر اس نے حلال پیسوں سے حج کیا تو حج درست ہو گیا، البتہ اسے توبہ کرنی چاہیے، آئندہ اس سے بچنا چاہیے

(۱) الجامع للترمذی حدیث نمبر:۱، باب ما جاء لا تقبل صلاة بغير طهور -
(۲) البحر الرائق ۳۰۹/۲، رد المحتار :۳/ ۴۵۳-

اور تحقیق میں جو رقم اس نے ناجائز طریقہ پر لی ہے اگر اس کا مالک معلوم ہو تو اسے واپس کرنا یا بلا نیت ثواب غرباء پر خرچ کرنا واجب ہے،(1) حج کا مقبول ہونا، یا نہ ہونا ویسے تو اللہ کی مشیت پر ہے، لیکن حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مال حرام سے کی جانے والی عبادت کو قبول نہیں فرماتے۔(2)

کمیشن سے حاصل ہونے والی آمدنی سے حج

سوال:- {1285} کیا کمیشن سے حاصل ہونے والی آمدنی سے حج جیسا اہم فرض انجام دیا جا سکتا ہے؟

(نثار احمد، مشیرآبادی)

جواب:- کمیشن کا کاروبار بھی عام کاروبار کی طرح ہے، شرعی نقطۂ نظر سے جو کاروبار حلال اور جائز ہے، اس میں کمیشن کا معاملہ بھی درست ہے، بشرطیکہ اسے شرعی طریقہ سے انجام دیا جائے، دھوکہ دہی سے اجتناب کیا جائے، لہذا اس پر حاصل ہونے والا نفع حلال ہے اور اس سے حج ادا کرنا اور اس طرح کی دوسری مالی عبادتیں انجام دینا درست ہے۔

---

(1) "لأن سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الرد على صاحبه. (قوله: وهو حرام مطلقا على الورثة) أي سواء علموا أربابه أو لا: فإن علموا أربابه ردوه عليهم و إلا تصدقوا" (رد المحتار ٣٨٥/٩، كتاب الحظر و الإباحة، فصل في البيع) "ويتصدق بلا نية الثواب، إنما ينوي به براءة الذمة" (قواعد الفقه، للقواعد الفقهية ص:١١٥) مرتب۔

(2) "عن ابن عمر ﷺ قال: من اشترى ثوبا بعشرة دراهم و فيه درهم حرام لم يقبل الله له صلاة ما دام عليه، ثم أدخل أصبعيه في أذنيه و قال: صمتا إن لم يكن النبي ﷺ سمعته يقول" (مشكوة المصابيح ص:٢٤٣، بحواله بيهقي في شعب الإيمان) محشی۔

کون سا حج افضل ہے؟

سوال:- {1286} آج کل اکثر حضرات حج تمتع کرتے ہیں، ہندوستان، پاکستان سے جانے والے اکثر حضرات بہت کم افراد یا قران کرتے ہیں، تو حج کی کون سی صورت افضل ہے؟ (نظام الدین، ملکنڈہ)

جواب:- امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک سب سے افضل طریقہ حج قران ہے، جس میں میقات ہی سے عمرہ اور حج دونوں کا احرام ایک ساتھ باندھا جاتا ہے، اس کے بعد حج تمتع کا درجہ ہے، جس میں میقات سے صرف عمرہ کا احرام باندھا جاتا ہے، اور ایام حج میں مکہ ہی سے حج کا احرام، کیوں کہ خود رسول اللہ ﷺ نے حج قران فرمایا ہے،(۱) اور آپ ﷺ کے حکم سے اکثر صحابہ ؓ نے حج تمتع کیا ہے۔(۲) لیکن آج کل چوں کہ سفر حج کا نظام الاوقات حاجی کے قابو میں نہیں رہتا، اور بعض اوقات وقت سے بہت پہلے حاجی کو مکہ پہنچنا ہوتا ہے، اتنے طویل عرصہ تک احرام کی حالت میں رہنا اور احرام کی ممنوعات سے احتیاط کرنا دشوار ہوتا ہے، اور مستحب عمل کے لیے حرام کا ارتکاب کرنا یا اس کے ارتکاب کا خطرہ مول لینا مناسب نہیں، اسی لیے فی زمانہ علماء نے دور دراز سے مکہ مکرمہ جانے والوں کے لیے حج تمتع کو افضل قرار دیا ہے، علامہ شامیؒ رقمطراز ہیں:

"اختار العلامة الشيخ عبد الرحمن العمادي في منسكه التمتع ؛ لأنه أفضل من الافراد و أسهل من القران لما على القارن من المشقة في أداء

---

(۱) صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۹۵۰، باب حجة النبي ﷺ۔ محشی۔

(۲) إعلاء السنن: ۱۰/۳۰۲-۳۰۵، حدیث نمبر: ۲۸۷۶، مرتب۔

النسکین ، لما یلزمه من الجنایة من الدمین ، و هو أحری لأمثالنا لامکان المحافظة علی صیانة احرام الحج من الرفث و نحوه " (۱)

عازمین کو مٹھائی اور ہار پیش کرنا

سوال:- (1287) جو شخص حج پر جانے والا ہوتا ہے، لوگ اس کو مٹھائی پیش کرتے ہیں، اور گل پوشی کرتے ہیں، اس عمل کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ (حافظ غلام مصطفیٰ، بیدر)

جواب:- حج کو جانے والے کے لیے مٹھائی کا ڈبہ پیش کرنا اور قبول کرنا جائز ہے، کہ یہ ہدیہ ہے، اگر پھول کا ہار معمولی قیمت کا ہو تو اس کی بھی گنجائش ہے، کیونکہ پھول کا استعمال مباح ہے، البتہ ایسی چیز کا تحفہ پیش کرنا چاہیے جس سے آدمی کا کچھ نفع ہو، پھول کے ہار سے کوئی نفع متعلق نہیں، حج کو جانے والے کے لیے ان ہدایا کو قبول کرنا واجب نہیں، اخلاق و محبت کے تحت واپس کر سکتا ہے، لیکن ایسا لب ولہجہ اختیار نہیں کرے جس سے ہدیہ دینے والے کو تکلیف ہو۔

عازمین حج کی طرف سے یا ان کے لیے دعوت کا اہتمام

سوال:- (1288) فریضۂ حج کے لیے جو افراد جاتے ہیں، گھر پر تقریبات وغیرہ منعقد کرتے ہیں، جس میں محلہ اور خاندان والوں کو مدعو کیا جاتا ہے، جس میں وہ افراد بھی شامل ہوتے ہیں جو حج کی سعادت حاصل کرنے سے قاصر ہیں، کیا یہ تقریبات درست ہیں؟ (ایم انور، حیدرآباد)

جواب:- اگر حج کے لیے جانے والوں کے اعزاز میں دعوت کی جائے اور اس سے

---

(۱) رد المحتار: ۲/۲۰۶۔

مقصد عازمِ حج کا اکرام ہو، یا خود عازمِ حج کچھ لوگوں کو مدعو کرے اور اس کا مقصد دعا کا حصول ہو، تو اس کی گنجائش ہے، اگر دکھاوا مقصود ہو، تو ریاء ہونے کی وجہ سے باعث گناہ ہے، جو لوگ حج کرنے سے قاصر ہیں، ایسی مجلسوں میں شرکت کی وجہ سے ان کے اندر آتش شوق مشتعل اور بھڑک سکتی ہے اور اس سے طلب صادق پیدا ہونا ممکن ہے، جو ان کے لیے حج کی راہ ہموار کردے اور اگر اس کے باوجود حج کو نہ جاسکیں تو یہ آرزوئے حج بذات خود باعث اجر وثواب ہے، اس لیے جو لوگ حج کو جانے کی استطاعت نہیں رکھتے، ان کو مدعو کرنے میں کچھ حرج نہیں۔

چھوٹے بچہ کا حج

سوال:- (1289) جو بچہ اتنا چھوٹا ہے کہ خود سے حج ادا نہیں کرسکتا، والد نے اس کو اپنے ساتھ رکھا، تو کیا اس کے حج کے افعال ادا ہوں گے؟ (نظام الدین، شموگہ)

جواب:- یہ تو ظاہر ہے کہ بچہ پر حج فرض نہیں، لیکن اگر والد حج کرادے تو اس بچہ کا حج نفل ہو جائے گا، اب بعض فقہاء کے نزدیک بچہ کو حج کا ثواب ملے گا اور والد کو اس کی تعلیم و تربیت کا، اور بعض فقہاء کی رائے ہے کہ خود حج کا ثواب والد کو ہوگا، حج کے دو اہم ارکان وقوف عرفہ اور طواف زیارت تو بچہ اپنے باپ کے ساتھ خود ہی کرے گا، وقوف عرفہ کے لیے تو نیت ضروری نہیں، باقی جن افعال میں نیت ضروری ہے اس میں والد اس کی طرف سے نیت کرے گا، قربانی بھی والد کریں گے اور رمی بھی اس کی جانب سے والد کریں گے، البتہ اگر وہ احکام احرام کی خلاف ورزی کرے یا اور کسی جنایت کا مرتکب ہو تو اس پر دم واجب نہیں ہوگا، کیوں کہ نابالغ بچے مکلف نہیں ہیں، اور ان کی غلطیاں شرعاً عفو کے دائرہ میں ہیں۔ (۱)

(۱) "التي توجب دما هي ما لو طيب محرم بالغ عضوا أو خضب رأسه بحناء أو أدهن بزيت، أخرج بالبالغ الصبي، فلا شيء عليه" (مراقي الفلاح مع الطحطاوي، ص: ۳۸۴) محشی۔

پہلے حج یا پہلے لڑکی کا نکاح

سوال:- (1290) اگر کسی شخص کے پاس اتنے پیسے موجود ہوں کہ وہ اس سے حج کر سکے، لیکن اس کی لڑکی جوان ہے، عمر بڑھ رہی ہے اور شادی کے لائق ہے، آج کل پیسوں کے بغیر شادی ہو نہیں پاتی، اور اگر بچی کی شادی کرے تو حج کو نہیں جا سکتا، ایسی صورت میں اسے کیا کرنا چاہئے؟

(خورشید بیگم، گولکنڈہ)

جواب:- شادی میں فضول خرچی کا جو سلسلہ شروع ہو گیا ہے اور جو رسوم و رواج لوگوں نے بطور خود پیدا کر لئے ہیں، وہ آپ مول لی ہوئی پریشانی ہے، کوشش کرنی چاہئے کہ کوئی مناسب رشتہ تلاش کر کے سادگی کے ساتھ نکاح کر دیا جائے اور فریضۂ حج ادا کیا جائے، کیونکہ لڑکی اور داماد کو جو کچھ دیا جاتا ہے وہ مطالبہ نہ ہونے کی صورت میں عطیہ ہے، جو جائز ہے، یا زیادہ سے زیادہ مستحب ہے اور مطالبہ سے دیا جائے تو رشوت ہے، جو حرام ہے، اور اس کے مقابلہ میں حج فرض ہے، اور کسی فریضہ کو مستحب عمل کی وجہ سے ترک نہیں کیا جا سکتا، چہ جائے کہ حرام کی وجہ سے ترک کر دیا جائے۔

البتہ اگر کوئی مناسب رشتہ خرچ کئے بغیر نہ مل پائے، اور عفت و عصمت کو خطرہ درپیش ہو، تو چونکہ گناہ سے بچنا کسی فریضہ کی ادائیگی پر مقدم ہے، اس لئے ایسی صورت میں پہلے لڑکی کا نکاح کر دیا جائے، پھر استطاعت ہو تو حج کرے:

"حال التوقان مقدم على الحج اتفاقا ؛ لأن في تركه أمرين ، ترك الفرض والوقع في الزنا" (۱)

---

(۱) رد المحتار ۳/۴۶۱۔

نفل حج افضل ہے یا صدقہ؟

سوال:-(1291) میں بحمد اللہ فریضۂ حج ادا کرچکا ہوں اور پھر خواہش ہے کہ نفل حج کروں، امید ہے کہ حج کمیٹی سے مجھے حج کا موقع مل جائے گا، لیکن میرے بعض اقارب بہت پریشانی کی حالت میں ہیں، خاندان کی بعض یتیم لڑکیوں کی شادی کا مسئلہ بھی ہے، ایسی صورت میں ہمیں نفل حج کرنا چاہئے، یا غریب رشتہ داروں کی مدد اور یتیم لڑکیوں کی شادی میں تعاون کرنا چاہئے؟ (عبد الحمید، نظام آباد)

جواب:- فقہاء کے یہاں اس بارے میں اختلاف ہے کہ حج افضل ہے یا صدقہ کرنا؟ لیکن جو حالات آپ نے تحریر کئے ہیں، اس حقیر کا خیال ہے کہ ایسی صورت میں یتیم لڑکیوں کی شادی کرادینا یا غریب رشتہ داروں کی مدد کرنا زیادہ اجر و ثواب کا باعث ہے، کیونکہ حج کا مقصود اللہ کے شعائر کا احترام ہے، اور وہ احترام آپ کے دل میں پہلے سے موجود ہے، حج سے اس کی تجدید ہوتی ہے۔ جب کہ اپنے غریب قرابت داروں کی مدد کرنے میں اللہ کے محتاج اور ضرورت مند بندوں کی مدد کرنا ہے، اور یتیم لڑکیوں کا نکاح کرانے میں انہیں گناہ سے بچانا ہے، جو ظاہر ہے کہ زیادہ اہم ہے، مشہور فقیہ علامہ شامی کا رجحان بھی اسی طرف ہے کہ جب تنگی کے حالات ہوں تو صدقہ نفل حج سے افضل ہے، اور انہوں نے بعض اور فقہاء سے بھی یہی رائے نقل کی ہے:

"ثم رأيت في متفرقات الباب الجزم بأن الصدقة أفضل منه" (۱)

---

(۱) منحة الخالق على البحر: ۲/۳۴۷۔

نافرمان بیوی کے ساتھ حج

سوال:- (1292) میری بیوی اطاعت گزار اور فرماں بردار نہیں، ایک زمانے سے میرے اور اس کے درمیان جنسی تعلق بھی نہیں، سمجھانے کے باوجود اپنی شرارت پر قائم ہے، کیا میں اس کو حج میں ساتھ لے جا سکتا ہوں؟

(ایم اے ایس، تالاب کٹہ)

جواب:- آپ کو چاہئے کہ کسی عالم دین یا معاملہ فہم بزرگ خاندان کے سامنے باہمی اختلافات کو رکھ کر اسے طے کرائیں اور ایک دوسرے کے حقوق ادا کریں۔ نہ بیوی کی طرف سے نافرمانی جائز ہے اور نہ شوہر کی طرف سے مسلسل بے تعلقی اور بے التفاتی، چونکہ وہ آپ کے نکاح میں ہیں، اس لئے آپ انہیں حج میں لے جا سکتے ہیں، ہو سکتا ہے یہ سفر سعادت ہی ان کے طور وطریق میں تبدیلی کا باعث ہو جائے۔

رباط میں مرفہ الحال لوگوں کا قیام

سوال:- (1293) ایک کھاتا پیتا اور مرفہ الحال شخص یا خاتون کا رباط میں ٹھہرنا جائز ہے؟ کیا معمول یا رشوت دے کر رباط کا حاصل کرنا درست ہے؟ (محمد سراج الدین، جدہ)

جواب:- یہ رباط بنانے والے اور وقف کرنے والے کی نیت پر منحصر ہے، اگر صرف نادار اور ضرورت مند لوگوں پر وقف کیا گیا ہو تو مرفہ الحال لوگوں کا اس میں قیام کرنا جائز نہیں، اور اگر واقف کی طرف سے ایسی کوئی شرط نہ ہو تو ایسے لوگ بھی ٹھہر سکتے ہیں، البتہ جو لوگ مرفہ الحال ہوں ان کو چاہئے کہ نسبتاً اپنے سے کم معاش لوگوں کے لئے ایثار سے کام لیں، اس طرح

انشاء اللہ وہ اجر کے مستحق ہوں گے، رباط میں رشوت دے کر قیام کی اجازت حاصل کرنا ناجائز اور گناہ ہے اور اس کے لئے رشوت لینا تو آخری درجہ کی بدنصیبی ہے۔

حاجی اور الحاج کے القاب

سوال:- {1294} حال ہی میں ایک محفل میں ایک صاحب نے فرمایا کہ جو صاحب حج اکبر یا دو تین حج کریں، وہ اپنے نام سے پہلے الحاج لکھ سکتے ہیں، اور اگر کسی شخص نے ایک ہی حج کیا ہو اور وہ حج اکبر نہ ہو تو وہ اپنے نام سے پہلے الحاج نہ لکھیں، بلکہ صرف حاجی لکھا کریں، یہ منطق کہاں تک درست ہے؟ (قاری ایم، ایس خان، جدید ملک پیٹ)

جواب:- عربی زبان میں "حاجی" اور "حاج" دونوں ایک ہی معنی میں ہے، جس کے معنی حج کرنے والے کے ہیں، یہ بات کہ ایک دفعہ حج کرنے والا "حاجی" لکھے اور تین بار حج کرنے والا "الحاج"، بالکل بے اصل بات ہے، بلکہ اپنے نام کے ساتھ خود اس طرح کے القاب لکھنے سے گریز کرنا چاہئے، کیونکہ عبادتوں میں ممکن حد تک اخفاء مطلوب ہے، نہ کہ ریاء اور نمود، اور اپنے نام کے ساتھ اس طرح کے القاب لکھنے سے ریاء اور نمائش کا احساس ہوتا ہے، فقہاء، محدثین اور صوفیاء و صالحین عام طور پر حاجی ہوا کرتے تھے، اور انہیں حج کے لیے موجودہ دور کے بہ نسبت بہت زیادہ مشقت اٹھانی پڑتی تھی، اس کے باوجود ان کے نام کے ساتھ اس طرح کا لقب نہیں لگایا جاتا تھا، یہ بات بھی جو مشہور ہے کہ یوم عرفہ جمعہ کو پڑ جائے تو حج اکبر ہو جاتا ہے، غلط خیال ہے، اصل میں ہر حج بہ مقابلہ عمرہ کے حج اکبر ہے، یہ ایک اتفاقی بات ہے کہ حجۃ الوداع کے سال جمعہ کو یوم عرفہ آگیا تھا، لیکن اس سے حج کے اکبر اور اصغر ہونے کا تعلق نہیں۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

زیارت مدینہ

جنت البقیع کی مٹی

سوال:- {1285} ہمارے پڑوس کے ایک صاحب ریاض میں رہتے ہیں، انھوں نے جنت البقیع کی کچھ مٹی بھیجی ہے اور لکھا ہے کہ یہ مٹی مرحومین کی قبر پر گڑھا کرکے بھر دیں، جس سے مرحومین کو سکون ملے گا، کیا یہ درست ہے؟

(محمد غوث الدین قدیر، سلاخ پوری)

جواب:- حدیث میں جس مقام کی کوئی فضیلت منقول ہو، اس کا تعلق اس مقام سے ہے نہ کہ وہاں کی مٹی اور فرش سے، مثال کے طور پر مسجد میں نماز پڑھنے کی زیادہ فضیلت ہے، اب اگر کوئی شخص مسجد کے فرش کا کچھ حصہ نکال کر اپنے گھر میں لے آئے اور گھر میں اسی فرش پر نماز ادا کرے تو کیا اس سے مسجد کی فضیلت حاصل ہو جائے گی؟ ہرگز نہیں، اسی سے جنت البقیع کی مٹی کے معاملہ کو سمجھنا چاہئے، کہ جنت البقیع کی جو فضیلت آپ ﷺ نے بیان فرمائی ہے وہ اس جگہ سے متعلق ہے، نہ کہ وہاں کی مٹی سے متعلق، اگر اس کا تعلق وہاں کی مٹی سے ہوتا تو جو صحابہ مدینہ

سے نکل کر دوسرے شہر میں آباد ہوئے اور وہیں آسودۂ خواب ہیں سب سے پہلے انہوں نے یہ عمل کیا ہوتا، کیوں کہ ان سے بڑھ کر کوئی شخص منشاء شریعت سے واقف ہو سکتا ہے، اور نہ اجر وثواب کا طلب گار۔

عمرہ سے پہلے زیارت مدینہ منورہ

سوال:- {1286} میں نے عمرہ کی نیت کی اور ہوائی جہاز سے جدہ پہنچ کر اسی روز مدینہ منورہ ہوائی جہاز سے پہنچ گیا، پانچ یوم زیارت کے بعد مکہ مکرمہ پہونچ کر عمرہ کیا تو:

(الف) کیا مجھے پہلے عمرہ کر کے مدینہ منورہ جانا چاہئے تھا؟

(ب) کیا مجھ پر دم دینا واجب ہے؟

(ج) دم مکہ مکرمہ میں دیا جائے یا میرے رہائشی مقام پر؟ (عبدالوحید خان، سعید آباد)

جواب:- (الف) عمرہ کر کے مدینہ جانا ضروری نہیں، البتہ اگر احرام باندھ لیا ہو تو ضروری ہے کہ مدینہ منورہ میں بھی احرام کو برقرار رکھا جائے اور ممنوعات احرام سے بچا جائے تا آنکہ عمرہ ادا کر لے۔

(ب) پہلے مدینہ منورہ جانے اور بعد میں عمرہ کرنے سے دم یا کچھ اور واجب نہیں ہوتا۔

(ج) اگر کسی پر دم واجب ہو ہی جائے تو حدود حرم ہی میں دم دینا واجب ہے، حدود حرم سے باہر اپنے رہائشی مقام پر دم ادا کرنا کافی نہیں۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁

کتاب الفتاوی

چوتھا حصہ

کتاب الاضحیۃ والعقیقۃ

قربانی اور عقیقہ سے متعلق سوالات

کس پر قربانی واجب ہے اور کس پر نہیں؟

قربانی کن لوگوں پر واجب ہے؟

سوال:- (1297) قربانی کن حضرات پر فرض ہے؟
اگر کوئی شخص قرض میں مبتلا ہو تو کیا اس کو قربانی دینی چاہئے؟
(محمد جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

جواب:- قربانی ایسے مسلمان شخص پر واجب ہے جس کے پاس اپنی بنیادی ضروریات کے علاوہ کوئی بھی سامان یا نقد رقم اتنی موجود ہو جو ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کو پہونچ جائے، ضرورت سے زیادہ کپڑے، برتن وغیرہ بھی اگر اتنی قیمت کے ہوں تو قربانی واجب ہوجائے گی:

"والموسر في ظاهر الرواية من له مائتا درهم أو عشرون دينارا أو شئ يبلغ ذلك ..."(۱)

نیز ڈاکٹر زحیلی لکھتے ہیں:

(۱) الفتاوی الهندية: ۲۹۲/۵۔

"اگر کسی شخص کے ذمہ قرض ہو، لیکن بنیادی ضروری اشیاء رہائشی مکان استعمالی سواری، اور استعمالی کپڑوں کے علاوہ جو کچھ اس کی املاک ہوں، وہ اتنی ہوں کہ اگر بیچ دی جائیں تو قرض ادا کرنے کے بعد بھی ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے بقدر اس کے پاس بچ رہے، تو ایسے شخص پر قربانی کرنا واجب ہے، اور جیسے دوسرے حقوق کی ادائیگی کے لئے قرض لینا درست ہے، ایسے ہی اس مقصد کے لئے بھی قرض لینا جائز ہے۔" (۱)

کیا نابالغ پر قربانی واجب ہے؟

سوال:- (1298) اگر نابالغ بچہ نصاب زکوۃ کی مقدار مال کا مالک ہو، تو اس پر قربانی واجب ہوگی یا نہیں؟

(محمد صابر، ہوسپیٹ، کرناٹک)

جواب: قربانی ایک عبادت ہے، اور شریعت عبادتیں بالغوں پر واجب قرار دیتی ہے، نہ کہ نابالغوں پر، اسی لیے نماز، روزہ، حج، زکوۃ وغیرہ بچہ پر واجب نہیں، یہی حکم قربانی کا بھی ہے، کہ قول صحیح کے مطابق نابالغ پر قربانی واجب نہیں ہوگی، البتہ اگر ولی ایسے نابالغ بچوں کی طرف سے اپنے مال میں سے قربانی کردے تو بہتر اور قرین احتیاط ہے، چنانچہ مشہور فقیہ قاضی فخر الدین اوزجندیؒ فرماتے ہیں:

"وفي الكافي الأصح أنه لا يجب ذلك ... و ليس للأب أن يفعله من مال الصغير" (۲)

---

(۱) الفقه الإسلامي وأدلته: ۳/۶۰۰۔ محشی۔

(۲) فتاوی قاضی خان: ۳/۳۴۶، نیز دیکھئے: البحر الرائق: ۸/۱۷۴، الفتاوی الهندية: ۵/۲۹۳۔

قرض لے کر قربانی

سوال:- {1299} اگر کسی شخص کے پاس اتنا مال موجود ہے جس سے قربانی واجب ہو جاتی ہے، لیکن وہ فی الحال اس کے قبضہ میں نہیں ہے، تو کیا اس شخص کو کسی سے قرض لے کر قربانی کرنی چاہئے؟

(محمد جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

جواب:- جس شخص پر اپنی املاک کے لحاظ سے قربانی واجب ہو چکی ہو اور اس کے قبضہ میں گھریلو سامان اتنی قیمت کا موجود ہو جس سے قربانی کی جا سکتی ہے تو فقہاء نے ایسے شخص کو بھی قربانی کرنے کا حکم دیا ہے:

له مال كثير غائب في يد مضاربه أو شريكه ومعه الحجرين أو اثاث البيت مايضحى به يلزم"(1)

اگر کوئی شخص گھریلو سامان جیسے فرنیچر، برتن وغیرہ فروخت نہیں کرنا چاہتا ہو تو اس پر واجب ہے کہ قرض لے کر قربانی کرے، جیسا کہ اپنی دوسری ضروریات کے لیے قرض لیا کرتا ہے۔

کیا مقروض پر قربانی واجب ہے؟

سوال:- {1300} کیا مقروض آدمی پر قربانی واجب ہے اور کیا وہ سودی یا بلا سودی قرضے لے کر قربانی کر سکتا ہے؟

(ایم، ولیس، خان، اکبر باغ)

جواب:- اگر اس شخص پر قربانی واجب ہے یعنی قرض کی ادائیگی کے بعد بھی اس کے

(1) رد المحتار: ۹/۴۵۳۔

پاس اپنی بنیادی ضرورت کے علاوہ کوئی بھی مال ساڑھے باون تولہ چاندی کا بچ رہتا ہے تو ایسے شخص پر قربانی واجب ہے خواہ قرض لے کر قربانی دے یا سامان کو بیچ کر، اگر قرض اور بنیادی ضروریات کے علاوہ اتنا مال نہ بچتا ہو تو قربانی واجب نہیں اور ایسے شخص کے لئے قرض لے کر قربانی کرنا بہتر نہیں، البتہ قربانی کرنے کے لئے سودی قرض حاصل کرنا جائز نہیں، کیوں کہ جیسے سود لینا ناجائز ہے سود دینا بھی ناجائز ہے۔

حاجیوں پر بقرعید کی قربانی

سوال:- {1301} جس پر حج فرض ہے، اور اس سعادت کو حاصل کرنا چاہتا ہے تو حج کی قربانی کے علاوہ کیا بقرعید کی قربانی بھی واجب ہوگی، اگر واجب ہے تو قربانی گھر پر کرنی چاہئے یا مکۃ المکرمہ ہی میں؟ (عبدالحفیظ، ملکنڈہ)

جواب:- جو شخص ایسے وقت مکہ مکرمہ پہونچا کہ اب ایام حج شروع ہونے میں پندرہ دن سے کم کا عرصہ باقی ہے، یعنی ۸/ذی الحجہ سے ۱۳/روز پہلے یا اس سے کم دن باقی تھے کہ وہ مکہ آیا تو اب وہ مسافر ہے، اس لئے بالاتفاق اس پر بقرعید والی قربانی واجب نہیں، کیونکہ وہ مسافر ہے، اور قربانی مسافر پر واجب نہیں ہوتی، علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں:

"ولا تجب الأضحية على الحاج و أراد بالحاج المسافر" (1)

جو حاجی ۸/ذی الحجہ سے پندرہ دنوں پہلے مکہ مکرمہ پہونچ جائے وہ مقیم ہے، ایسے شخص پر کیا بقرعید کی قربانی بھی واجب رہے گی؟ اس سلسلہ میں فقہاء حنفیہ سے دونوں طرح کی باتیں منقول ہیں، بعض حضرات کہتے ہیں کہ حاجی پر مطلقاً بقرعید والی قربانی واجب نہیں:

(1) بدائع الصنائع: ۱۹۵/۴۔

"ولا تجب ... وعلى المسافرين ولا على
الحاج إذا كان محرما وإن كان من أهل مكة"(۱)

اور بعض فقہاء کے نزدیک جو حاجی مقیم ہو، تو اقامت کی وجہ سے اس پر قربانی واجب ہے، یہ دوسری رائے زیادہ احتیاط پر مبنی ہے، اس لئے اسی پر عمل ہونا چاہئے، چنانچہ شامی کی "کتاب الحج" میں ہے:

"والتضحية إنما تجب بالشراء بنيتها أو الإقامة
ولم يوجد واحد منهما"(۲)

علامہ شامیؒ نے قربانی کے بیان (کتاب الأضحية) میں بھی اس پر روشنی ڈالی ہے، پس جو لوگ مکہ میں ایام حج سے پندرہ دنوں پہلے پہونچ گئے ہوں ان پر حج کی قربانی کے علاوہ بقرعید کی قربانی بھی واجب ہوگی۔

البتہ حج کی قربانی تو حدود حرم ہی میں دی جاسکتی ہے، لیکن بقرعید کی قربانی کے لئے ایسی کچھ شرط نہیں، اپنے وطن میں بھی قربانی دے سکتا ہے۔

اگر حج میں قربانی کے لئے پیسہ نہ رہے؟

سوال:- {1302} اگر کسی حاجی کی رقم گم یا چوری ہوجائے تو ایسی صورت میں حاجی کس طرح اپنی قربانی دے؟ کیا اس حالت میں حاجی کو خیرات لے کر اپنا حج مکمل کرنے اور قربانی دینے کی شرعاً اجازت ہے؟

(محمد سراج الدین، جدید ملک پیٹ)

جواب:- اگر اس پر قربانی واجب ہو، وہ روزے رکھ سکتا ہو اور ۷/ذی الحجہ سے پہلے یہ

(۱) الفتاوی الهندیة: ۲۹۲/۵۔
(۲) ردالمحتار: ۵۶۵/۳۔

واقعہ پیش آیا ہو تو اسے چاہئے کہ سات، آٹھ، نو ذی الحجہ کو روزے رکھ لے اور ۱۳؍ ذی الحجہ کے بعد پھر بھی باقی سات روزے پورے کر لے، تو یہ دس روزے قربانی کا بدل ہو جائیں گے، خود قرآن میں اس کی صراحت موجود ہے۔ (۱) اور اگر روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو، یا دس ذی الحجہ سے پہلے تین روزے رکھنے کی مہلت نہ ہو، نیز اس نے تمتع یا قران کیا ہے جس میں قربانی واجب ہو جاتی ہے، تو اول قربانی کے لئے قرض حاصل کرنے کی کوشش کرے، یا اگر اس کے پاس اپنی ضرورت سے فاضل کوئی ایسی چیز ہو جسے فروخت کر کے قربانی کے بقدر پیسہ حاصل کر سکتا ہو تو اس تدبیر سے کام لے، اگر یہ دونوں باتیں ممکن نہ ہوں اور اس کا حج تمتع یا قران ہو، تو پھر زکوۃ و صدقات کی مدد حاصل کر کے بھی قربانی کر سکتا ہے، کیونکہ وہ مسافر ہے اور مسافر کے لئے زکوۃ لینے کی گنجائش ہے، یہ بات بھی ذہن میں رہنی چاہئے کہ اگر کسی جنایت یا غلطی کی وجہ سے دم واجب ہوا ہے تو یہ تو واجب ہے کہ اس کی قربانی حرم ہی میں دی جائے، لیکن ان ہی ایام میں دینا ضروری نہیں، اگر مجبوری ہو تو ہندوستان واپس آکر اپنے کسی عزیز کے ذریعہ جو سعودی میں مقیم ہو، بعد میں بھی قربانی دی جا سکتی ہے۔

خاتون حاجی کی قربانی

سوال:- (1303) خاتون حاجی کی قربانی کون اور کس طرح دے؟　　　(حافظ میر سلطان، سعید آباد)

جواب:- قربانی میں مرد و عورت کے درمیان کوئی فرق نہیں، عورت خود بھی اپنی قربانی کا جانور ذبح کر سکتی ہے، اور کوئی دوسرا اس کی طرف سے نیابتاً بھی قربانی کر سکتا ہے، خواہ وہ اس کا محرم ہو یا غیر محرم، رشتہ دار ہو یا اجنبی، چونکہ آج کل حجاج کے خیموں سے قربان گاہ بہت دور ہوتی ہے، اس لئے اس کے حق میں بہتر یہی ہے کہ وہ کسی اور شخص کو قربانی کا وکیل بنا دے، جو اس کی طرف سے قربانی کر دے۔

---

(۱) البقرۃ: ۱۹۶۔

مرحومین کے نام سے قربانی

سوال:- (1304) مرنے والوں کے نام سے قربانی دینا درست ہے یا نہیں؟ (سید حفیظ الرحمان، پھولانگ)

جواب:- میت کی طرف سے قربانی کی جاسکتی ہے، رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وصیت فرمائی تھی کہ ان کی طرف سے قربانی کیا کریں، چنانچہ حضرت علی علیہ السلام آپ ﷺ کی طرف سے قربانی کیا کرتے تھے،(۱) مردہ کی طرف سے قربانی کی جائے تو قربانی کا ثواب اس مردہ کے لئے ہوگا اور ملکیت ذبح کرنے والے کی ہوگی، جیسے اپنی قربانی کے گوشت کے تین حصے کئے جاتے ہیں، ایک حصہ اپنے لئے، ایک حصہ دوست واحباب کے لئے اور ایک حصہ غرباء کے لئے، اسی طرح اس کے بھی تین حصے کئے جائیں گے:

"من ضحى عن الميت ... والأجر للميت، والملك للذابح" (۲)

اگر میت نے خود قربانی کی وصیت کی ہو، تو پھر ضروری ہے کہ قربانی کرنے والا خود اس میں سے نہ کھائے:

"والمختار أنه ضحى بأمر الميت لا يأكل وإلا يأكل" (۳)

دوسروں کی طرف سے زندوں کے نام سے قربانی

سوال:- (1305) کیا مرحومین کی طرف سے بھی

---

(۱) رد المحتار: ۹/۴۸۴۔

(۲) حوالہ سابق۔

(۳) حوالہ سابق۔

قربانی کا حصہ دیا جا سکتا ہے؟ یا صرف ان لوگوں کی طرف سے
جو بقید حیات ہیں؟ (ح س، مشیر آباد)

جواب:- قربانی ایک مالی عبادت ہے، اور اہل سنت والجماعت کے نزدیک مالی عبادت بالاتفاق دوسرے شخص کی طرف سے کی جا سکتی ہے، اگر میت کی طرف سے کی جائے، یا ایسے زندہ شخص کی طرف سے جس پر قربانی واجب نہیں ہے، تو یہ بطور ایصال ثواب کے ہوگی، اور ایسے زندہ شخص کی طرف سے اور اس کی اجازت سے کی جائے جس پر قربانی واجب ہے، تو جس شخص کی طرف سے قربانی کی جائے اس کو ثواب بھی پہنچے گا اور فریضۂ شرعی بھی ادا ہو جائے گا، حدیث سے ثابت ہے کہ سیدنا حضرت علی ﷺ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے آپ ﷺ کی وفات کے بعد قربانی کیا کرتے تھے۔(۱)

صحت مند ہونے پر قربانی

سوال:- {1306} اگر کوئی شخص بیمار پڑا تو اس کے گھر والے اس کے اچھے ہونے کے بعد جان کی زکوۃ میں بکرا ذبح کرتے ہیں، یہ گوشت گھر والے کھا سکتے ہیں یا نہیں؟
(ضیاء الامین، بیگم سرائے)

جواب:- اگر صحت مند ہونے سے پہلے نذر مانی ہو کہ صحت حاصل ہونے پر میں بکرا ذبح کروں گا، تو یہ نذر کی قربانی ہے، یہ ان ہی لوگوں کو کھلایا جا سکتا ہے، جن کو نذر ماننے والا زکوۃ دے سکتا ہو، اور اگر پہلے سے نذر نہیں مانا تھا، بلکہ صحت مند ہونے کے بعد اظہار مسرت کے لئے قربانی کی، تو یہ شکرانہ کی قربانی ہے، اس کا گوشت خود بھی کھا سکتا ہے، اور دوسرے اہل تعلق کو بھی کھلا سکتا ہے۔

---

(۱) سنن أبي داؤد، حدیث نمبر: ۲۷۹۰، باب الأضحية عن الميت۔

جائے قیام کی بجائے دوسری جگہ قربانی

سوال:- {1307}(الف) ایک شخص کلکتہ میں رہتا ہے، وہاں بکرے کی قیمت ڈھائی ہزار اور بڑے جانور میں ایک حصہ کی قیمت دو ہزار روپیہ ہوتی ہے، اگر وہ قربانی دیتا ہے تو اس کے ہاتھ میں بمشکل ہزار ڈیڑھ ہزار رہ جاتے ہیں، کیا اس پر بھی قربانی واجب ہے؟

(ب) کیا ایسا تاجر اپنی قربانی کی رقم حیدرآباد میں روانہ کر سکتا ہے،؟ یا اس کے لئے کلکتہ ہی میں قربانی کرنا واجب ہوگا؟ (علی احمد، کلکتہ)

جواب:- (الف) قربانی ان لوگوں پر واجب ہوتی ہے جن کے پاس اپنی بنیادی ضروریات کے علاوہ چھ سو بارہ گرام چاندی کی قیمت کا کوئی بھی مال موجود ہو، اگر کسی کے پاس ایسا مال موجود ہے، لیکن نقد رقم کم ہے، کہ قربانی دینے کے بعد اس کے پاس صرف ہزار پانچ سو روپیہ رہ جاتے ہیں یا کچھ رقم باقی نہیں رہتی، تب بھی اس پر قربانی واجب ہوگی۔

(ب) آدمی جہاں رہتا ہو، بہتر ہے کہ وہیں قربانی دے، لیکن اگر دوسری جگہ زیادہ مستحق لوگ رہتے ہوں تو وہاں قربانی دینے میں بھی کوئی حرج نہیں، گو جانور کی قیمت میں فرق ہو، اس لئے کلکتہ میں رہنے والا حیدرآباد میں قربانی دے سکتا ہے۔

اگر ایام قربانی میں قربانی نہ کر سکے؟

سوال:- {1308} میرا بھائی امریکہ میں رہتا ہے، غفلت سے اس سال قربانی نہ دے سکا ایسی صورت میں شرعی حکم کیا ہے؟ (ایم اے نعیم، ریڈہل)

جواب:- جس شخص پر قربانی واجب ہو، اور اپنی غفلت کی وجہ سے قربانی نہ کر پائے تو اس پر واجب ہے کہ ایامِ قربانی گزرنے کے بعد یا تو بکرا صدقہ کردے یا اس کی قیمت:

"وقضاؤها بعد مضى وقتها بالتصدق بعينها أو بقيمتها" (۱)

یہاں تک کہ اگر ایسے شخص پر وفات کا وقت قریب آجائے تو واجب ہے کہ وصیت کر جائے کہ اس کے مال میں سے ایک بکرے کی قیمت صدقہ کر دی جائے، اور ورثہ پر اس کے ترکہ کے ایک تہائی میں سے بکرے کی قیمت صدقہ کرنا واجب ہوگا:

"فعليه أن يوصى بأن يتصدق عنه بقيمته شاة من ثلث ماله" (۲)

البتہ یہ جانور، یا اس کی قیمت چوں کہ بطور صدقہ کے ہے اس لئے اس میں سے خود کھانا یا ایسے لوگوں کو کھلانا جو زکوۃ کے مستحق نہیں درست نہیں ہوگا، اور اس کا حکم قربانی سے اس معاملہ میں مختلف ہوگا۔

● ● ● ● ●

(۱) فتح القدیر: ۴۳۶/۸۔

(۲) بدائع الصنائع: ۲۰۳/۴۔

قربانی کے جانور

سینگ ٹوٹے ہوئے جانور کی قربانی

سوال:- {1309} بعض دفعہ جانوروں کو سینگ ہی نہیں ہوتی، اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک جانور کی سینگ تھی، لیکن لانے میں ٹوٹ گئی، تو کیا ایسے جانور کی قربانی دی جاسکتی ہے؟ (محمد واجد علی، ملک پور)

جواب:- جس جانور کو پیدائشی طور پر سینگ نہ ہو، یا سینگ تھی لیکن ٹوٹ گئی ہو تو اس کی قربانی جائز ہے، کیونکہ سینگ سے جانور کا کوئی مقصود اور مفاد متعلق نہیں، ''لأن القرن لا یتعلق به مقصود '' (۱) البتہ اگر سینگ اس طرح ٹوٹی کہ مغز دماغ تک پہونچ گئی تو پھر اس کی قربانی درست نہیں۔ ''فإن بلغ الکسر إلی المخ لم یجز'' (۲)

---

(۱) البحر الرائق: ۱۷۶/۸۔

(۲) رد المحتار: ۴۶۷/۹۔

جلالہ کی تعریف

سوال:- (1310) جلالہ کی تعریف کیا ہے؟

(محمد ایوب علی خان، شکاگو، امریکہ)

جواب:- جلالہ ایسے جانور کو کہتے ہیں جو نجاست کھایا کرتا ہو: "التی تأکل العذرة "(۱) جلالہ کے حکم کے بارے میں مشہور فقیہ علامہ شامیؒ نے فقہ کی ایک کتاب "المنتقی" سے نقل کیا ہے:

> "مکروہ جلالہ وہ ہے کہ جب قریب ہو تو اس سے بو آئے، نہ اس حالت میں اس جانور کو کھایا جائے، نہ اس کا دودھ پیا جائے، نہ اس کی سواری کی جائے، اس حالت میں اس کا فروخت کرنا اور ہبہ کرنا مکروہ ہے، اور علامہ بقالی نے ذکر کیا ہے کہ اس کا پسینہ بھی ناپاک ہے۔(۲)

خصی شدہ جانور کی قربانی

سوال:- (1311) خصی شدہ جانور کا گوشت کھانا اور اس کی قربانی دینا جائز ہے یا نہیں؟　　　　(رہ سوہانی)

جواب:- خصی شدہ جانور کی قربانی جائز ہے، اس میں کوئی قباحت نہیں، "الدر المختار" میں ہے: "ویضحی بالجماء والخصی "(۳) دراصل جانوروں میں آختہ ہونا عیب نہیں، کیونکہ آختہ جانوروں کا گوشت زیادہ لذیذ اور خوش ذائقہ ہوتا ہے، اور اس میں

---

(۱) الدر المختار مع الرد ۹/۳۹۱۔

(۲) رد المحتار: ۹/۳۹۱۔

(۳) الدر المختار مع الرد ۹/۴۶۷۔

بد بو نہیں ہوتی، تاجروں کے یہاں بھی خصی جانوروں کی قیمت زیادہ ہوتی ہے، جانوروں میں ایسی قدرتی اور معمولی تبدیلی قربانی میں رکاوٹ ہے، جوان کے حق میں عیب شمار کی جاتی ہو، بلکہ امام ابوحنیفہؒ سے منقول ہے کہ آختہ جانور کی قربانی بہتر ہے۔(۱) اور خود رسول اللہ ﷺ سے دو خصی مینڈھوں کی قربانی کرنا ثابت ہے۔(۲)

بڑے جانور میں سات حصے

سوال:- {1312} بڑے جانور میں جو سات حصے کیا جاتا ہے، کیا حدیث سے اس کا ثبوت ہے؟

(محمد ساجد، نظام آباد)

جواب:- جی ہاں! حضرت جابر بن عبداللہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''البقرة عن سبعة والجزور عن سبعة''(۳) ''گائے کی قربانی سات آدمیوں کی طرف سے ہو سکتی ہے اور اونٹ کی قربانی بھی سات آدمیوں کی طرف سے''

بڑے جانور میں سات سے کم حصے

سوال:- {1313} عید قرباں کے موقع پر اتفاق سے جانور چھوٹا ہے، تو کیا اس جانور میں سات حصے کرنا ضروری ہے یا سات سے کم حصے بھی کیے جاسکتے ہیں؟

(محمد عتیق الرحمن، عادل آباد)

---

(۱) " و يضحى بالجماء و الخصى ، و عن أبي حنيفة هو أولى ، لأن لحمه أطيب " (البحر الرائق: ۳۲۳/۸) محشی۔

(۲) البحر الرائق: ۱۷۹/۸۔

(۳) سنن أبي داؤد، حدیث نمبر: ۲۸۰۸۔

جواب:- بڑے جانور میں سات حصے کرنے کی گنجائش ہے، لیکن ایسا نہیں ہے کہ سات حصے ہی کرنا ضروری ہو، یہ زیادہ سے زیادہ حد ہے، اس سے کم حصے بھی کیے جاسکتے ہیں: " و تجزئ عما دون سبعة بالأولیٰ "(۱)

حج میں بڑے جانور میں حصہ لینا

سوال:-(1314) بقرعید کی قربانی میں بکرا یا اس کی جگہ بڑے جانور میں حصہ لیا جاتا ہے، تمتع کرنے والے حاجی پر بھی قربانی واجب ہوتی ہے، تو کیا اس کے لئے بھی گائے یا اونٹ میں حصہ لینا کافی ہو جائے گا۔ (محمد شاکر، ذوقرت پورہ)

جواب:- جیسے بقرعید کی قربانی میں ایک بکرے کی جگہ بڑے جانور میں حصے لینا کافی ہے، اسی طرح حج کی قربانی میں بھی اونٹ اور گائے وغیرہ میں ساتواں حصہ لے لینا کافی ہے، چنانچہ بخاری و مسلم میں حضرت جابر ؓ سے منقول ہے کہ ہم لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کیا تو سات افراد کی طرف سے اونٹ اور گائے کی قربانی کی۔ (۲) اسی لئے فقہاء نے بھی صراحت و وضاحت کے ساتھ اس کا ذکر کیا ہے، علامہ نسفی فرماتے ہیں: " و إذا رمی یوم النحر ذبح شاة أو بدنة أو سبعها " (۳)

پالتو اور جنگلی جانور کے اختلاط سے پیدا ہونے والے بچہ کی قربانی

سوال:-(1315) آج کل نباتات کی طرح جانوروں میں دو الگ الگ جنس کے جانوروں کے اختلاط سے نئے قسم کا

---

(۱) الدر المختار علی هامش الرد :۹/۴۵۷۔

(۲) صحیح مسلم حدیث نمبر:۳۵۵، ۳۵۰، ۳۵۲، باب جواز الاشتراک في الهدی۔ محشی

(۳) البحر الرائق :۳/۳۵۹۔

جانور پیدا کرنے کی کوشش کی جارہی ہے، تو اگر بکرا اور ہرن کے ذریعہ بچہ پیدا ہو تو، کیا اس کی قربانی کی جاسکتی ہے؟

(صلاح الدین، قطر)

جواب:- حدیث میں قربانی کے لیے جن جانوروں کا ذکر آیا ہے، وہ سب پالتو جانور ہیں نہ کہ جنگلی، اس لیے قربانی صرف پالتو جانوروں ہی کی ہوسکتی ہے، اگر پالتو اور جنگلی جانور کے اختلاط سے بچہ پیدا ہو تو ماں کا اعتبار ہوگا، اگر ماں پالتو جانور کے قبیل سے ہے، جس کی قربانی کی اجازت حدیثوں سے ثابت ہے، تو اس کی قربانی درست ہوگی، ورنہ نہیں، چنانچہ ہرن نر ہو اور بکری مادہ، تو ایسے جانور کی قربانی درست ہوگی، اگر صورت اس کے برعکس ہو تو اس کی قربانی درست نہیں، چنانچہ فقہاء لکھتے ہیں:

" فإن كان متولدا من الوحشي و الإنسي فالعبرة للأم ، فإن كانت أهلية تجوز وإلا فلا ، حتى لو كانت البقرة وحشية و الثور أهليا لم تجز " (۱)

(۱) الفتاوی الہندیۃ: ۵/۲۹۷، بدائع الصنائع: ۵/۶۹، فتاوی قاضی خان: ۳/۳۴۸۔

قربانی کا گوشت اور چرم

کیا قربانی کرنے والے کا خود گوشت کھانا ضروری ہے؟

سوال:- (1316) میں کثیر العیال ہوں، قربانی نہیں دے سکتا، میرے حال پر رحم کھا کر میری بہن جو حیدرآباد میں رہتی ہے، اپنی قربانی کی رقم ہر سال مجھے اپنی طرف سے قربانی دینے کے لئے میرے گاؤں بھجواتی ہے، اور میں اس کی طرف سے قربانی کے گوشت کے تین حصے کرتا ہوں، ایک حصہ فقراء میں، ایک حصہ عزیز و اقارب میں تقسیم کرتا ہوں اور ایک حصہ خود رکھ لیتا ہوں، مگر میں اپنی بہن کا حصہ حیدرآباد کو بھجوا نہیں سکتا، وہ حصہ میں خود ہی استعمال کر لیتا ہوں، کیا اس طرح سے میری بہن کی طرف سے قربانی ہو جاتی ہے؟ جواب ارسال فرمائیں، نوازش ہوگی۔ (م،ص، وقارآباد)

جواب:- یہ ضروری نہیں کہ جس شخص کی طرف سے قربانی کی جائے وہ بھی اس میں

سے کھائے اگر وہ دور ہو اور اس کو گوشت پہنچانا دشوار ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ آپ اس کا حصہ استعمال کرلیں، اقرباء اور غرباء کے حصہ میں بھی کمی بیشی کی جاسکتی ہے، البتہ بہتر ہے کہ غرباء کا حق ایک تہائی سے کم نہ کیا جائے: ''ویندب أن لا ینقص عن الثلث'' (۱)

کن صورتوں میں قربانی کا گوشت صدقہ کرنا واجب ہے؟

سوال:- (1317) سنا ہے کہ بعض صورتوں میں قربانی کے گوشت کو صدقہ کرنا واجب ہوتا ہے تو یہ کونسی صورتیں ہیں؟

(حامد علی، بمبئی)

جواب:- مشہور فقیہ علامہ شامیؒ نے ان صورتوں کو جمع کیا ہے جن میں قربانی کا گوشت نہیں کھایا جاسکتا:

۱- اگر قربانی کی نذر مانی گئی ہو: ''المنذورة ابتداء''

۲- ایام قربانی میں باوجود واجب ہونے کے قربانی نہ کرسکا، اب بعد میں اس کی تلافی کے طور پر جو جانور خرید کیا جائے، اسے صدقہ کردینا چاہیے، اگر اسے ذبح کیا جائے تو اس کی تمام اشیاء کو صدقہ کردینا واجب ہوگا: ''والتي وجبت تصدق بعينها بعد أيام النحر''

۳- مرنے والے نے اپنے مال میں سے قربانی کی وصیت کی ہو اور اسی کے مال سے وہ وصیت پوری کی جائے تو اس گوشت کو بھی صدقہ کردینا واجب ہے: ''والتي ضحى بها عن الميت بأمره على المختار''

---

(۱) الدر المختار مع الرد : ۴۷۴/۹۔

۴- قربانی کا جانور خرید لیا گیا، اس جانور نے بچے کو جنم دیا تو اس کو بھی صدقہ کرنا واجب ہے: ''والذی ولدتہ الأضحیۃ''

۵- ایک جانور میں سات افراد شریک تھے، ان میں سے ایک شخص کی نیت پچھلے سال کی قربانی کی قضا کرنا تھا، اب چوں کہ قضا کی قربانی میں صدقہ کرنا واجب ہوتا ہے، اس لیے اس پورے جانور کو صدقہ کرنا واجب ہو جائے گا: ''والمشترکۃ بین سبعۃ نوی بعضہ بحصۃ القضاء عن الماضی''(۱)

اس کے علاوہ علامہ شامیؒ نے ایک اور صورت بھی لکھی ہے، لیکن راجح یہی ہے کہ اس صورت میں صدقہ کرنا واجب نہیں ہوگا۔

قربانی کے گوشت سے کھانے کا آغاز

سوال:- {1318} بقرعید کے روز قربانی تک روزہ رکھنا اور قربانی کے گوشت سے روزہ کھولنا کیا واجب ہے؟

(محمد ریاض احمد، وجے نگر کالونی)

جواب:- رسول اللہ ﷺ کا معمول مبارک بقرعید کے دن نماز سے پہلے کھانے کا نہیں تھا، بلکہ نماز کے بعد آپ ﷺ قربانی کا گوشت تناول کرتے تھے،(۲) اس لیے جو شخص دس ذی

(۱) رد المحتار :۹/۴۷۲۔

(۲) ''کان رسول اللہ ﷺ إذا کان یوم الفطر لم یخرج حتی یأکل شیئا و إذا کان الأضحی لم یأکل شیئا حتی رجع و کان إذا رجع أکل من کبد أضحیتہ'' (بیہقی، حدیث نمبر:۶۰۹۱، باب یترک الأکل یوم النحر حتی یرجع) محشی۔

الجو کو قربانی کر رہا ہو، اس کے لیے مستحب ہے کہ اس روز قربانی کے گوشت سے کھانے کا آغاز کرے، لیکن جیسا کہ مذکور ہوا یہ استحبابی حکم ہے، واجب نہیں:

"و یستحب أن یکون أول تناول عن لحوم الأضاحی التی هي ضیافة الله، کذا في العیني"(۱)

صحت مند ہونے پر قربانی اور اس کا گوشت

سوال:- (1319) ایک طریقہ یہ آ رہا ہے کہ اگر کوئی شخص بیمار پڑ جائے تو صحت مند ہونے کے بعد گھر والے بکرا ذبح کرتے ہیں، اور اسے جان کی زکوۃ کہتے ہیں، کیا یہ گوشت گھر والے کھا سکتے ہیں؟　(سید حفیظ الرحمان، نظام آباد)

جواب:- اگر یہ نذر مانی گئی ہو کہ فلاں شخص صحت مند ہو جائے، تو بکرا ذبح کریں گے، تو ایسی صورت میں یہ نذر کی قربانی ہے، اس کا کھانا انہی لوگوں کے لئے جائز ہے جن کے لیے زکوۃ جائز ہو، جو رشتہ دار اس کی زکوۃ نہیں لے سکتے ان کے لئے اس قربانی میں سے کھانا جائز نہیں ہوگا، اور اگر پہلے سے اس قسم کی نذر نہیں مانی تھی، بلکہ صحت ہونے کے بعد بطور شکرانہ کے قربانی کر دی تو اس کا حکم وہی ہے جو بقر عید کی قربانی کا ہے، یعنی اس میں سے خود بھی کھا سکتے ہیں عزیز و اقارب کو بھی دے سکتے ہیں اور فقراء کو بھی۔

غیر مسلموں کو قربانی کا گوشت دینا

سوال:- (1320) غیر مسلموں کو قربانی کا گوشت دینے کا کیا حکم ہے؟　(محمد نصیر عالم سہیلی، جالے ہور جھنگ)

---

(۱)　الفتاوی الهندیة: ۱/۱۵۔

جواب:- غیر مسلموں کو قربانی کا گوشت دینا جائز اور درست ہے،(۱) لیکن میرا خیال ہے کہ موجودہ حالات میں اس طرح کا سلوک کرنا مستحب اور مستحسن ہے، اس سے اجنبیت کم ہوگی، اُنس بڑھے گا، اور ان کو احساس ہوگا کہ مسلمان مذہبی طور پر اتنے فراخ دل اور سیر چشم ہیں کہ اپنی خوشیوں میں غیر مسلم بھائیوں کو بھی شریک کرتے ہیں۔

غیر مسلموں کو عقیقہ کا گوشت دینا

سوال:- {1321} قربانی اور عقیقہ کا گوشت کیا ہندو بھائیوں کو دیا جاسکتا ہے؟ ایک عالم صاحب نے بتایا کہ اگر اہل ہنود کو دینا ہے تو بازار سے علاحدہ خرید کر گوشت دینا چاہئے۔ (محمد عبدالواحد، پالونچہ)

جواب:- قربانی اور عقیقہ وغیرہ کا گوشت غیر مسلم بھائیوں کو بھی دیا جاسکتا ہے: "و یهب منها ... المسلم والذمی "(۲) بلکہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک سوائے زکوۃ کے دوسرے صدقات واجبہ جیسے: کفارات اور نذر وغیرہ بھی غیر مسلم فقراء کو دینا جائز ہے۔

"ویجوز اعطاء فقراء أهل الذمة من الكفارات والنذور وغير ذلك الا الزكوة "(۳)

چرم قربانی کا مصرف

سوال:- {1322} ہر سال یہ دیکھا جارہا ہے کہ ہر گلی کوچہ میں پردے پر "قربانی میں حصے لیجئے" کہہ کر یہ تشہیر کی

---

(۱) الفتاوی الهندیة :۳۰۰/۵ ۔ محشی۔

(۲) الفتاوی الهندیة :۳۰۰/۵۔

(۳) بدائع الصنائع :۲۹۳/۳۔

جاتی۔ ورتقریبا 30% لوگ ایسے ہوتے ہیں جو تم حصہ کا لگا کر
خاموشی سے چرم اپنے نفع کے طور پر رکھ لیتے ہیں، میں نے خود
کئی رشتہ داروں کو اس غلطی سے آگاہ کیا، کچھ لوگ یہ سمجھ کر چرم اپنی
مدرسوں کو دینے لگے اور کچھ نہیں دیتے، مگر افسوس اس بات پر
ہے کہ قربانی میں ملنے والے حضرات پیسے دے کر سبکدوش
ہوجاتے ہیں کہ ہم کو مل گیا، ان کو پتہ بھی نہیں کہ چرم کسی مدرسہ
یا جماعت کو دیا گیا یا نہیں؟ (محمد شرف الدین قریشی، رحمت نگر)

جواب:- اصل میں چرم قربانی کا وہی مصرف ہے جو گوشت وغیرہ کا ہے، یعنی چمڑے کو اپنی اصل حالت پر رکھتے ہوئے خود بھی استعمال کرسکتا ہے، صاحب استطاعت دوست احباب کو بھی دے سکتا ہے، اور غرباء کو بھی، لیکن اگر چمڑا کسی شئی کے بدلہ فروخت کر دیا جائے، تو اس کی دو صورتیں ہیں، ایک صورت یہ ہے کہ اس شئی کے وجود کو باقی رکھتے ہوئے اس سے نفع اٹھایا جاتا ہو، اس صورت میں اس شئی سے نفع اٹھانے کی گنجائش ہے، دوسری صورت یہ ہے کہ چمڑے کے عوض کوئی ایسی چیز حاصل کرے کہ جس کو باقی رکھتے ہوئے اس سے نفع اٹھانا ممکن نہیں جیسے چمڑا دے کر گوشت یا چاول یا گیہوں حاصل کرے، یا پیسوں کے عوض چمڑا فروخت کردے، تو ظاہر ہے کہ ان صورتوں میں چمڑے کے عوض کے طور پر جو چیز حاصل کی جاتی ہے اس کو اپنی اصل حالت پر قائم اور باقی رکھتے ہوئے نفع نہیں اٹھایا جاسکتا ہے، ایسی چیزوں کا صدقہ کردینا واجب ہے۔

"و یتصدق بجلدھا أو یبدله بما ینتفع به باقیا
لا بمستهلك كخل ولحم ونحوه" (1)

آج کل عام طور پر چرم پیسوں کے عوض فروخت کیا جاتا ہے، لہٰذا ان کا صدقہ کرنا واجب ہے، جن لوگوں کو زکوۃ دی جاسکتی ہے انہیں کو چرم قربانی بھی دیا جاسکتا ہے، اور بہتر طریقہ یہی ہے

(1) الدر المختار مع الرد: ۴۷۵/۹۔

کہ چرم یا اس کی قیمت غرباء پر صرف کردی جائے، تا کہ قربانی کے ساتھ ساتھ مزید صدقہ کا ثواب بھی حاصل ہو، ایسے دینی مدارس جہاں طلبہ کے کھانے پینے کا نظم ہو، کو چرم دینا دوہرے اجر و ثواب کا باعث ہے، ایک تو صدقہ کا اجر ہے، دوسرے دینی تعلیم جیسے عظیم کام میں تعاون بھی ہے، اس لئے ایسے لوگوں کو چرم حوالہ کرنا چاہئے جو خود اس کے مستحق نہ ہوں، اور اس بات کی توقع بھی نہ ہو کہ وہ مستحقین تک چرم پہونچائیں گے۔

چرم قربانی کی رقم سے وضوء خانہ کی چھت

سوال:- (1323) چرم قربانی کی رقم سے وضوء خانہ کی عارضی چھت کا بندوبست کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

(سید خواجہ معین الدین، صدراسیہ پیٹ)

جواب:- اگر چرم قربانی کو روپے یا کسی اور چیز سے بدلا جائے تو اس کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہے۔ (۱) لہذا اس سے وضوء خانہ کی تعمیر یا اس کی چھت کا کام کرنا درست نہیں۔

چرم قربانی کی رقم سے عیدگاہ کی زمین خرید کرنا

سوال:- (1324) ظہیرآباد میں توسیع عیدگاہ کے لئے ایک تین ایکڑ زمین خرید کی گئی ہے، ۱۴/ لاکھ کی منجملہ ۱۰/ لاکھ ادا کئے گئے ہیں، مزید کیا چرم قربانی کی رقم سے ادا کی جاسکتی ہے؟

(محمد خلیل احمد، معتمد عیدگاہ کمیٹی، ظہیرآباد)

جواب:- چرم قربانی کی قیمت کو صدقہ کر دینا واجب ہے، صدقہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ کسی مستحق زکوٰۃ کو اس کا مالک بنادیا جائے، عیدگاہ کی زمین کی قیمت ادا کرنے میں ظاہر ہے کہ کسی غریب شخص کو مالک بنانے کی صورت نہیں پائی جاتی، اس لئے یہ صورت درست نہیں۔

(۱) الدر المختار: ۳۳۳/۲۔

اجتماعی قربانی اور چرم قربانی کا مصرف

سوال:- {1325} ہمارے شہر میں ایک تنظیم کی جانب سے عیدالاضحی کے موقع پر اجتماعی قربانی کا اہتمام کیا جاتا ہے، تمام اخراجات کے بعد حصص میں سے بچی ہوئی رقم بھی بعد قربانی صاحب قربانی کو لوٹادی جاتی ہے، نیز یہ کہ اس کے چرم سے حاصل ہونے والی رقم شہر کے غرباء و مساکین اور بیواؤں میں ماہانہ وظائف کی شکل میں تقسیم کی جاتی ہے، شرعی اعتبار سے یہ مصرف صحیح ہے یا نہیں؟ تفصیل سے روشنی ڈالیں۔

(محمد عبدالرحمن، مکھل)

جواب:- اجتماعی قربانی کا نظم جائز ہے، بچی ہوئی رقم کا اصحاب حصص کو واپس کردینا مناسب ہے، اور جو لوگ زکوۃ کے مستحق ہیں، یعنی غرباء و مساکین اور ایسی بیوائیں جو نصاب زکوۃ کی مالک نہیں، ان کو اس میں سے گزر اوقات کے لئے ماہانہ وظائف دینا بہتر عمل ہے، اس میں کوئی قباحت نہیں۔

چرم قربانی کا بغیر تملیک کے استعمال

سوال:- (1326) کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ درس گاہ جہاد و شہادت ایک ایسی تنظیم ہے جس میں مسلمانوں کو حفاظت خود اختیاری کی تربیت دی جاتی ہے، جس کے اخراجات، فیس اور چرم قربانی سے چلائے جاتے ہیں، ہم میں کچھ اختلافات ہو گئے ہیں، براہ کرم مسائل کی یکسوئی کریں۔

(الف) امیر صاحب جناب شیخ محبوب علی چرم قربانی کی رقم کو بغیر تملیک کے استعمال کا حکم دیتے ہیں، ہم نے کئی مفتیان کرام کے فتاوی بتلائے، لیکن وہ نہیں مانتے، اس کے جواب میں مولانا مودودی کی تفسیر تفہیم القرآن میں سورہ توبہ آیت ۶۰ کی تفسیر بتلاتے ہیں، چرم کے پیسے ۱۲۰۰۰ بارہ ہزار روپے سکھانے والوں کی تنخواہ دیتے ہیں۔

(ب) امیر صاحب کہتے ہیں، کہ اس کام کے لیے ہم بینک بھی لوٹ سکتے ہیں، حضورؐ بھی کفار کے قافلوں کو لوٹا اور قتل کرتے تھے نعوذ باللہ من ذلک، نیز پانچواں حصہ کا حقدار امیر کو بتلاتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ اس کا کوئی حساب نہ پوچھے۔

(ج) میں نے جب امیر صاحب سے پوچھا کہ عید الاضحیٰ ۸۸ء کے چرم کتنے کے ہوئے تو وہ ۳۱۰۰۰ کے بتلائے، اور ۳۰۰۰ ایڈوانس وصولی بتلائے، جب میں نے حاجی نجم الدین صاحب مالک مظفر سکن بھٹی سے معلوم کیے تو معلوم ہوا کہ چرم ۳۹۴۴۰ روپے کے ہیں، اور ایڈوانس وصولی کے روپے ۲۰۰۰ ہیں، جب میں نے شیخ صاحب سے پھر دریافت کیا ایسا آپ نے جھوٹ کیوں بولے تو کہنے لگے ۴۱۰۰۰ کے ہو سکتے ہیں، بولا تھا اور مزید کہ ۳۰۰۰ نہیں بلکہ ۲۰۰۰ بولا، آپ کے سننے میں بھول ہوئی ہوگی، بات آگے بڑھ کر یہاں تک پہونچ گئی کہ وہ جھوٹی قسم قرآن پر ہاتھ رکھ کر کھائے، جواب میں مجھے صفائی کے لیے احباب کے سامنے مجھ کو بھی قسم کھانا

پڑی، میں اس چوری کا گواہ کسی کو اس لیے نہیں بتایا کہ میرا
خیال تھا کہ انہیں اپنی اس چوری کا احساس دلا کر توبہ کرواؤں
اور آئندہ جوائنٹ اکاؤنٹ رکھوں، لیکن وہ جوائنٹ اکاؤنٹ
رکھنے کے لیے راضی نہیں ہیں، بتلایئے کہ ہم کیا کر سکتے ہیں،
براہ کرم خوشخط اور نمبر کے ساتھ جواب ارسال فرمائیں، تاکہ
امت محمدیہ ﷺ اس امیر کی اطاعت کرے یا نہ کرے؟

(ایک رکن، درس گاہ جہاد و شہادت)

جواب:- بشرط صحت سوال آپ کے جوابات حسب ذیل ہیں:

(الف) چرم قربانی فروخت کیے جانے کے بعد اس کی قیمت صدقہ کردینا واجب ہے، اور اس کا حکم وہی ہوتا ہے، جو عام صدقات واجبہ کا ہے، اور زکاۃ کا ہے؛ زکاۃ کے بارے میں یہ بات متفق علیہ ہے کہ مستحقین کو مالک بنانا ضروری ہے، لہٰذا ایسے مدات میں جن میں مالک بنانے کی شرط نہ پائی جاتی ہو، ان رقوم کو خرچ کرنا جائز نہیں ہے، مولانا مودودی مرحوم اور ڈاکٹر یوسف قرضاوی نے " فی سبیل اللہ " کے لفظ سے ایسے مدات مراد لئے ہیں، جن میں تملیک کی نوبت نہ آتی ہو اور اس کے دائرہ کو بہت عام کر دیا ہے، لیکن یہ تفسیر عام سلف صالحین اور بالخصوص ائمہ اربعہ کی تفسیر کے خلاف ہے، ان حضرات کے نزدیک " فی سبیل اللہ " سے " مجاهد فی سبیل اللہ " جو اللہ کے راستہ میں جہاد کے لیے نکلا ہو اور مفلوک الحال ہو جائے، یا ایسے منقطع مراد ہیں جن پر حج واجب ہو، اور حج ادا نہ کر پایا ہو، اور بعد کو حج کی ادائیگی پر راستہ میں کسی عارض کے پیش آنے سے قادر نہ ہو، البتہ فقہاء کرام نے ضرورۃً تملیک کا حیلہ اختیار کر کے دوسرے مدات میں بھی استعمال کی اجازت دی ہے، اس لیے امیر موصوف کا اس رقم سے گاڑی خریدنا اور معلمین کو تنخواہ دینا جائز نہیں، اور صرف ایک دو اشخاص کی رائے کو ترجیح دیتے ہوئے سلف صالحین، علماء کرام اور ائمہ مجتہدین کی رائے کو نظر انداز کر دینا حد درجہ

نامناسب عمل ہے۔

(ب) یہ کہنا کہ ان کے لیے بینک بھی لوٹ سکتے ہیں، صحیح نہیں، یہ بات اس وقت درست ہوسکتی تھی جب کہ ہندوستان دارالحرب ہوتا، اور کفار اور مسلمان کے درمیان کوئی دستوری معاہدہ نہ ہوتا، اب صورت حال یہ ہے کہ چوں کہ مسلمانوں کو اس ملک میں مذہبی آزادی حاصل ہے، اور دستور کے تحت باہمی معاہدہ کے ساتھ مسلمان یہاں رہتے ہیں، اور خود بھی حکومت میں شریک ہیں، البتہ کفار کو غلبہ حاصل ہے، اس لیے دارالکفر تو ہے، لیکن دارالامن اور دارالاسلام ہے، یہاں قتل و غارت گری جائز نہیں۔

رسول اللہ ﷺ کے بارے میں یہ کہنا کہ حضور ﷺ بھی کفار کا قافلہ لوٹتے اور قتل کرتے تھے، ناروا اور نامناسب ہے، آپ ﷺ نے صرف ان کفار کو قتل کرایا جو مسلمانوں سے درپے جنگ تھے، اور مسلمانوں سے ان کا کوئی معاہدہ نہ تھا، اسی طرح آپ ﷺ نے اس تجارتی قافلہ پر حملہ کرایا تھا جس کا سرمایہ مسلمانوں کے خلاف استعمال ہونے کا شدید اور قوی اندیشہ تھا، نیز مسلمانوں پر ان کی زیادتی کے باعث ان کی تجارتی ناکہ بندی ضروری ہوگئی تھی۔

خمس کا اصول یہ ہے کہ اول تو زکوٰۃ اور صدقات وغیرہ میں خمس ہے ہی نہیں اور مال غنیمت میں بھی خمس حکومت اسلامی کے سربراہ کے لیے ہے، نہ کہ کسی خاص جماعت یا انجمن کے امیر کے لیے، اس لیے موصوف کا خمس کا مطالبہ کرنا اور یہ کہنا کہ اس میں سے کوئی حساب نہ پوچھے، قطعاً غلط اور خلاف شرع ہے۔

(ج) میں رقوم کی بابت جو اختلافات اور ان کی کذب بیانی لکھی گئی ہے، چوں کہ اس سلسلہ میں کوئی بینہ اور ثبوت میرے سامنے نہیں ہے، اس لیے میں یقین کے ساتھ اس بارے میں کچھ اظہار خیال نہیں کرسکتا، اگر واقعی انہوں نے اس طرح کیا ہے، اور اس کا اقرار نہیں ہے، تو عنداللہ ماخوذ ہوں گے، البتہ اس زمانہ میں جو فتنہ، دھوکہ اور دغابازی کا زمانہ ہے، یہ بات مناسب نظر آتی ہے کہ جماعت کا اکاؤنٹ رکھا جائے کہ اس طرح اپنے نفس کے شرور سے بھی زیادہ

حفاظت ہے اور دوسروں کے سوءظن سے بھی حفاظت ہوتی ہے، امیر جب تک امارت پر برقرار ہے، معروف (موافق شرع امور) میں اس کی اطاعت واجب ہے، اور ایسی باتوں میں جو خلاف شرع ہوں، اطاعت جائز نہیں۔ هذا ما عندي والله اعلم بالصواب۔

متفرق مسائل

اسلامک ڈیولپمنٹ بینک کے ذریعہ قربانی

سوال:- {1327} سورخہ 2/فروری {2001} کے منصف میں ایک صاحب نے ایک مضمون "حج مشاہدے اور مشورے" کے تحت لکھا ہے کہ اپنی قربانی اپنے ہاتھ سے کریں، یا اسلامی ڈیولپمنٹ بینک سے رسید لیں، کسی انجانے آدمی کو قربانی کی رقم نہ دیں، اس سلسلہ میں عرض ہے کہ رمی کے بعد قربانی کرنی چاہئے، اس کے بعد حلق یا قصر کروانا ہے، اگر قربانی کی رقم ڈیولپمنٹ بینک یا کسی اور کمپنی کو دی جائے، تو قربانی وقت پر نہ ہو سکنے کا امکان ہے، اس طرح ترتیب کی رعایت نہ ہو سکے گی اور شاید دم دینے کا مسئلہ پیدا ہو، اس سلسلہ میں مسئلہ کی صحیح نوعیت واضح کردیں۔ (محمد عزیز، مکی)

جواب:- آپ کا شبہ بجا ہے، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک رمی، قربانی اور بال کٹانے یا

منڈانے میں ترتیب کی رعایت ضروری ہے، دوسرے فقہاء وامام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ اور امام ابوحنیفہؒ کے دونوں شاگرد امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک ترتیب واجب نہیں ہے، تو اژدحام اور قربان گاہ کی دوری کی وجہ سے ہندوستان میں بھی بہت سے علماء نے موجودہ مشکلات کی وجہ سے ان فقہاء کی رائے پر عمل کرنے کی گنجائش دی ہے، لیکن امام صاحب کی رائے میں زیادہ احتیاط ہے، اس لئے بہتر ہے کہ قربانی خود کی جائے، یا چند حجاج مل کر اپنے ہی میں سے ایک شخص کو قربانی کا وکیل بنادیں، وہ ان حضرات کی طرف سے قربانی کردے، بینک کے ذریعہ جو قربانی ہوتی ہے، اس میں جانور متعین نہیں ہوتا، کہ کس جانور کی قربانی کس شخص کی طرف سے کی جارہی ہے، اس سبب سے بینک کے ذریعہ ہونے والی قربانی مشکوک ہے۔

بینک کی معرفت قربانی

سوال:- (1328) بوقت حج قربانی حاجی خود اپنے ہاتھوں سے دے، یا کسی بینک یا ادارہ کو بھی اس کا ذمہ دار بنایا جاسکتا ہے؟ خارجاً مسموع ہوا کہ حکومت سعودیہ نے قربانی کا کوپن سسٹم رائج کیا ہے، آپ رقم جمع کروادیں اور کوپن لے لیں، جانور کے قربانی کی ذمہ داری رقم حاصل کرنے والے بینک یا ادارہ پر ہوگی، کیا یہ طریقہ قربانی از روئے شریعت محمدی درست ہے؟　　(قاری ایم، ایس خان، جدید ملک پیٹ)

جواب:- مناسب ہے کہ قربانی خود کی جائے یا چند لوگ مل کر کسی کو اپنا وکیل بنالیں، کوئی معتمد یا معتبر ادارہ ہو، تو اس کو بھی وکیل بنایا جاسکتا ہے، آج کل سعودی عرب میں بعض بینک ہیں، جنہوں نے قربانی کا انتظام کیا ہے، لیکن بعض وجوہ سے اس قربانی کا صحیح ہونا مشکوک ہے:

۱- اولاً تو حنفیہ کے یہاں قربانی کی آخری تاریخ ۱۲/ ذی الحجہ ہے، بعض فقہاء کے نزدیک ۱۳/ ذی الحجہ کو بھی قربانی کی جاسکتی ہے، چنانچہ اس نظام کے تحت ۱۳/ ذی الحجہ تک قربانی کا سلسلہ

جاری رہتا ہے۔

دوسرے حنفیہ کے یہاں ترتیب واجب ہے، کہ رمی کرنے کے بعد ہی قربانی ہو، اور قربانی کے بعد بال کٹایا جائے، دوسرے فقہاء کے نزدیک یہ ترتیب واجب نہیں، چنانچہ مذکورہ بینک کے تحت قربانی میں ترتیب کی رعایت ملحوظ نہیں ہوتی، یہ دو باتیں تو ایسی ہیں جن میں ائمہ مجتہدین کے درمیان اختلاف رائے ہے۔ اور مشقت کے مواقع میں دوسرے فقہاء کی رائے سے استفادہ کی گنجائش ہے، بشرطیکہ مستند اور معتبر فقہاء نے اسے قبول کیا ہو۔

تیسرا مسئلہ اس سے بھی زیادہ اہم ہے، اور وہ یہ ہے کہ جس جانور کی قربانی جس شخص کی طرف سے ہو، ذبح کرتے ہوئے اس کی طرف سے قربانی کی نیت ہونی چاہئے، اور جانور کو اس شخص کی طرف سے متعین رہنا چاہئے، لیکن جہاں تک میرے علم میں ہے، اس کی رعایت نہیں ہو پاتی ہے، بلکہ مثلاً ایک لاکھ افراد نے ٹکٹ لیا، تو عملاً بحساب ایک لاکھ جانور ذبح کر دیئے جاتے ہیں، جانور کے ذبح کرنے کے وقت نیت اور تعیین نہیں ہوتی کہ یہ جانور فلاں، فلاں شخص کی طرف سے ہے، حالانکہ یہ ائمہ اربعہ کے یہاں ضروری ہے۔

اس لئے تحقیق حال ضروری ہے، اور جب تک کسی کے بارے میں اطمینان نہ ہو جائے کہ یہ شخص یا ادارہ صحیح طریقہ پر قربانی کرتا ہے، اس وقت تک اس کو قربانی کا وکیل بنانا مناسب نہیں، قربانی حج تمتع میں واجب ہے، حج عمر میں ایک بار فرض ہے، اور کثیر اخراجات اور مشقت کے ساتھ حج کے لئے لوگ وہاں پہنچتے ہیں، اس لئے ضروری ہے کہ اس مسئلہ میں حتی المقدور احتیاط سے کام لیں اور تھوڑی سی مشقت سے بچنے کے لئے بے احتیاطی کو روا نہ دیں، اور مشکوک طریقہ پر عبادت انجام دینے کے مرتکب نہ ہوں۔

قربانی کا وقت

سوال:- {1329} قربانی کس وقت کرنا جائز ہے؟

کیا بقر عید کے دن فجر کے بعد ہی سے قربانی کی جا سکتی ہے، یا
عیدگاہ کی نماز ہو جانا ضروری ہے؟ (عبد القدیر خاں، منگلور)

جواب:- قربانی کے وقت کے سلسلے میں تفصیل یہ ہے کہ:

(الف) جن مقامات پر عیدین کی نماز نہیں ہوتی ہو، یعنی دیہات و قریہ جات، وہاں فجر کے بعد ہی قربانی کی جا سکتی ہے، " وبعد طلوع فجر یوم النحر "(۱)

(ب) شہر میں جہاں عید کی نماز ہوتی ہو وہاں نماز عید کے بعد ہی قربانی کرنا درست ہے، اگر ایک شہر میں کئی مقامات پر نماز عید ادا کی جاتی ہو تو سب سے پہلے جہاں نماز ادا کی جائے اس کا اعتبار ہوگا، اس کے بعد قربانی کی جا سکتی ہے، اگر چہ ابھی عیدگاہ میں نماز نہیں ہوئی ہو، درمختار میں ہے:

" و أول وقتها بعد الصلاة ... أي بعد صلاة عيد "(۲)

اور علامہ شامیؒ فرماتے ہیں :

"ولو ضحى بعد ماصلى أهل المسجد ولم يصل أهل الجبانة أجزأه إستحسانا"(۳)

(ج) اگر خدانخواستہ کسی وجہ سے ۱۰/ ذوالحجہ کو عید کی نماز نہ ہو پائے تو پھر آفتاب ڈھلنے کے بعد یعنی ظہر کا وقت شروع ہونے کے بعد ہی قربانی جائز ہوگی:

"وإن أخر الإمام صلاة العيد فلا ذبح حتى ينتصف النهار "(۴)

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار :۹/۳۶۱۔
(۲) الدر المختار علی هامش رد المحتار :۹/۳۶۱۔
(۳) رد المحتار:۹/۳۶۰، بیروت۔
(۴) الدر المختار علی هامش رد المحتار :۹/۳۶۱۔

اس تفصیل سے واضح ہے کہ عید کی نماز کے انتظار کرنے کی ضرورت نہیں، شہر میں کسی بھی جگہ نماز ہو جائے تو یہ کافی ہے۔

قربانی کے وقت میں مقامِ قربانی کا اعتبار

سوال:- {1330} عام طور پر بقر عید کے موقعہ پر ہر کوئی قربانی کے حصوں میں شریک ہونے کی اپیل کرتے ہیں، جس پر اعتماد ہوتا ہے لوگ قربانی میں حصہ لے کر اپنا نام لکھوا دیتے ہیں، اور جتنے بھی حصوں کے کاروبار کرتے ہیں وہ سب سے پہلے اپنے قریبی حلقوں میں صبح ۷ بجے نماز ادا کرنے کے بعد جانور ذبح کر دیتے ہیں، ان کو پتہ بھی نہیں ہوتا کہ جس کے نام کی قربانی کی جارہی ہے وہ بھی ۷ بجے نماز پڑھتے ہیں یا نہیں؟ تو کیا ان لوگوں کی قربانی ہو جاتی ہے جو ۷ بجے نماز نہیں پڑھتے، بلکہ ۹ بجے نماز عید ادا کرتے ہیں، شرعی مسئلہ بتا دیں تا کہ اصلاح ہو سکے۔

(محمد شرف الدین قریشی، رحمت نگر)

جواب:- قربانی کے وقت کے سلسلہ میں دو باتیں ذہن میں رکھیں، اول یہ کہ قربانی کے درست ہونے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ جس کی طرف سے قربانی ہو رہی ہے وہ نماز عید ادا کر چکا ہو، بلکہ اعتبار قربانی کی جگہ کا ہے، جس جگہ قربانی ہو رہی ہے، وہاں نماز عید ہو چکی ہو تو یہ کافی ہے، اور اسی کا اعتبار ہے، علامہ حصکفیؒ فرماتے ہیں: "والمعتبر مکان الأضحیة لامکان من علیه" (۱) دوسرے شہر میں کسی بھی ایک جگہ نماز ہو چکی ہو تو پورے شہر میں قربانی درست ہے، خواہ ابھی دوسری جگہ نماز نہیں ہوئی ہو، اور قربانی کرنے والے نے خود نماز ادا نہ کی ہو۔

---

(۱) الدر المختار مع الرد: ۹/۴۶۱۔

"ولو ضحی بعد ماصلی أهل المسجد ولم یصل
أهل الجبانة اجزأه إستحسانا "(۱)

اس لئے جو صورت آپ نے لکھی ہے وہ درست ہے اور اس میں قربانی ادا ہو جاتی ہے۔

رات میں قربانی

سوال:- (1331) رات میں قربانی کرنے کا کیا حکم ہے؟ آج کل حجاج منیٰ میں رات میں بھی قربانی کرتے رہتے ہیں، اور تمام حجاج کو دن ہی میں قربانی کرنے کا پابند بنایا جائے تو اس سے لوگوں کو دشواری ہو سکتی ہے؟

(عبداللہ، نظام آباد)

جواب:- رات میں فی نفسہ قربانی کرنا مکروہ نہیں، بلکہ چونکہ تاریکی کی وجہ سے غلطی کا احتمال ہوتا ہے، اور اندیشہ ہے کہ ذبح میں جن رگوں اور نالیوں کو کاٹنا مطلوب ہے، وہ صحیح طور پر کٹ پائیں، اس لئے فقہاء نے رات میں قربانی کو منع کیا ہے:

"ویجوز الذبح فی لیالیها إلا أنه یکره
لاحتمال الغلط فی الظلمة "(۲)

لہذا اگر روشنی کا ایسا انتظام ہو کہ غلطی کا اندیشہ باقی نہ رہے تو رات میں بھی قربانی کرنے اور جانور کے ذبح کرنے میں کچھ حرج نہیں، حج کے موقع سے قربان گاہ کا علاقہ اتنا روشن ہوتا ہے کہ اگر ایک سوئی بھی گرے تو نظر آجائے، اس لئے وہاں رات کو قربانی کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

---

(۱) ردالمحتار: ۴۶۱/۹۔

(۲) البحر الرائق: ۳۲۲/۸۔

خریدا ہوا گمشدہ جانور ایام قربانی کے بعد مل جائے

سوال:- {1332} اگر کسی شخص نے قربانی کا جانور خریدا، قربانی کے دنوں میں جانور گم ہوگیا اور بعد میں اس وقت ملا جب بقرعید گزر چکی تھی، تو اب اس شخص کے لئے کیا حکم ہے؟ (محمد فیاض، ٹولی چوکی)

جواب:- اس مسئلہ کی تین صورتیں ہیں:

(الف) اگر قربانی کا جانور خریدنے والا غریب آدمی تھا کہ جس پر قربانی واجب نہیں ہوتی، تو قربانی کی نیت کی وجہ سے وہ جانور قربانی کے لئے متعین ہوگیا ہے، گویا یہ اس کے حق میں "نذر" ہے، اس لئے جب بھی وہ جانور دستیاب ہو، ایام قربانی گزرنے کے بعد اسے زندہ حالت میں صدقہ کردینا واجب ہوگا:

"... أو كان فقيرا وقد اشترى الأضحية تصدق بها حية " (۱)

چاہے ایام قربانی میں اس نے دوسرے جانور کی قربانی کردی ہو یا نہ کی ہو۔

(ب) جس شخص پر قربانی واجب ہے اس کا جانور کھو گیا، ایام قربانی میں اس نے اس کے بدلہ میں دوسرے جانور کی قربانی کردی، بعد کو یہ گمشدہ جانور ملا، اب اس کا یا اس کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب نہیں، کیونکہ مالدار شخص کے حق میں قربانی کی نیت سے جانور خریدنے کی وجہ سے قربانی کے لئے وہ متعین نہیں ہوجاتا۔

(ج) اگر اس کے بدلہ قربانی نہیں کی تھی، تو چوں کہ قربانی اس کے ذمہ باقی ہے، اس لئے اب وہ ایک جانور کی قیمت صدقہ کردے، خواہ یہی جانور ہو یا کوئی اور:

---

(۱) الهداية: ۴/۴۴۶۔

" وإن كان غنيا تصدق بقيمة شاة اشترى أو لم يشتر " (۱)

(د) اگر کسی نے قربانی کرنے کی نذر مان رکھی تھی اور اسی نیت سے جانور خرید لیا تھا، مگر شدہ جانور ایام قربانی کے بعد مل گیا، تو گو وہ مالدار ہو پھر بھی اس جانور کو زندہ صدقہ کردینا ضروری ہوگا۔ (۲)

جس کی قربانی قضاء ہو جائے؟

سوال:- {1333} جس شخص پر قربانی واجب ہے، اگر وہ ۱۲/ ذی الحجہ تک کسی وجہ سے قربانی نہیں کرسکا اور وقت گزر گیا تو اب اس کے لئے تلافی کی کیا صورت ہوگی؟

(محمد اسعد اللہ، مصطفی نو پورم)

جواب:- اگر جانور خرید چکا تھا اور کسی وجہ سے قربانی نہیں کرسکا، تو اس کو اختیار ہے کہ چاہے تو زندہ صورت میں جانور صدقہ کردے، یا اس کی قیمت صدقہ کردے، اور اگر جانور خرید نہیں کیا تھا تو قیمت ہی کا صدقہ کردینا واجب ہے:

" ... وجوب التصدق بالقيمة مقيد بما إذا لم يشتر فهو مخير بين التصدق بالقيمة أو التصدق بها حية " (۳)

(۱) حوالہ سابق ۳/ ۳۳۷ ۔ محشی۔
(۲) حوالہ سابق: ۳/ ۳۳۱، نیز دیکھئے: فتح القدیر: ۸/ ۴۳۲۔
(۳) رد المحتار: ۹/ ۴۶۵۔

قربانی کرنے والے کا ناخن وغیرہ کاٹنا

سوال:- {1334} کیا قربانی دینے والے کو ذوالحجہ کی پہلی تاریخ سے بال اور ناخن کاٹنا نہیں چاہئے؟ اور یہ حکم صرف قربانی کرنے والے کے لئے ہے، یا تمام مسلمانوں کے لیے؟ چاہے وہ قربانی کرتا ہو یا نہ کرتا ہو؟

(محمد جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

جواب:- ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"جب ذوالحجہ کا پہلا عشرہ شروع ہو جائے اور قربانی دینے کا ارادہ ہو تو بال اور ناخن نہ کاٹے جائیں، جب تک قربانی نہ دے دیں"(۱)

ایک روایت میں یہ صراحت بھی موجود ہے کہ ذوالحجہ کا چاند طلوع ہوتے ہی ان چیزوں سے رک جائیں،(۲) اس حدیث کی روشنی میں فقہاء نے اس عمل کو مستحب قرار دیا ہے،(۳) البتہ یہ استحباب صرف ان لوگوں کے لئے ہے جن کا ارادہ قربانی کرنے کا ہو، جیسا کہ حدیث کے الفاظ سے بصراحت یہ بات واضح ہے۔

---

(۱) سنن نسائی، حدیث نمبر:۴۳۶۲، ۴۳۶۷؛ ۴۳۶۸، ۴۳۶۹، باب من أراد أن یضحی فلا یأخذ من شعرہ۔ محشی۔

(۲) صحیح مسلم، حدیث نمبر ۵۱۱۷ تا ۵۱۲۳، باب النہی من دخل علیہ عشر ذی الحجۃ وھو یرید التضحیۃ الخ۔

(۳) الفقہ الإسلامی و أدلتہ: ۶۲۶/۳، ۶۲۷، المغنی لابن قدامۃ: ۳۴۲/۹۔ محشی۔

قربانی کی دعا ایک نے پڑھی اور ذبح دوسرے نے کیا

سوال:- (1335) عید کی قربانی کے وقت یہاں ایک صاحب نے قربانی کی دعا پڑھی اور دوسرے نے جانور ذبح کیا، کیا یہ قربانی درست ہوئی؟ (محمد لطیف حسین، جنگاؤں)

جواب:- کسی کی طرف سے قربانی کرنے کے لیے زبان سے نیت کرنا ضروری نہیں، دل سے ارادہ کرلینا بھی کافی ہے، لہذا اگر ذبح کرنے والے نے دل سے قربانی کی نیت کی اور بسم اللہ کہہ کر جانور ذبح کردیا تو قربانی درست ہوجائے گی، ہاں یہ بات درست نہیں کہ ایک شخص بسم اللہ پڑھے اور دوسرا ذبح کرے، خود ذبح کرنے والے کے لیے بسم اللہ کہنا ضروری ہے۔ "وفیها تشترط التسمیة من الذابح"(1) قربانی کے سلسلے میں بھی بہتر یہی ہے کہ جانور ذبح کرنے والا خود قربانی کی دعا پڑھے۔

(1) رد المحتار: ۹/۴۳۸۔

عقیقہ کے احکام

قربانی کے ساتھ عقیقہ کا حصہ

سوال:- {1336} بقر عید کے بڑے جانور کی قربانی میں کیا عقیقہ کرنے والے بھی شامل ہو سکتے ہیں، اگر ہو سکتے ہیں تو لڑکوں کے لئے کتنے حصے اور لڑکیوں کے لئے کتنے حصے لینے چاہئے؟ (محمد عبدالغفار، سولاپور)

جواب:- قربانی کے ساتھ عقیقہ کا حصہ لیا جا سکتا ہے، کیونکہ دونوں کا مقصد اللہ تعالیٰ کا تقرب ہے، لڑکی کی طرف سے ایک حصہ اور لڑکے کی طرف سے دو حصے لینا بہتر ہے، تاہم اگر گنجائش نہ ہو تو لڑکے کی طرف سے ایک حصہ پر اکتفاء کیا جا سکتا ہے۔

ایک ہی جانور میں قربانی اور عقیقہ کا حصہ

سوال:- {1337} کیا عقیقہ میں خاندان والے یا دوست احباب ایک گائے میں بہ حساب دو حصے فی لڑکا اور

ایک حصہ لڑکی دے سکتے ہیں؟ نیز کیا ایک ہی گائے میں
بقرعید کی قربانی اور عقیقہ کے حصے لئے جا سکتے ہیں؟

(محمد عبدالحفیظ، مولاعلی)

جواب:- جیسے قربانی کا مقصد اللہ تعالیٰ کی قربت اور عبادت ہے، ویسے ہی عقیقہ کا مقصد بھی شکرانہ کے طور پر عبادت اور قربت ہی ہے، اس لئے فقہاء نے دونوں کو ایک ہی حکم میں رکھا ہے، دو بکرے کی جگہ دو حصہ اور ایک بکرے کی جگہ ایک حصہ بھی عقیقہ کے لئے کافی ہے، نیز یہ بات بھی درست ہے کہ ایک ہی جانور میں کچھ حصے قربانی کے ہوں اور کچھ عقیقہ کے۔ عالمگیری میں تفصیل سے اس بات پر روشنی ڈالی گئی ہے کہ اگر عبادت کی جہتیں الگ الگ ہوں اور ایک جانور میں ان کے حصے کئے جائیں تو یہ بھی درست ہے، اس میں یہ صراحت بھی ہے کہ قربانی کے ساتھ عقیقہ کے حصے لئے جا سکتے ہیں۔

"وكذالك إن أراد بعضهم العقيقة عن ولد ولد له قبل" (1)

ایک ہی جانور میں قربانی و عقیقہ

سوال:- (1338) کیا بقرعید کی قربانی اور عقیقہ کی قربانی ایک ہی جانور میں ملا کر کر سکتے ہیں؟ مثلاً پانچ حصے عقیقہ کے ہوں اور دو حصے قربانی کے۔

(محمد شاہد، پانڈھرپوری، مہاراشٹر)

جواب:- ایک ہی جانور میں قربانی اور عقیقہ کا حصہ ملا کر کیا جا سکتا ہے، کیوں کہ دونوں کا مقصد اللہ تعالیٰ کی قربت اور اجر و ثواب کا حاصل کرنا ہے، علامہ کاسانی نے اس کی

(1) الفتاوى الهندية: ۳۰۴/۵، نیز دیکھئے: الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى الهندية: ۲۹۰/۶۔

صراحت کی ہے:

"وكذلك أن من أراد بعضهم العقيقة عن ولد ولد له من قبل، لأن ذالك جهة التقرب إلى الله تعالى" (۱)

بڑے جانور میں عقیقہ

سوال:- (1339) عقیقہ کے لئے کیا بکرے ہی کی قربانی ضروری ہے؟ اگر کسی اوسط درجہ کے شخص کو تین بیٹے اور ایک بچی ہو، وہ ایک گائے کی قربانی کر کے فی لڑکا دو حصے اور فی لڑکی ایک حصہ کے حساب سے عقیقہ کردے تو کیا درست ہے؟ (محمد اشرف قادری، چندرائن گٹہ)

جواب:- جیسے قربانی میں ایک جانور میں کئی افراد کی شرکت ہوسکتی ہے، اسی طرح عقیقہ میں بھی ایک بڑے جانور میں اشتراک کی گنجائش ہے، فقہاء حنفیہ کے یہاں تو اس کی اجازت ہے ہی، (۲) دوسرے فقہاء کے نزدیک بھی اس طرح عقیقہ کرنا درست ہے، علامہ ابن سحنون مالکی نے اپنی کتاب "المدونة الكبرى" میں (۳) امام نووی شافعی نے

(۱) بدائع الصنائع: ۲۰۹/۳۔

(۲) "البقرة و البعير يجزى عن سبعة إذا كانوا يريدون به وجه الله ... لو أرادوا القربة الأضحية أو غيرها من القرب أجزأهم سواء كانت القربة واجبة أو تطوعا أو وجب على البعض دون البعض و سواء اتفقت جهات القربة أو اختلفت بأن أراد بعضهم الأضحية و بعضهم جزاء الصيد ... و كذلك إن أراد بعضهم العقيقة عن ولد له من قبل" (الفتاوى الهندية: ۳۰۴/۵) محشی۔

(۳) المدونة الكبرى: ۹/۲۔

"شرح مہذب "میں(۱) اور ابن قدامہ حنبلیؒ نے" المغنی "میں(۲) اس کی صراحت کی ہے، اس لئے جو صورت آپ نے ذکر کی ہے، وہ درست ہے، اور اس طرح عقیقہ کیا جاسکتا ہے۔

عقیقہ میں لڑکوں اور لڑکیوں میں کیوں فرق ہے؟

سوال:-(1340) عقیقہ میں لڑکوں کے لئے دو بکرے اور لڑکی کے لئے ایک ہی بکرے کی قربانی کا حکم کیوں ہے؟

(محمد شمس الدین، امام وخطیب جامع مسجد، تالی)

جواب:- یوں تو لڑکے کے عقیقہ میں بھی ایک بکرے کا ذبح کر دینا کافی ہے، اور خود رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسین ؓ اور حضرت حسن ؓ کے عقیقہ میں ایک ایک ہی مینڈھا ذبح کیا تھا،(۳) لیکن بہتر طریقہ وہی ہے جس کا آپ نے سوال میں ذکر کیا ہے، یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ اصل میں تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کو بن سمجھے اور بے چوں وچرا ماننا ہے، ضروری نہیں کہ ہر حکم شرعی کی مصلحت سمجھ میں آجائے، لیکن بہر حال کوئی حکم شرعی ایسا نہیں جو عقل و حکمت کے خلاف ہو یا مصلحت سے خالی ہو۔

بظاہر اس کی یہ مصلحت سمجھ میں آتی ہے کہ لڑکا مستقبل میں انسان کے لئے اقتصادی خوش حالی کا باعث بنتا ہے اور شریعت والدین کی کفالت اس سے متعلق کرتی ہے، اس بناء پر اس کی پیدائش اللہ کے دوہرے شکر کا تقاضہ کرتی ہے اور بندگانِ خدا کی زیادہ خدمت ہی کے ذریعہ اللہ کا زیادہ شکر ادا کیا جاسکتا ہے۔

---

(۱) المجموع شرح المہذب: ۴۲۸/۸۔

(۲) المغنی ۳۶۴/۹۔

(۳) " ان رسول اللہ ﷺ عق عن الحسن کبشا و عن الحسین کبشا " عن ابن عباس ؓ ۔ (بیہقی ، حدیث نمبر:۱۹۲۸۳، باب من اقتصر فی عقیقتہ الغلام علی شاۃ واحد) محشی۔

عقیقہ میں بال کٹوانا

سوال:- (1341) عقیقہ کی قربانی کے بعد چھوٹے بچوں کے بال نکال دیتے ہیں، اگر بڑے اپنا عقیقہ کریں تو کیا وہ بھی اپنا بال نکالیں گے؟ (صبیح الدین، حمایت نگر)

جواب:- اصل میں عقیقہ بچہ کی پیدائش کے ساتویں دن ہونا چاہئے، اسی دن بچہ کا بال جو پیدائش کے وقت اس کے سر پر تھا، اس کو منڈا دینا افضل ہے (۱) اور یہ بھی مسنون ہے کہ اس کے ہم وزن چاندی صدقہ کردی جائے۔ (۲) تو گویا پیدائش کے وقت جو بال سر پر ہیں، ان کو نکالنے کا حکم ہے، بڑے ہونے کے بعد بال منڈانے کی ضرورت نہیں۔

عقیقہ کا گوشت

سوال:- (1342) جس طرح قربانی کے گوشت کے تین حصے کئے جاتے ہیں، کیا اسی طرح عقیقہ کے گوشت کے بھی تین حصے کرنے چاہئیں؟ اگر پورے گوشت میں سے کچھ پکا کر رشتہ دار اور احباب کی دعوت کردے تو کیا ایسا کرنا درست ہوگا؟ (منظور عالم چلیس، بیگو سرائے، بہار)

جواب:- عقیقہ کا مقصد اولاد کے حصول پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا اور اپنے غریب بھائیوں کو اس خوشی میں شریک کرنا ہے، گویا یہ بقرعید اور حج تمتع و قران کی قربانیوں کی طرح دمِ شکر ہے، اس لئے جو حکم قربانی کے جانور کے چرم اور گوشت کا ہے وہی حکم عقیقہ کے گوشت کا بھی ہے، اس میں بھی اہل خانہ خود کھائیں، دوست احباب، اعزہ و اقارب کو کھلائیں، اور غربا و مستحقین

---

(۱) فتح الباری: ۹/۵۱۵۔
(۲) دیکھئے: سبل السلام: ۵/۱۳۲۹۔

تک پہونچائیں، (۱) اس بات کی بھی گنجائش ہے کہ گوشت تقسیم کرنے کے بجائے گوشت پکا کر لوگوں کو کھلا دیا جائے، بلکہ یہ صورت زیادہ بہتر ہے۔ (۲)

عقیقہ کی ذمہ داری والد پر ہے یا نانا پر؟

سوال:- (1343) بچہ کا عقیقہ کرنے کی ذمہ داری اس کے والد پر عائد ہوگی یا اس کے نانا پر؟ (محمد سجاد، کٹوٹ)

جواب:- لڑکے کی نسبت اس کے باپ کی طرف ہوتی ہے قرآن مجید میں باپ کو مولود لہ (۳) سے تعبیر کیا گیا ہے، یعنی وہ شخص جسکے لیے بچہ کو جنم دیا گیا ہے، اسی لیے بچہ کی تعلیم و تربیت اور کفالت کی ذمہ داری اس کی عدم موجودگی میں دادا کی ہے لہذا عقیقہ کرنا بھی والد کی ذمہ داری ہے، نہ کہ نانا اور نانیہال کی۔

عقیقہ کب تک کیا جا سکتا ہے؟

سوال:- (1344) اگر کوئی شخص اپنے بچوں کا عقیقہ اس کی پیدائش کے ہفتہ، دو ہفتہ، تین ہفتہ تک نہ کر سکے، تو کیا اس پر یہ صورت برقرار رہتی ہے کہ جب اس کے پاس عقیقہ کرنے کی سہولت ہو جائے، تو عقیقہ کر دے؟ اگر کسی کے والدین اس کا عقیقہ نہیں کر سکے تو کیا والدین کے انتقال کے بعد اس شخص پر اپنا عقیقہ کرنا واجب ہے؟

(عبدالعزیز اشرفی بستی یوپی)

---

(۱) شرح مہذب: ۳۲۸/۸۔

(۲) المغنی: ۳۶۶/۹۔

(۳) البقرۃ: ۲۳۳۔

جواب:- اکثر فقہاء کے نزدیک عقیقہ مسنون ہے اور یہی صحیح ہے، حضرت ام کرز رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "لڑکوں کا عقیقہ دو بکروں سے اور لڑکیوں کا عقیقہ ایک بکرا سے کرو" (۱) خود آپ ﷺ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا عقیقہ فرمایا۔ (۲) عقیقہ ولادت کے ساتویں دن تک ہوجانا چاہئے، اگر ساتویں دن تک نہ کرپائے تو امام مالکؒ کے نزدیک اب عقیقہ کی گنجائش نہیں، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک بالغ ہونے کے پہلے تک کیا جاسکتا ہے۔ (۳) بالغ ہونے کے بعد عقیقہ کے سلسلہ میں کوئی روایت تو نہیں ملتی، لیکن چونکہ عقیقہ کی حیثیت "دم شکر" کی ہے، اس لئے عقیقہ کرلینا مباح ہوگا، سنت تو اس سے ادا نہ ہوگی، لیکن باعث ثواب ہوگا۔

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مدت عقیقہ

سوال:- (1345) "الکارلی" کے تازہ شمارہ میں عقیقہ سے متعلق معلومات فراہم کی گئی ہیں، میں اس معلومات کا خواہش مند ہوں کہ امام ابوحنیفہؒ نے مدت عقیقہ کے بارے میں کیا فرمایا ہے؟ (زبیر احمد فاروقی، ماہنامہ فرام نیم آباد، پوسٹ بکس نمبر ۹۲، کانپور)

جواب:- امام ابوحنیفہؒ کے یہاں بھی مستحب طریقہ یہی ہے کہ ساتویں دن بچہ کا نام رکھا جائے، اور عقیقہ کیا جائے، نیز بال مونڈوا کر اس کے ہم وزن چاندی یا سونا صدقہ کردیا جائے، چنانچہ علامہ شامیؒ لکھتے ہیں:

"یستحب لمن ولد له ولد أن یسمیه یوم أسبوعه

---

(۱) سنن ابی داؤد، حدیث نمبر: ۲۸۳۴، ۲۸۳۵، ۲۸۳۶، باب العقیقة۔

(۲) سبل السلام ۴/۳۲۶، باب العقیقة۔

(۳) شرح مہذب ۸/۳۳۰، المغنی ۸/۳۲۱۔

و یحلق رأسه و یتصدق عند الأئمة الثلاثة بزنة شعرة فضة أو ذهبا ثم یعق عند الحلق عقیقة اباحة علی ما فی المحبوبی "(۱)

عقیقہ کے گوشت کا شادی میں استعمال

سوال:- {1346} شادی کے موقعہ پر عقیقہ کا گوشت غرباء کے گوشت کے علاوہ باقی گوشت کے ساتھ ملا سکتے ہیں یا نہیں؟ (محمد ساجد، پاٹن پوری، مہاراشٹر)

جواب:- عقیقہ کا گوشت تقریب عقد میں استعمال کر سکتے ہیں، امیر و غریب، اہل خانہ سب اس میں سے کھا سکتے ہیں، البتہ جس علاقے میں کھانے کے بعد کچھ لین دین کا رواج ہے، اس میں عقیقہ کا گوشت استعمال کرنا مناسب معلوم نہیں ہوتا کہ اس میں گوشت کا عوض حاصل ہونے کا شبہ ہے اور عقیقہ کے گوشت پر عوض حاصل کرنا درست نہیں۔

ولیمہ میں عقیقہ

سوال:- {1347} ولیمہ کے موقع سے کسی بچہ کا عقیقہ کر دیا جائے، اور اسی بکرے کا گوشت ولیمہ کے کھانے میں شامل کر دیا جائے تو کیا اس سے ولیمہ ادا ہو جائے گا؟ (محمد نوید عزیز، جنگی)

جواب:- عقیقہ کے لئے جانور کا ذبح کرنا ضروری ہے، ولیمہ میں جانور ذبح کرنا اور گوشت کھلانا کوئی ضروری نہیں، عام طور پر ولیمہ میں صرف گوشت نہیں کھلاتے، بلکہ اس کے ساتھ چاول یا روٹی وغیرہ بھی شامل رکھتے ہیں، ایسی صورت میں عقیقہ اور ولیمہ دونوں درست

(۱) رد المحتار: ۵/۲۱۳۔

ہو جائیں گے، گوشت عقیقہ کا ہو جائے گا، اور اس کے ساتھ کھانے کی جو دوسری چیزیں شامل ہیں، ان سے ولیمہ ہو جائے گا، رسول اللہ ﷺ نے چند کھجور، کچھ جو اور ستو پر بھی ولیمہ فرمایا ہے۔ (۱)

عقیقہ کے گوشت میں سے والدین وغیرہ کا کھانا

سوال:- (1348) یہ بات بہت زیادہ عام ہوگئی ہے کہ عقیقہ کا گوشت بچے کے ماں، باپ، دادا، دادی، نانا، نانی کو کھانا درست نہیں، اگر انہیں گوشت کھانا ہی ہو تو باہر سے تھوڑا گوشت خرید کر عقیقہ کے گوشت میں ملا دیں پھر تمام رشتہ دار کھا سکتے ہیں، کیا یہ درست ہے؟

(محمد محسن الضحیٰ، بانس پوری، مہاراشٹر)

جواب:- عقیقہ صدقۂ واجبہ نہیں ہے، اس لئے والدین اور دوسرے اقارب کا عقیقہ کے گوشت میں سے کھانا درست ہے، بلکہ فقہاء نے لکھا ہے کہ اس کے گوشت میں جیسے دوسروں کو کھانا اور غرباء کو دینا مسنون ہے، اسی طرح خود بچے کے اولیاء کے لئے بھی اس میں سے کھانا مسنون ہے۔ (۲)

عقیقہ کا مسنون طریقہ

سوال:- (1349) (الف) میرے دو لڑکے، دو لڑکیاں جملہ چار اولاد ہیں، جن کی تاریخ پیدائش و دن وغیرہ

---

(۱) سنن بیہقی، حدیث نمبر: ۱۴۵۰۶-۱۴۵۰۷، باب تؤدی حق الولیمة بأي طعام أطعم ۔ محشی ۔

(۲) دیکھئے: شرح المھذب: ۴۲۸/۸۔

نوٹ ہیں، کیا ان چاروں کا عقیقہ ایک ہی دن میں کر سکتا ہوں؟
عقیقہ کا مسنون طریقہ کیا ہے؟
(ب) اولاد کی دن تاریخ مکمل معلوم ہے تو کیا پیدائش
کے دن یا اس سے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد ہی عقیقہ
کرنا مطلوب ہے؟ (معین الدین نور، پورنیہ، بہار، اشرف)

جواب:- مسنون طریقہ یہ ہے کہ بچہ کی پیدائش کے ساتویں روز عقیقہ کیا جائے، جانور ذبح کرنے کے بعد سر کا بال منڈایا جائے اور بال کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کر دیا جائے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"بچہ عقیقہ کے بغیر (اولیاء پر) گروی ہوتا ہے، اس لئے اس
کی جانب سے ساتویں روز عقیقہ کیا جائے، نام رکھا جائے
اور سر منڈایا جائے" (۱)
خود آپ ﷺ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا عقیقہ اسی طرح فرمایا
تھا۔ (۲)

(ب) اگر ساتویں روز عقیقہ نہ ہو سکے تو چودھویں روز اور اس دن بھی نہ ہو سکے تو اکیسویں روز کیا جائے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ "عقیقہ کے جانور کو ساتویں روز ذبح کیا جائے یا چودھویں روز یا اکیسویں روز" (۳) اگر اس کی بھی رعایت نہ ہو سکے تو کسی بھی دن عقیقہ کر سکتے ہیں، پیدائش کے دن یا اس سے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد کی کوئی قید نہیں ہے، اسی طرح

---

(۱) الجامع للترمذی: ۱۸۳/۱۔
(۲) دیکھئے: حوالہ سابق۔
(۳) "عن عبد اللہ بن بریدۃ عن أبیہ رضی اللہ عنہ عن النبي ﷺ قال: العقیقة تذبح لسبع و لأربع عشرۃ و لإحدی و عشرین" (بیہقی، حدیث نمبر: ۱۹۲۹۳، باب ما جاء في وقت العقیقة و حلق الرأس و التسمیة) محشی۔

آپ چاروں بچوں کا عقیقہ ایک ہی دن کر سکتے ہیں، بچے کے والد یا سرپرست کو کوشش کرنی چاہئے کہ اس کا عقیقہ مسنون طریقہ سے ہو، گنجائش ہوتے ہوئے مؤخر کرنا کسی طرح مناسب نہیں، عقیقہ کرنے سے بچہ بہت سی بیماریوں، آفتوں اور مصیبتوں سے محفوظ رہتا ہے۔

عقیقہ کی دعاء

سوال:- {1350} نومولود کے عقیقہ کے موقعہ پر کون سی دعا پڑھ کر جانور ذبح کیا جائے؟

(محمد مجیب اللہ خان یوسف، مرد نگر)

جواب:- عقیقہ کے لئے حدیث میں کوئی خاص دعاء منقول نہیں، اگر اردو زبان میں بھی کہہ دے یا صرف دل سے نیت کر لے کہ یہ فلاں کے عقیقہ کے طور پر ذبح کیا جو رہا ہے، اے اللہ! اسے قبول فرمالیجئے، تو کافی ہے، البتہ جانور ذبح کرتے وقت " بسم اللہ، اللہ اکبر " کہنا چاہئے، کیونکہ جانور ذبح کرتے ہوئے اللہ کا نام لینا ضروری ہے، بعض اہل علم نے عقیقہ کے مقصود و منشا کو سامنے رکھتے ہوئے یہ دعائیہ کلمات کہنے کو لکھا ہے:

" اَللّٰهُمَّ هٰذِهٖ عَقِيْقَةُ دَمُهَا بِدَمِهٖ وَعَظْمُهَا بِعَظْمِهٖ وَشَعْرُهَا بِشَعْرِهٖ ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ فِدًى لَهٗ ، اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ " (1)

'' اے اللہ! یہ (...... کا) عقیقہ ہے اس جانور کا خون اس کے خون، اس جانور کی ہڈی اس کی ہڈی اور اس جانور کا بال اس کے بال کے بدلہ ہے، اے اللہ! اس جانور کو اس کے لئے فدیہ بنادیجئے، اے اللہ! آپ ہی کی طرف سے ہے اور آپ ہی کے لئے ہے ''

(1) فتاویٰ رحیمیہ ۲/۹۳۔

اس کے بعد "بسم اللّٰہ، اللّٰہ اکبر" کہہ کر جانور کو ذبح کردے، دعاء کے یہ الفاظ لڑکے کے اعتبار سے ہیں، اگر لڑکی کا عقیقہ کرتا ہو تو "بدمھا، بعظمھا" اور "بشعرھا" کہنا چاہئے، دعا کے یہ الفاظ ذبح کرنے کے بعد بھی کہہ سکتے ہیں۔

عقیقہ---چند احکام

سوال:- (1351) (الف) عقیقہ کی حیثیت کیا ہے؟ فرض، واجب، سنت یا مستحب؟

(ب) ایک لڑکی کے لئے کیا صرف ایک بکرا سے عقیقہ کرسکتے ہیں؟

(ج) کیا عقیقہ کے لئے ایک بڑے جانور میں سات حصے کئے جاسکتے ہیں؟　　(محمد عبدالسنان، سبزی منڈی)

جواب:- (الف) اکثر فقہاء کے نزدیک عقیقہ مسنون ہے، اور اس سلسلہ میں کئی روایتیں موجود ہیں، احناف کے محقق علماء جیسے امام طحاویؒ وغیرہ بھی اسی کے قائل ہیں، ماضی قریب کے علماء میں یہی رائے مولانا عبدالحی فرنگی محلیؒ کی ہے، (۱) اسی طرف حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا رجحان ہے، (۲) عقیقہ فرض یا واجب نہیں، کیونکہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو چاہے وہ لڑکے کا دو بکروں سے اور لڑکی کا ایک بکرے سے عقیقہ کرے، "من شاء فلیعق عن الغلام شاتان و عن الجاریۃ شاۃ" (۳) یہ تعبیر صاف بتاتی ہے کہ عقیقہ کا حکم فرض وواجب کے درجے میں نہیں ہے۔

(ب) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ

---

(۱) التعلیق الممجد : ۲۸۸۔

(۲) حجۃ اللہ البالغۃ : ۲/۲۰ ۳۔

(۳) بدائع الصنائع : ۳/۲۰۳۔

حسین رضی اللہ عنہ کا عقیقہ ایک ایک ہی مینڈھے سے کیا ہے۔(۱) اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر کسی وجہ سے دو جانور ذبح نہ کرنا چاہے تو ایک بکرے سے بھی لڑکے کا عقیقہ کیا جا سکتا ہے۔

(ج) جیسے بقرعید کی قربانی کا مقصد اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اجر و ثواب کا حصول ہے، اسی طرح عقیقہ کا مقصد بھی اللہ تعالیٰ کی قربت ہی ہے، ایک بڑے جانور میں قربانی کے سات حصوں کا ثبوت متعدد حدیثوں سے ہے، (۲) تو ظاہر ہے کہ یہی حکم عقیقہ کے لئے بھی ہوگا، اس لئے فقہاء نے قربانی سے متعلق احادیث سے استفادہ کرتے ہوئے عقیقہ میں بھی بڑے جانور میں ایک سے زائد حصہ کی اجازت دی ہے۔

عقیقہ کی دعوت میں تحفہ

سوال:- {1352} ہمارے یہاں اکثر دیکھا گیا ہے کہ عقیقہ کی دعوت میں مہمان رخصت ہوتے وقت میزبان کو یعنی جس لڑکے یا لڑکی کا عقیقہ ہوا ہے، اس کے والدین کو لفافہ میں روپیہ یا کچھ اور رکھ کر دیتے ہیں، کیا یہ صورت جائز ہے؟

(محمد جمال، کمال، سوگی میر)

جواب:- عقیقہ کے موقع سے دعوت کرنا مباح ہے: " وضيافة الناس ... مباحة، لاسنة ولا واجبة "(۳) اس طرح کی رسمیں غریب اور تنگ دست اقرباء اور مہمانوں کے لئے

---

(۱) سبل السلام: ۲/۲۰۹، باب العقیقة۔

" ان رسول الله ﷺ عق عن الحسن رضي الله عنه كبشا و عن الحسين رضي الله عنه كبشا " عن ابن عباس رضي الله عنه (بیهقي، حدیث نمبر: ۱۹۲۸۳، بـاب من اقتصر في عقيقة الغلام على شاة واحدة، نیز دیکھئے سنن أبي داؤد، حدیث نمبر ۲۸۴۱) مرتب۔

(۲) المغنی: ۱۳/۳۹۴۔ محشی۔

(۳) الفتاوی الهندیة: ۵/۳۶۲۔

زحمت ہیں، اور اگر تحفہ نہ دیں تو ندامت و عار کا باعث ہوتا ہے، اس لئے ایسے رسوم کو مٹانا اور ختم کرنا چاہئے، ویسے چونکہ لوگ اس کو امر دینی سمجھ کر نہیں کرتے، اور بذات خود تحفہ کا لین دین جائز ہے، صاحب خانہ کی طرف سے طلب اور دباؤ بھی نہیں ہے، اس لئے اگر کوئی شخص تحفہ دے دے اور قبول کر لیا جائے تو گنجائش ہے، جو سامان بچہ سے متعلق ہو، وہ اس کی ملکیت سمجھی جائے گی، جو والد کے استعمال کی ہو، وہ اس کے والد کی، اور جو عورتوں کے استعمال کے لائق ہو، وہ اس کے ماں کی سمجھی جائے گی۔(۱)

دس سال کی عمر میں عقیقہ

سوال:- {1353} میرے بچوں کی عمر اس وقت دس سال کے لگ بھگ ہے، ان کا عقیقہ نہیں ہوا ہے، کیا ان کا عقیقہ کرنا ضروری ہے؟ اور عقیقہ نہ کرے تو ان کا گناہ ماں باپ پر ہے؟ (سید رسول، سلطان شاہی)

جواب:- عقیقہ ساتویں دن سنت ہے،(۲) بعض اہل علم نے اکیسویں دن تک سنت قرار دیا ہے،(۳) اس کے بعد مباح ہے،(۴) دس سال کی عمر میں بھی عقیقہ کیا جا سکتا ہے، انشاء اللہ اس پر اجر وثواب حاصل ہوگا، عقیقہ واجب نہیں کہ اس کے نہ کرنے پر گناہ ہو۔

ایک بکرا سے لڑکے کا عقیقہ

سوال:- {1354} کیا لڑکے کا عقیقہ صرف ایک

(۱) فتاوی قاضی خان علی هامش الهندية :۳/۲۹۲۔
(۲) بیہقی :۹/۵۱۰۔ محشی۔
(۳) السنن الکبری :۹/۵۱۰، حدیث نمبر :۱۹۲۹۳۔ محشی۔
(۴) المغنی ۱۳/۳۹۷۔ محشی

بکرے سے بھی کر سکتے ہیں؟ (سید حفیظ الدین، نظام آبادی)

جواب:- بہتر ہے کہ لڑکے کا عقیقہ دو بکروں سے کیا جائے، کہ آپ ﷺ نے اس کی ہدایت فرمائی ہے، (۱) لیکن اگر دو بکرے دینے میں دقت ہو اور ایک ہی بکرا دے دے، تو اس کی بھی گنجائش ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا عقیقہ ایک ایک مینڈھے ہی سے فرمایا ہے۔ (۲)

❁ ❁❁❁❁ ❁

(۱) سنن أبي داؤد، حدیث نمبر: ۲۸۳۶۔
(۲) سنن أبي داؤد، حدیث نمبر: ۲۸۴۱۔

کتاب الفتاویٰ

چوتھا حصہ

کتاب الذبح والصید

ذبح وشکار سے متعلق سوالات

ذبح اور شکار کے احکام

مسجد کے سامنے جانور ذبح کرنا

سوال:- {1355} مسجد کے سامنے غیر مسلم کی جانب سے جانور ذبح کرنا کیسا ہے؟ (کلیم اللہ خان، بجتیال)

جواب:- اگر کوئی غیر مسلم اپنے کھانے پینے کے لئے جانور ذبح کرائے اور مسلمان ایسی جگہ اسے ذبح کرے جو مسجد کے سامنے ہو، تو حرج نہیں، اگر غیر مسلم اللہ کے نام سے اور اللہ کی تعظیم میں مسلمان سے جانور ذبح کرائے تو یہ صورت بھی جائز ہے، اگر مسجد کے سامنے مسجد کے دعا یا بچے کے احترام کے طور پر جانور ذبح کیا جائے تو یہ جائز نہیں، کیوں کہ کسی بھی شخص یا شئے کی تعظیم میں جانور کا ذبح کرنا حرام ہے۔

"ذبح على قدوم الأمير ونحوه كواحد من العظماء يحرم لأنه أهل به لغير الله ولو ذكر اسم الله تعالى" (1)

---

(1) ردالمحتار: ۳۰۹/۳، نیز دیکھئے "وما ذبح على النصب" کی تفسیر: تفسیر کبیر: ۲۰/۵، قرطبی: ۳۹/۳۔

مندر کے سامنے جانور ذبح کرنا

سوال:- {1356} مندر کے سامنے سیندور (شراب) پلاکر مسلمان کے ہاتھوں ذبح کیا ہوا جانور کا گوشت حلال ہے یا حرام؟ اور مسلمانوں کو اس جانور کا گوشت کھانا کیسا ہے؟ اگر نہ کھائے تو دوستی میں دراڑ پیدا ہوسکتی ہے۔

(معین، عبدالمتین، دھرم آباد)

جواب:- مندر کے سامنے جانور کو ذبح کرنا کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے، یہ ذبیحہ حرام ہے، اللہ تعالیٰ نے خود اس کا ذکر فرمایا ہے، ﴿وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ﴾ (۱) بلکہ اس میں کفر کا اندیشہ ہے، اس لئے نہ اس طرح ذبح کرنا درست ہے اور نہ اس ذبیحہ میں سے کھانا۔ غیر مسلم بھائیوں کو نرمی سے سمجھا دینا چاہئے کہ ہمارے لئے خدا کے سوا کسی اور کی عبادت درست نہیں اور جانور کی قربانی بھی عبادت میں شامل ہے، اس کا مقصد دوسرے لوگوں کے مذہب کی توہین یا ان سے نفرت نہیں ہے۔

ذبح کرنے والے کے معاون کا بسم اللہ کہنا

سوال:- {1357} ذبح کرنے والے کے ساتھ کیا جانور کے پکڑنے والے اور ذبح میں مدد کرنے والے کو بھی بسم اللہ اللہ اکبر کہنا چاہئے؟ (محمد ریاض احمد، دھ نگر کالونی)

جواب:- اصل میں ذبح کرنے والے کو بسم اللہ کہنا واجب ہے: "ومن شرائط التسمية أن يكون التسمية من الذابح" (۲) اب ذبح میں تعاون کی دو صورتیں ہیں،

---

(۱) المائدة:۳۔

(۲) الفتاوى الهندية:۵/۲۸۶۔

ایک صورت یہ ہے کہ آدمی خود فعل ذبح میں ذبح کرنے والے کے ساتھ شریک ہو جائے، جیسے اصل ذبح کرنے والے کے ساتھ وہ بھی چھرہ پکڑے ہوا ہو، اور اس کے ساتھ چھری پھیر رہا ہو، ایسے تعاون کرنے والے شخص کا بھی بسم اللہ پڑھنا ضروری ہوگا، تعاون کی دوسری صورت یہ ہے کہ تعاون صرف جانور کو قابو رکھنے کے سلسلہ میں ہو، جیسے جانور کو پکڑ کر رکھنا، اس کو باندھ دینا یا فعل ذبح میں تعاون نہ ہو، بلکہ ذبح کرنے والے کا تعاون ہو، جیسے ذبح کرنے والے کو چھرا دینا، اس کے لیے چھرا تیز کرنا وغیرہ، تعاون کی یہ وہ صورتیں ہیں جس میں تعاون کرنے والا خود فعل ذبح میں شریک نہیں ہوتا، اس لیے اس کو بسم اللہ کہنا واجب نہیں۔

ذبح کے بعد پیٹ میں سے بچہ نکل آئے

سوال:- {1358} گائے ذبح کرنے کے بعد گائے کے پیٹ میں مرا ہوا بچہ نکلے تو اسے کھا سکتے ہیں یا نہیں؟

(سید حفیظ الدین، نظام آباد)

جواب:- اگر گائے کا بچہ مردار حالت میں نکلے تو اس کا کھانا حلال نہیں، گائے کو ذبح کرنا گائے کے پیٹ میں موجود بچہ کے حلال ہونے کے لئے کافی نہیں۔ "إن الجنين مفرد بحكمه، لم يتذك بذكاة امه" (۱)

گھر کی تعمیر کے بعد بکرا ذبح کرنا

سوال:- {1359} نئے گھر کی تعمیر کے بعد بکرا ذبح کرکے خون بہانا اور گھر بھرائی کرکے رشتہ داروں اور پڑوسیوں کو دعوت دینے کا کیا حکم ہے؟　(محمد امجد علی، دوبے نگر کالونی)

(۱)　الدر المختار علی هامش رد المحتار: ۹/۴۴۳۔

جواب:- شریعت میں خوشی کے موقع پر یا کسی اہم کام کے افتتاح یا اختتام پر پڑوسیوں کو دعوت دینے، مٹھائی کھلانے یا اس طرح کی تقریب کی گنجائش ہے، یعنی شریعت نہ تو اس کا حکم دیتی ہے اور نہ اس سے منع کرتی ہے، ضروری سمجھ کر ایسے کرنا غلط ہے، لہٰذا اگر آپ کے علاقہ میں لوگ گھر کی تعمیر کے بعد بکرا ذبح کرنے اور گھر بھرائی کر کے رشتہ داروں اور پڑوسیوں کو دعوت دینے کو ضروری خیال کرتے ہوں تو پھر ایسا کرنا درست نہیں، ہاں اگر ضروری نہ سمجھا جاتا ہو تو کوئی مضائقہ نہیں۔

ذبیحہ کو ٹھنڈا ہونے سے پہلے کاٹنا

سوال:- {1360} عام طور پر چکن سنٹر والے مرغ کو ذبح کرنے کے تھوڑی دیر بعد یعنی ٹھنڈا ہونے سے پہلے کاٹنا وغیرہ شروع کر دیتے ہیں، کیا ایسا کرنا درست ہے؟ کہیں اس عمل سے گوشت حرام تو نہیں ہو جاتا ہے؟

(عبدالستار، کریم نگر)

جواب:- ٹھنڈا ہونے سے پہلے کاٹنے کی وجہ سے جانور کو تکلیف ہوا کرتی ہے، اس لیے یہ عمل مکروہ ہے، حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے ساتھ حسن سلوک کو فرض کیا ہے، اس لیے قتل کرو تو اچھی طرح اور ذبح کرو تو اچھی طرح، چنانچہ تم میں سے جب کوئی جانور ذبح کرے تو اپنی چھری تیز کر لے اور ذبیحہ کو آرام پہنچائے:

" ان الله كتب الاحسان على كل شيئ، فاحسنوا القتلة ، واذا ذبحتم فاحسنوا الذبيحة ، و ليحد احدكم شفرته ، و ليرح ذبيحته " (۱)

(۱) سنن نسائی، حدیث نمبر: ۴۴۱۷، باب حسن الذبح۔

چوں کر ٹھنڈا ہونے سے پہلے کاٹنا باعث تکلیف ہے، اس لیے یہ عمل مکروہ ہے۔ البتہ جانور شرعی طریقہ پر ذبح کیا جا چکا ہے، اس لیے اس کا کھانا حلال ہے۔

گرم پانی میں ڈالا ہوا ذبیحہ مرغ

سوال:- {1361} آج کل شادی اور دیگر تقریبات میں جو مرغ ذبح کیے جاتے ہیں، اس کو ذبح کرنے کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ بغیر چھری صاف کیے کئی مرغی کو ایک دوسرے کے سامنے ذبح کیا جاتا ہے، پھر اس کو گرم پانی کے بڑے برتن میں ڈال کر کافی دیر ابالا جاتا ہے تاکہ اس کے پر آسانی سے صاف کیے جائیں، پانی عموماً خون آلود ہو جاتا ہے، کیا ایسے مرغ کا گوشت کھانا جائز ہے؟

(محمد فضل اللہ خاں اختر، فرسٹ لانسر)

جواب:- (الف) ایک جانور کے سامنے دوسرے جانور کو ذبح کرنا مکروہ ہے، اس سے منع کرنا چاہیے، لیکن ذبیحہ کے حلال ہونے پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔

(ب) اگر مرغی کو اتنی دیر گرم پانی میں کھولا دیا جائے کہ پانی گوشت کے اندر پیوست ہو جائے تو یہ بالکل ناپاک ہو جائے گا، اور دھونے کے باوجود پاک نہ ہوگا، لیکن اگر اتنی دیر کے لئے پانی میں ڈالا کہ پانی کی حرارت جلد کی سطح تک پہونچ جائے اور مسامات اس طرح کھل جائیں کہ بال آسانی سے نکل سکیں، تو اس صورت میں تین دفعہ دھونے سے گوشت پاک ہو جائے گا، علامہ شرنبلالی نے "مراقی الفلاح" اور "طحطاوی" نے اس کے حاشیہ پر وضاحت کے ساتھ یہ بات لکھی ہے۔(۱) اس لئے اول تو احتیاط کا تقاضہ یہ ہے کہ مرغ کے ذبح

---

(۱) دیکھئے: مراقی الفلاح وطحطاوی، ص:۸۶۔

کرنے کا خصوصی انتظام کیا جائے ، اور اندرونی آلائش کو نکال کر اوپر سے مسامات کھلنے کے بقدر گرم پانی ڈالا جائے ، تاہم اگر ایسا نہ کیا جائے تو کم سے کم گوشت کو تین پانی سے دھونے کا اہتمام کرلیا جائے ۔

نجاست خور جانور سے مراد اور اس کا حکم

سوال:- {1362} امریکہ میں ان دنوں جلالہ کے اسلامی تصور اور جانوروں کے چارے کے بارے میں غیر معمولی الجھن پائی جاتی ہے ، بعض اسباب اور ساتھ ہی ساتھ جانوروں کے حقوق کی تنظیمیں یہ مہم چلا رہی ہیں کہ چوں کہ جانوروں کے لئے تیار کردہ بیشتر چاروں میں دوسرے جانوروں کے اعضاء سے کشید کردہ عرق شامل رہتا ہے ، اور اس معاملہ میں جلالہ کے قاعدے کا اطلاق ہوتا ہے ، اس لئے مسلمان جو شمالی امریکہ میں آباد ہیں ، کوئی گوشت استعمال نہیں کرتے ، اس پس منظر میں چند سوالات حسب ذیل ہیں:

(الف) جلالہ کی تعریف کیا ہے؟ اس کی تعریف سے متعلق کیا علماء کرام میں اختلاف پایا جاتا ہے؟

(ب) جانوروں کے اعضاء سے کشید کیا ہوا عرق (جو چارے میں استعمال ہوتا ہے) ایک طویل عمل سے گزرتے ہوئے چونکہ اپنی اصلی حالت سے بدل جاتا ہے ، ایسے میں کیا یہاں پر بھی جلالہ کا اطلاق کیا جاسکتا ہے؟

(ج) کیا مسلمانوں کو ایسے جانوروں کا گوشت کھانے یا ان کے چرم کا استعمال کرنے کی ممانعت ہے جنہیں ذبح

کرنے سے پہلے جھٹکار دیا جاتا ہے، یا پھر ان سے پرتشدد رویہ

اختیار کیا جاتا ہے؟　　　(محمد ایوب علی خاں، شکاگو)

جواب:- (الف) جلالہ عربی لغت میں کھانے کے لئے نجاست تلاش کرنے والی گائے کو کہتے ہیں، "البقرة تتبع النجاسات" (۱) فقہاء کی اصطلاح میں جلالہ اس جانور کو کہتے ہیں جو نجاست ہی کو اپنی خوراک بناتا ہو اور دوسری چیزیں نہ کھاتا ہو" التی تأکل العذرة ولا تأکل غیرها" (۲) اگر کوئی جانور نجاست ہی کھانے پر اکتفا نہ کرتا ہو، بلکہ دونوں طرح کی چیزیں کھاتا ہو تو وہ "جلالہ" نہیں ہوگا جیسا کہ مذکورہ تعریف سے ظاہر ہے۔

(ب) اگر چارے میں فضلہ وغیرہ ملا دیا جائے تو پھر ایسی مخلوط غذا کھانے والا جانور "جلالہ" شمار کیا جائے گا، علامہ شامی نے اس کو صراحت سے لکھا ہے۔ "افاد أنها إذا کانت تخلط تجزی" (۳) لہٰذا جو صورت آپ نے ذکر کی ہے، اس میں خشک کیا ہوا عرق چارے کے ساتھ ملایا جاتا ہے، نہ کہ خالص پلایا جاتا ہے، اس لئے یہ صورت جلالہ کی نہیں ہے۔

پھر جلالہ کا حکم یہ ہے کہ کھانے کی ممانعت اس وقت ہوگی جب کہ جانور کے گوشت میں بو پیدا ہو جائے، علامہ شامی کے الفاظ ہیں: "حتی انتن لحمها" بلکہ علامہ شامیؒ نے "منتقی" نامی کتاب کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ جلالہ کا حکم اس جانور پر ہوگا کہ قریب ہو تو بدبو آئے:

"الجلالة المکروهة التی إذا قربت وجدت منها
رائحة فلا تؤکل ولا یشرب لبنها ولا یحمل
علیها وتلک حالها ویکره بیعها وهبتها وتلک
حالها، وذکر البقالی أن عرقها نجس" (۴)

---

(۱) القاموس المحیط ص ۱۲۲۳۔

(۲) الفتاوی الهندیة: ۵/۲۸۹، الدر المختار علی هامش رد: ۹/۴۴۰۔

(۳) رد المحتار: ۹/۴۴۰۔

(۴) رد المحتار: ۱/۴۴۱۔

"جلالہ مکروہ وہ ہے کہ جب قریب آئے تو اس کی بدبو محسوس کی جائے، ایسا جانور نہ کھایا جائے گا، نہ اس کا دودھ پیا جائے گا، نہ اس پر سواری وغیرہ کی جائے گی، اور جو جانور اس حال میں ہو اس کا بیچنا اور ہبہ کرنا بھی مکروہ ہوگا، اور علامہ بقالی نے ذکر کیا ہے کہ اس کا پسینہ بھی ناپاک ہوگا"

تو اس معیار سے بھی دیکھنا چاہئے کہ کیا اس جانور میں بدبو کی ایسی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے؟ اگر یہ کیفیت پیدا ہو بھی جاتی ہو تو ایک وقفہ کے ساتھ یہ کراہت دور ہو جاتی ہے، فقہاء نے اس کی تفسیر یہ لکھی ہے کہ اگر اونٹ ہو تو اسے چالیس دن، گائے، بیل ہو تو بیس دن، بکری وغیرہ کو دس دن، مرغی تین دن، اور گوریا ایک دن روکا جائے، اس کے بعد اس کے گوشت میں کراہت نہیں۔(۱)

ان تفصیلات سے معلوم ہوتا ہے کہ جو صورت آپ نے ذکر کی ہے، اولاً تو وہ جلالہ میں داخل نہیں، دوسرے جلالہ کی کراہت دائمی نہیں، بلکہ ایک متعین وقفہ جس میں جانور کو ایسی گندی چیز کے کھانے سے بچایا جائے، اس کے گوشت کی کراہت ختم ہو جاتی ہے۔

(ج) جھٹکے سے جانور کو ذبح کرنا مکروہ ہے، تاہم اگر حلق کی طرف سے وار کیا جائے اور ذبح کرنے والے نے بسم اللہ پڑھا ہو، اور گردن الگ ہو جائے، تو اس کا کھانا حلال ہوگا، البتہ یہ فعل مکروہ ہوگا:

"لو ضرب عنق جزور ... و ابانها و سمی فان كان ضربها من قبل الحلقوم تؤكل و قد اساء"(۲)

(۱) الفتاوی الهندية: ۲۸۹/۵۔

(۲) الفتاوی الهندية: ۲۸۸/۵۔

اور اگر گردن کی طرف سے وار کیا تو جن رگوں کو کاٹنا ضروری ہے، اگر چھرے کے وہاں پہنچنے تک جانور میں حیات کے باقی رہنے کا یقین ہو تو ذبیحہ حلال ہوگا اور اس میں حیات باقی نہ رہی ہو یا کم سے کم اس کا شک ہو تو وہ مردار کے حکم میں ہوگا اور اس کا کھانا جائز نہ ہوگا، تاہم چونکہ یہ طریقہ شرعاً مکروہ ہے اس لئے مسلمانوں کو چاہئے کہ ایسے طریقہ کو بدلنے کی کوشش کریں۔

جہاں تک اس کے چرم کی بات ہے تو اوپر ذکر کی گئی تفصیل کے مطابق اگر ذبیحہ حلال تھا، تو اس کے چرم کا استعمال بھی جائز ہے، اور اگر ذبیحہ حرام و مردار ہے تب بھی دباغت یعنی چمڑے سے آلائش کی صفائی کے بعد چرم پاک ہو جائے گا، اور اس کا استعمال درست ہو جائے گا، اس لئے کہ چرم کے پاک ہونے کی یہی دو صورتیں ہیں، یا تو جانور شرعی طریقہ پر ذبح کیا گیا ہو، اور اگر مردار کا چرم ہو تو اس کی صفائی کی گئی ہو۔(۱)

مرغی کی گردن الگ ہو جائے

سوال:- {1363} مرغ ذبح کرتے وقت اگر گردن الگ ہو جائے تو اس کا کھانا حلال ہوگا یا نہیں؟ اور اس کا استعمال کرنا جائز ہوگا یا نہیں؟(کے، ایم محمود پاشاہ، مشیر آباد)

جواب:- قصداً جانور کو اس طرح ذبح کرنا کہ گردن الگ ہو جائے مکروہ ہے، تاہم جانور اس کے باوجود حلال ہوتا ہے، اگر غیر ارادی طور پر گردن الگ ہوگئی تو اس کا کھانا تو حلال ہے ہی، اس غیر ارادی فعل پر بھی کوئی گناہ نہیں۔(۲)

حلال جانور کے کون کون سے اعضاء مکروہ ہیں؟

سوال:- {1364} حلال جانور کے کون کون سے

---

(۱) بیہقی، حدیث نمبر:۲۰۷۹۰، ۳۶/۲ ۔ محشی۔

(۲) دیکھئے شرح المہذب:۹۱/۹۔

اعضاء مکروہ ہیں؟ (حافظ کلیم، اورنگ آباد)

جواب:- جن اعضاء کا کھانا حرام ہے وہ یہ ہیں، بہتا ہوا خون، نر کی شرمگاہ، مادہ کی شرمگاہ، فوطے، مثانہ، پت اور گرہ لگا ہوا گوشت۔ (۱)

بوٹی کا حکم

سوال:- {1365} بکرے یا کسی حلال جانور کی اوجھڑی یعنی پت، ہزار خانہ، مصران اور آنتیں جن کو عرف عام میں ''بوٹی'' کہتے ہیں، ان کا کھانا حلال ہے یا مکروہ؟ میں نے سنا ہے کہ اس کے کھانے سے چالیس روز تک نماز قبول نہیں ہوتی۔ (بہاء اللہ، مراد نگر)

جواب:- حلال جانور کے سات اجزاء کا کھانا حرام ہے، بہتا ہوا خون، نر کی شرمگاہ، مادہ کی شرمگاہ، فوطے، مثانہ، پت اور گرہ لگا ہوا گوشت۔ (۲) بوٹی چونکہ ان سات اجزاء میں شامل نہیں، لہذا جب تک اس کے حرام ہونے پر کوئی دلیل موجود نہ ہو، وہ حلال ہی ہوگی اور بوٹی کے حرام ہونے کا قرآن وحدیث میں کہیں کوئی ذکر نہیں، یہ بات کہ اس کے کھانے سے چالیس دنوں کی نماز قبول نہیں ہوتی، بے اصل بات ہے اور اس کا کوئی ثبوت نہیں۔

ذبیحہ کے جنین کا حکم

سوال:- {1366} گابھن گائے کو ذبح کرنے کے بعد اس کے اندر کے بچے کے گوشت کا کیا حکم ہے؟ اس میں جان نہیں ہے، صرف خون ذبح کیا جائے تو نکلتا ہے، اگر ذبح

(۱) دیکھئے: بدائع الصنائع ۱۹۰/۴۔

(۲) دیکھئے: بدائع الصنائع ۱۹۰/۴۔

بھی نہ کریں تو اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ مقامی قصاب ایسا
ہی دیتا ہے اور نرم گوشت ہے کہہ کر گاہکوں کو دیتے ہیں، کیا
اس کو استعمال کیا جا سکتا ہے؟ اس مسئلہ میں تفصیل سے
وضاحت فرمائیں۔ (عبدالوھاب، اودگیر)

جواب:- گابھن جانور کے پیٹ سے جو بچہ نکلے، اگر نکلتے وقت زندہ تھا تو باتفاق اسے ذبح کر دیا جائے تو حلال ہے، ذبح کرنے سے پہلے مرجائے تو حرام ہے، اگر مردہ پیدا ہوا، اس کی تخلیق مکمل نہیں ہوئی ہو، تو فقہاء متفق ہیں کہ اس کا کھانا حرام ہے، کیوں کہ وہ "مضغہ" کے حکم میں ہے، جو صورت آپ نے دریافت کی ہے، وہ یہی ہے، اس لئے حرام ہے، اور اگر مردہ پیدا ہونے والا کامل الخلقہ ہو تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اب بھی اس کا کھانا حرام ہی ہوگا، صاحبینؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک اس کا کھانا حلال ہے، علامہ کاسانیؒ نے دلائل کے ساتھ جانور کے زیر حمل بچہ کا یہ حکم بیان کیا ہے۔(۱) ——— امام ابوحنیفہؒ کے قول میں احتیاط ہے، اور حلال و حرام کے مسائل میں احتیاطی پہلو پر عمل کرنا چاہئے، اس لیے گابھن گائے کے پیٹ سے نکلنے والے بچہ کو جب تک شرعی طور پر ذبح نہ کر دیا جائے اس کا کھانا جائز نہیں، خواہ مردہ پیدا ہوا ہو، یا پیدا ہو کر مر گیا ہو۔ واللہ اعلم۔

نابالغ کا ذبیحہ

سوال:- {1367} مقامی چکن سنٹر والے غیر مسلم چکن
فروش کسی نابالغ مسلم لڑکے کو ٹوپی پہنا کر مرغ ذبح کرا کے
فروخت کرتے ہیں، اس کا ذبح کرنا کیسا ہے؟ اس کی ذبح
کرنے کی نیت اور وضوء وغیرہ نہیں رہتا ہے، اس طرح چکن
کھایا جا سکتا ہے یا نہیں؟ (عبدالوہاب، اودگیر)

جواب:- ذبح کرنے کے لئے نیت کرنا یا باوضوء ہونا ضروری نہیں، یہ کافی ہے کہ ذبح

(۱) دیکھئے: بدائع الصنائع: ۱۵۹/۴، بہ تحقیق محمد عدنان۔

کرتے وقت "بسم اللہ" کہے اگر بھول کر نہ کہہ پائے تب بھی حرج نہیں، ذبیحہ حلال ہو جائے گا، ذبح کرنے والے کا بالغ ہونا بھی ضروری نہیں، اگر نابالغ ہو لیکن ذبح کرنے کو سمجھتا ہو اور اس کا شعور رکھتا ہو نیز ذبح کرنے پر قادر ہو تو اس کا ذبیحہ بھی حلال ہے:

"فان كان الصبي يعقل الذبح ويقدر عليه توكل ذبيحته" (۱)

اس لئے آپ نے جو صورت ذکر کی ہے وہ حلال کے دائرہ میں آتی ہے، اور ایسے بچوں کا ذبح کیا ہوا چکن کھانا درست ہے۔

جانور کی آدھی گردن ہی کیوں کاٹی جاتی ہے؟

سوال:- (1368) جانور کی آدھی گردن ہی کیوں کاٹی جاتی ہے، پوری گردن نہیں کاٹی جاتی ہے، اس میں کیا مصلحت ہے؟ (نظام الدین، بھریاہوی)

جواب:- جانور کی نصف گردن اس طرح کاٹنے کا حکم ہے کہ اس سے سانس اور غذا کی نالی اور خون کی دونوں شہ رگ کٹ جائیں:

"... و إن قرى البعض دون البعض فعند أبي حنيفة إذا قطع أكثر الأوداج و هو ثلاثة منها ... يحل" (۲)

تاکہ جلدی جان نکل جائے اور جانور کو کم اذیت پہنچے، اگر اس سے بڑھ کر جانور کی بقیہ نصف گردن بھی کاٹ دی جائے تو اسے بلاوجہ مزید تکلیف میں مبتلا کرنا ہوگا۔

---

(۱) الفتاویٰ الهندية: ۵/۲۸۵۔

(۲) دیکھئے: بدائع الصنائع: ۳/۱۵۹، بتحقیق محمد عدنان۔

عورت کا جانور ذبح کرنا

سوال:- {1369} کیا مرد حضرات کی عدم موجودگی میں عورتیں بھی جانور ذبح کرسکتی ہیں؟

(مسکان رخسانہ، پائن بوری، مہاراشٹر)

جواب:- ذبح اور ذبیحہ کے حلال ہونے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ ذبح کرنے والا مرد ہو، اس مسئلہ میں مرد و عورت کا حکم یکساں ہے؛ " المرأة المسلمة والكتابية في الذبح كالرجل "(۱) چنانچہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک خاتون نے پتھر (کی نوک) سے بکری ذبح کی، رسول اللہ ﷺ سے اس کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے اس کے کھانے کا حکم دیا۔(۲)

بغیر طہارت کے جانور کو ذبح کرنا

سوال:- {1370} ہمارے قصبہ میں عرصہ دراز سے گائے بیل ذبح کرنے کے لئے ایک خصوصی "ملا" ہوا کرتا تھا، لیکن ان دنوں وہ طریقہ ختم ہوگیا ہے، اور خود مسلم قصاب اپنے طور پر ذبح کرکے گوشت فروخت کرنے لگے ہیں اور بعض پڑھے لکھے لوگوں کی طرف سے یہ مسئلہ اٹھایا جارہا ہے کہ بغیر طہارت ذبح کرنے اور دوسری امکانی بداحتیاطی کی وجہ سے اس قسم کا ذبیحہ حرام کے درجہ میں آتا ہے، اس سلسلہ میں شرعی حکم کیا ہے؟ (قطب الدین، بمبئی)

---

(۱) الفتاوى الهندية: ۵/۲۸۶۔

(۲) صحيح البخاري: ۲/۸۲۷۔

جواب:- ذبیحہ کے حلال ہونے کے لئے دو باتیں ضروری ہیں، اول یہ کہ ذبح کرنے والا مسلمان ہو، دوسرے وہ ذبح کرتے وقت ''بسم اللہ'' کہے، جان بوجھ کر بسم اللہ نہ چھوڑے، رہ گیا ذبح کرنے والے کا طہارت کی حالت میں ہونا، تو یہ ضروری نہیں، اس لئے اگر مسلمان قصاب خود بھی بسم اللہ کہہ کر جانور کو ذبح کردے تو یہ ذبیحہ کے حلال ہونے کے لئے کافی ہے، ویسے پڑھے لکھے آدمی کو مقرر کرنا بہتر ہوتا ہے، کیوں کہ ان میں احکام شرعیہ کا پاس ولحاظ زیادہ ہوتا ہے۔

بکرے کے فوطے

سوال:- {1371} بہت سے لوگ بکرے کے کپورے شوق سے کھاتے ہیں، اور اس کو صحت کے لئے بھی مفید سمجھتے ہیں، کیا اس کو کھانا جائز ہے؟ (محمد اکرم، ملکنڈہ)

جواب:- جائز نہیں، حلال جانور کے بھی سات اعضاء کا کھانا حرام ہے، ان سات اعضاء میں ایک نر جانور کے فوطے بھی ہیں، اس لئے اس سے اجتناب کرنا چاہئے۔(۱)

اگر غیر مسلم کہے کہ حلال ذبیحہ ہے؟

سوال:- {1372} میں ایک ہندو کی شادی میں گیا، جہاں کھانے میں بکرے کا گوشت تھا، جب میں نے پوچھا کہ اس کو مسلمان نے ذبح کیا ہے؟ تو اس نے کہا ہاں، میں نے گوشت کو کھالیا مگر اب مجھے شک ہو رہا ہے، کہیں وہ گوشت مردار تو نہیں تھا، ایسی صورت میں مجھے کیا کرنا چاہئے؟

(ندیم احمد، بشیر باغ)

---

(۱) بدائع الصنائع: ۱۹۰/۴۔

جواب:- اگر کوئی غیر مسلم کہے کہ یہ گوشت ایسے جانور کا ہے جس کو مسلمان نے شرعی طور پر ذبح کیا ہے اور کوئی دوسرا ایسا قرینہ نہ ہو جو اس کے بیان کو جھوٹ ثابت کرتا ہو تو اس کی خبر پر اعتماد کر لینا کافی ہے، چنانچہ فقہاء نے لکھا ہے کہ جس نے مجوسی ملازم یا خادم سے گوشت منگایا، مجوسی کہتا ہے کہ میں نے مسلمان سے خرید کیا ہے تو اس کی خبر پر اعتماد کر لینا کافی ہے اور اس گوشت کو کھانا درست ہے:

"من أرسل أجيرا له مجوسا أو خادما فاشترى
فقال اشتريت من يهودي أو نصراني أو مسلم
وسعه أكله" (۱)

عام طور پر مسلمان ہی جانور ذبح کرتے اور غیر مسلم حضرات بھی مسلمان سے ہی ذبح کراتے ہیں، اس لئے بظاہر آپ کے اس ہندو دوست کی بات پر اعتماد کرنے میں کوئی قباحت نظر نہیں آتی۔

فارم کی مرغیاں اور انڈے

سوال:- (1373) آج کل مرغیوں کے فارموں میں
مرغوں یعنی نر سے اختلاط کے بغیر مرغیاں انڈا دیتی ہیں
اور اُن انڈوں سے پھر بچے پیدا ہوتے ہیں تو کیا اُس بچہ
اور انڈے کو کھانا حلال ہے؟　　(نور محمد، بنگلور)

جواب:- مرغی اور اس کے انڈے کا حلال ہونا حدیث سے ثابت ہے، (۲) اور اس پر امت کا اجماع اور اتفاق ہے، (۳) اس میں کوئی تفریق نہیں کہ نر کے اختلاط کے بعد انڈے

(۱) الفتاوی الهندية: ۳۰۸/۵۔
(۲) الجامع للترمذي، حدیث نمبر: ۱۸۲۶۔ محشی۔
(۳) المغني: ۱۰۱/۱۱۔ محشی۔

ہوئے ہوں، یا اس کے بغیر، اگر تنہا مرغی سے بھی انڈا حاصل ہو تو ظاہر ہے کہ یہ انڈا مرغی کا جزو ہے، پھر اس انڈے سے بچہ ہو تو وہ بچہ بھی اس مرغی کا جزو قرار پایا، اور جب مرغی خود پاک اور حلال ہے تو اس سے حاصل ہونے والے اجزاء سوائے پیشاب، پاخانہ اور خون کے وہ بھی پاک ہونگے، اس لئے جیسے فطری نظام کے تحت ہونے والے انڈے اور بچے حلال ہیں، اسی طرح یہ بھی حلال ہیں۔

کتاب الفتاوی

چوتھا حصہ

کتاب الوقف

وقف سے متعلق سوالات
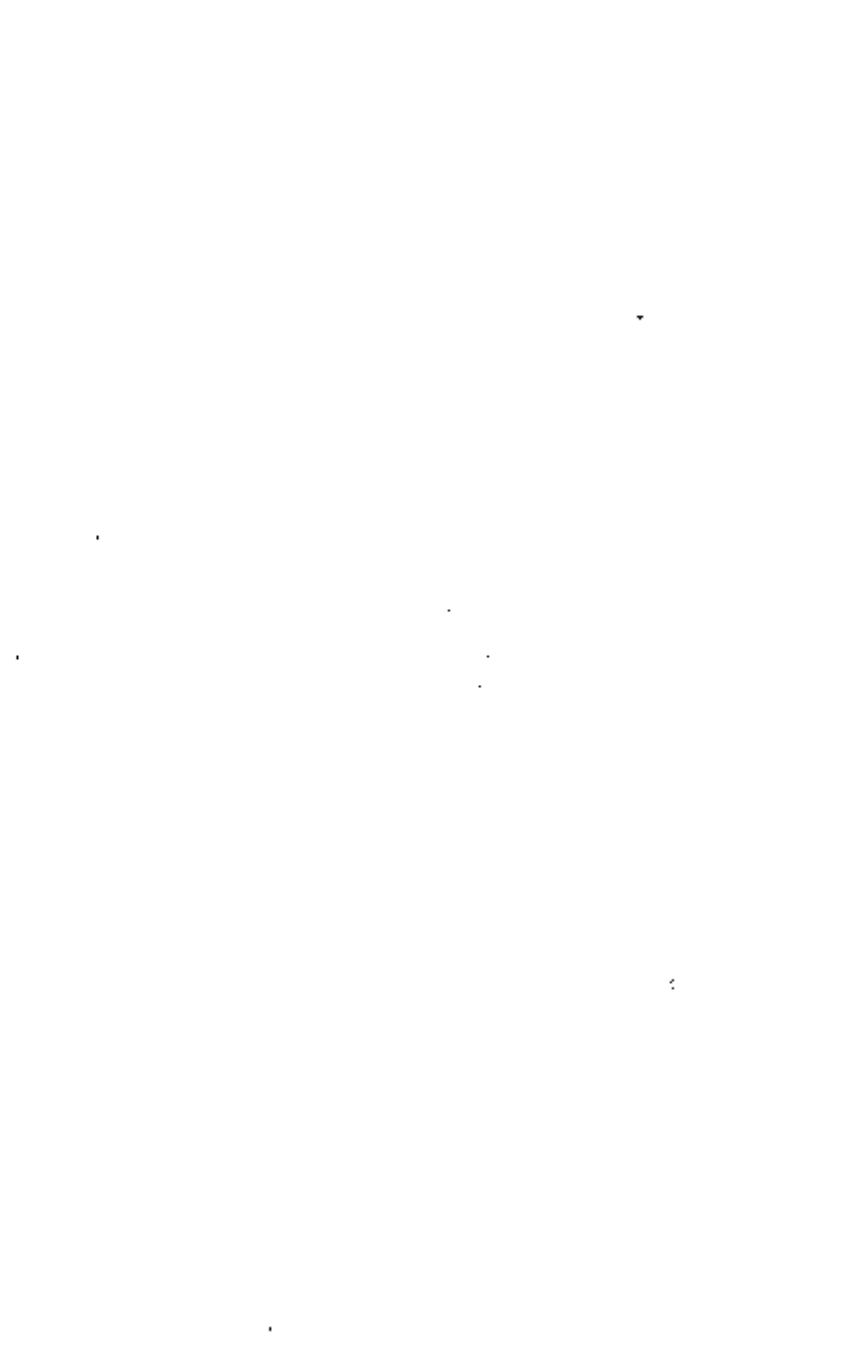
مساجد سے متعلق احکام

مسجد ہونے کے لئے اس زمین پر نماز پڑھنا شرط ہے

سوال:- (1374) ایک زمین مسجد کی تعمیر کے لئے خریدی گئی تھی نیز اسی زمین کے قریب ہی ایک دوسری مسجد زیر تعمیر ہے لیکن جو زمین مسجد کے لئے خریدی گئی تھی اس پر نام وغیرہ نہیں لکھا گیا ہے اور نہ ہی اس پر کسی قسم کی تعمیر ہوئی ہے، ایسی صورت میں اس زمین کو فروخت کر کے اس کے قریب کی زیر تعمیر مسجد کے لئے خرچ کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ جواب شافی مطلوب ہے اگر حوالہ دیا جائے تو مزید نوازش ہوگی۔

(اراکین مسجد حسینی و بے نگر کالونی، حیدرآباد)

جواب:- اوقاف مسجد کے سلسلہ میں یہ اصولی بات سمجھ لینی چاہئے کہ کوئی زمین عمارت مسجد کے لئے اس وقت وقف ہوتی ہے جب اس زمین کے مالکین زمین کو علاحدہ کر دیں، دوسرے اپنی زبان سے اس کا اظہار کر دیں کہ میں اس زمین کو مسجد کے لئے وقف کر رہا ہوں،

تیسرے وہ خود اس جگہ پر نماز با جماعت ادا کریں یا ان کے حکم سے ادا کی جائے۔(۱)
اب ان تین باتوں کے پائے جانے کے بعد وہ زمین ہمیشہ کے لیے وقف ہوگئی اور مسجد کے حکم میں ہوگئی (۲) اب یہاں سوال میں جو صورت مذکور ہے اس میں چونکہ عام مسلمانوں نے کمیٹی کو چندہ دیا ہے اور کمیٹی ہی نے وہ زمین مسجد کے لئے خریدی ہے اس لئے کمیٹی کی حیثیت عام مسلمان یعنی وقف کرنے والوں کی طرف سے وکیل کی ہوگی اور ان کا عمل تمام وقف کرنے والوں کا عمل سمجھا جائے گا، اور چونکہ ان حضرات نے ابھی نہ خود اس زمین پر نماز ادا کی ہے اور نہ ان کی اجازت سے دوسرے لوگوں نے کی ہے اس لئے وقف مکمل نہیں ہوا اور جب وقف مکمل نہ ہوا تو ان کو حق ہوگا کہ اس زمین کو کسی دوسری قریبی مسجد کے لئے خرچ کریں۔(۳)

مسجد قیامت تک کے لئے ہے

سوال:- {1375} مگلوا اخبار ''ایلاڑ'' میں ۷؍مئی ۹۹ء کو ایک خبر چھپی ہے کہ ''راولپنڈی سے مری مل کو جانے والی قومی شاہراہ کو چوڑا کرنے کے لئے ایک مسجد کو پاکستانی عہدہ داروں نے پچھلے جمعہ کو گرادیا، مزید نو مساجد کو بھی گرانے کا فیصلہ کیا گیا ہے، عہدہ داروں نے اعلان کیا کہ مسجد کے گرانے پر عوام نے کوئی اعتراض نہیں کیا، عوام کو یقین دلایا گیا

---

(۱) الدر المختار علی هامش رد المحتار ۶/۵۴۳، ط: مکتبہ زکریا دیوبند، ہند۔
(۲) "و يزول ملكه عن المسجد و المصلى بالفعل و بقوله جعلته مسجدا عند الثاني و شرط محمد و الامام الصلاة فيه بجماعة و قيل يكفي واحد" (الدر المختار على هامش رد المحتار ۱/۳۶۹-۳۷۰)
(۳) "اهل مسجد اشتروا عقارا بغلة المسجد ثم باعوا العمارة اختلف المشائخ في جواز بيعهم والصحيح انه يجوز" (الفتاوى الهندية ۲/۴۶۳، الفصل الثاني في وقف على المسجد في آخر الفصل)

ہے کہ گرائی گئی مسجد کے بدلے دوسری جگہ زمین مختص کرکے
سرکاری خرچ سے اس کی تعمیر مکمل کی جائے گی، اس بارے میں
آپ شرعی پہلو کو اجاگر کریں تو بہتر ہے، اور یہ کہ کیا یہ اطلاع
مصدق ہے، ساتھ میں کئی بھی چھپار کی جارہی ہے۔

(محمد وہاج الدین نذیر، گوردو کورمنڈل)

جواب:- جس جگہ ایک دفعہ مسجد تعمیر کردی گئی، وہ قیامت تک کے لئے مسجد ہوگئی، اس کی جگہ تبدیل کرنا قطعاً جائز نہیں، فقہاء اس بات پر متفق ہیں، اور کہا جاسکتا ہے کہ اس پر امت کا اجماع ہے، فقہ حنفی کی کتاب " الدر المختار " میں ہے:

"ولو خرب ماحوله و استغنى عنه يبقى مسجدا عند الامام والثاني أبدا إلى قيام الساعة و به يفتى" (۱)

اس لئے اولاً تو یہ بات ہی تحقیق طلب ہے کہ یہ خبر صحیح ہے یا غلط؟ اور زیادہ امید یہی ہے کہ یہ خبر غلط ہوگی، اس لئے کہ اخبار میں غیر مصدقہ خبریں بھی آجاتی ہیں، اور اگر صحیح بھی ہو تو کسی مسلمان ملک کا عمل دلیل اور حجت نہیں، حجت اور دلیل قرآن و حدیث اور قرآن حدیث کو جاننے والے سلف صالحین ہیں، نہ کہ وہ مسلمان حکمراں جو شریعت کی الف، ب، سے بھی واقف نہیں ہیں۔

مسجد کی تولیت

سوال:- (1376) زید ایک مسجد کا متولی تھا، زید اس مسجد و درگاہ کا واحد با اختیار حسب دستور سابق بذریعہ تولیت نامہ منتخب کردہ تھا، اس کو اپنی جانب سے باضابطہ متولی مسجد

---

(۱) الدر المختار: ۶/۵۴۸۔

ودرگاہ کے لئے کسی مناسب شخص کو اپنی حیات میں مقرر کرنے
کے اختیارات دیئے گئے تھے اور اسے یہ حق حاصل تھا کہ
بموجب اپنے اختیارات کسی مناسب شخص کو یہ عہدہ سونپے،
لہذا زید متولی مسجد و درگاہ اور سجادہ نشین ومتولی درگاہ مذکور نے
عمر ۷۶ سال کی ضعیف العمری ولاغری کی وجہ سے اپنی حیات
میں اپنی جانب سے حسب دستور سابق بذریعہ تولیت نامہ
مؤرخہ ۳۱ دسمبر ۱۹۷۰ء کو اس مسجد ودرگاہ مذکورہ کا اپنی جانب
سے باضابطہ سجادہ نشین ومتولی درگاہ اور جانشین ومتولی مسجد مقرر
کردیا، اس سے پہلے بھی اسی طرح باضابطہ مسجد ودرگاہ مذکورہ
کے جانشین متولیان اور سجادگان ومتولیان بموجب تولیت نامہ
جات ایک کے بعد دوسرے کو اسی طرح اختیارات دیتے چلے
آئے ہیں، زید کا منتخب کردہ موجودہ متولی وجانشین مسجد اور
سجادہ نشین ومتولی درگاہ مذکورہ بموجب تولیت نامہ مؤرخہ
۳۱ دسمبر ۱۹۷۰ء حسب دستور باضابطہ قائم ہے، مسجد ودرگاہ
سے متعلق وقف نامہ فساد میں برباد ہوگیا، کیا زید کا منتخب کردہ
مسجد ودرگاہ کا جانشین متولی سجادہ نشین ومتولی رو برو شریعت محمدیہ
درست قرار دیا جاسکتا ہے؟ (عزیز الرحمن، بلیلی خانہ، دہلی)

جواب:- تولیت باقی رہنے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ تولیت نامہ یا وقف نامہ محفوظ ہو،
اور علامہ شامیؒ وغیرہ نے تصریح کردی ہے کہ متولی کے منجملہ اختیارات کے ایک یہ بھی ہے کہ وہ
اپنی زندگی میں کسی اور کو (بشرط اہلیت) متولی مقرر کردے اور ایسی صورت میں اس کا کسی کو
مقرر کرنا درست وصحیح ہوگا۔

"أراد المتولی إقامة غیرہ مقامه فی حیاته

وصحته إن كانت التفويض له بالشرط عاماصح" (۱)

اس لئے مذکورہ صورت میں جن صاحب کو متولی مقرر کیا گیا ہے ان کی تولیت شرعاً صحیح ہے۔

مسجد کا منتظم اگر غیر مسلم ہو؟

سوال:- [1377] مسجد کا کسی غیر مسلم ادارہ یا غیر مسلم انتظامیہ کی جانب سے انتظام شرعاً کس حد تک جائز قرار پاتا ہے، جبکہ اس ادارہ یا انتظامیہ کے تحت غیر مسلم عبادت گاہیں بھی ہیں، اور اندیشہ ہے کہ اس سے حصول کردہ رقم سے مسجد کے تمام اخراجات برداشت کئے جارہے ہوں۔

(مجلس مغل ہندیہ برائے فلاح وبہبود افراد خاندان مغلیہ)

جواب:- کسی مسجد کا ہندو اوقاف کے تحت ہونا شرعاً درست ہوگا یا نہیں؟ اس میں دو پہلو قابل غور ہیں، ایک یہ کہ کسی غیر مسلم کو مسجد کا متولی بنایا جائے یا نہیں، اس لئے کہ جب ہندو وقف کے تحت مسجد ہے تو ضرور اس کا نظم بھی ہندو ارباب حل وعقد اور ذمہ دار انجام دیتے ہوں گے، دوسرے یہ کہ غیر مسلم اوقاف کا مسجدوں کے لئے استعمال جائز ہوگا یا نہیں؟

جہاں تک مسجد پر غیر مسلم کی تولیت کا مسئلہ ہے تو قرآن نے اس کے نادرست ہونے کی صراحت کردی ہے:

﴿مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ أَنْ يَّعْمُرُوْا مَسَاجِدَ اللهِ شَاهِدِيْنَ عَلٰى أَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ﴾ (۲)

دوسرا مسئلہ غیر مسلموں کے اوقاف کا ہے، غیر مسلموں کا وقف اسی وقت درست ہوگا جب

(۱) الدر المختار مع رد المحتار: ۴۱۱/۳، ط: مکتبہ رشیدیہ پاکستان۔
(۲) التوبة: ۱۷۔

وہاں ان کے عقیدے کے مطابق بھی قربت اور ثواب کا کام ہو، مثلاً بیت المقدس ہے اگر عیسائی و یہودی اس کے لئے کچھ وقف کریں تو صحیح ہوگا کیونکہ اس مسجد سے ان کا بھی اعتقادی اور مذہبی تعلق ہے اس کے برخلاف اگر وہ حج وعمرہ کے لئے وقف کریں تو صحیح نہیں ہوگا، کیونکہ وہ خود اس کے قائل نہیں ہیں، علامہ شامی لکھتے ہیں:

"إن شرط الوقف الذي أن يكون قربة عندنا و عندهم ... بخلاف الوقف علی حج و عمرة فإنه قربة عندنا فقط" (۱)

ہندوستان میں عام ہندو حضرات کے ذہن میں بھی مساجد کا تقدس واحترام ہے، اور مشرکانہ عقیدہ کی وجہ سے وہ اپنی مذہبی عبادت گاہوں کے ساتھ ساتھ مساجد کو بھی خدا کا گھر سمجھتے ہیں، اس لیے ان کا تعاون قبول کیا جا سکتا ہے، بہ شرطیکہ یہ اندیشہ نہ ہو کہ آئندہ وہ بھی اپنی عبادت گاہوں، تہواروں وغیرہ کے لیے آپ سے تعاون کے طلب گار ہوں گے۔ واللہ اعلم

ہندو کی تعمیر کردہ مسجد

سوال:- (1378) گاؤں میں ایک ہندو چندہ سے روپیہ وصول کر کے مسجد بنا رہا ہے، کیا ہم اس مسجد میں نماز پڑھ سکتے ہیں، جب کہ وہ اسلام قبول نہیں کرتا؟

(خضر بابا معصوم بابا، درگاہ جٹ پلی)

جواب:- اگر یہ اندیشہ نہ ہو کہ کل ہو کر وہ آپ سے مندر کی تعمیر کا مطالبہ کریں گے تو مسجد کی تعمیر میں ان کا تعاون لیا جا سکتا ہے، (۲) آپ دعاء کریں کہ اللہ تعالیٰ مسجد بنانے والے کو

(۱) رد المحتار: ۶/۵۲۳، ط: مکتبہ زکریا، بمبئی۔
(۲) دیکھئے: جدید فقہی مسائل: ۱/۱۵۵، بمبئی۔

مسجد تک لے آئے، اور اسے سمجھانے کی بھی کوشش کریں، کیا عجیب کہ اسی کام کی برکت سے اللہ تعالیٰ آج نہ کل اسے ہدایت سے سرفراز فرمادیں۔ واللہ ھو الھادی۔

مساجد میں غیر مسلموں کا تعاون

سوال:- {1379} کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تاجران چرم باہمی رضامندی سے اپنے کاروبار کا ایک فیصد جمع کرکے اس رقم سے ملت کے نونہالوں کو تعلیم سے آراستہ کرتے ہیں، اور اسی فنڈ سے مساجد کے انتظامات بھی کیے جاتے ہیں، دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ اس فنڈ میں غیر مسلم تاجران کی رقم بھی شامل ہوتی ہے، کیا ایسے فنڈ سے مساجد کے اخراجات کی تکمیل کی جاسکتی ہے؟

(محمد اختر، مشیرآباد)

جواب:- مساجد میں غیر مسلم بھائیوں کا تعاون تین شرطوں کے ساتھ لیا جاسکتا ہے:

اول : یہ کہ وہ خود اپنی رضامندی سے دیں، اس میں کسی قسم کے جبر و دباؤ کا کوئی دخل نہ ہو، یہاں تک کہ اخلاقی دباؤ کا بھی نہیں۔

دوسرے : وہ اپنے عقیدہ کے مطابق اسے نیکی کا کام خیال کرتے ہوں۔

تیسرے : اس بات کا امکان نہ ہو کہ وہ بھی مسلمانوں سے اپنی عبادت گاہوں کے لیے تعاون کے طلب گار ہوں گے،(۱) کیوں کہ مسلمان چوں کہ خدا کے ساتھ شرک کو ایک باطل اور خلاف واقعہ عمل گمان کرتے ہیں، اس لیے ان کے لیے یہ بات جائز نہیں ہے، کہ وہ کسی مشرکانہ فعل میں معاون ہوں، ان اصولوں کی روشنی میں آپ خود فیصلہ کرسکتے ہیں۔

---

(۱) جدید فقہی مسائل ۱/۱۵۶۔ محشی۔

دیوارِ قبلہ کے سامنے کی زمین کا حکم

سوال:- (1380) مسجد کے دیوار قبلہ کے سامنے جو زمین ہو کیا اس جگہ، رہائشی مکان تعمیر کر سکتے ہیں؟ اگر کر سکتے ہیں تو مسجد کی دیوار اور مکان کی دیوار کے درمیان کتنا فاصلہ ہونا چاہئے؟ نیز کیا یہ زمین کسی غیر مسلم کو فروخت کر سکتے ہیں؟

(ساجد خان، بیدر، کرناٹک)

جواب:- دیوار قبلہ کے سامنے جو زمین ہو، اس میں رہائشی مکان تعمیر کیا جا سکتا ہے، البتہ مسجد کی دیوار سے متصل سمت قبلہ میں بیت الخلاء نہ ہونا چاہئے، کہ یہ خلاف ادب ہے، مسجد اور مکان کے درمیان کوئی مخصوص فاصلہ شریعت میں منقول نہیں، مکان کی دیوار صاحب مکان کی مملوکہ اراضی میں مسجد کی دیوار سے متصل بھی اٹھائی جا سکتی ہے، موجودہ حالات میں مسجد سے متصل اراضی کا غیر مسلم بھائیوں کے ہاتھ فروخت کرنا مناسب نہیں، اس میں فتنہ کا اندیشہ اور باہمی نزاع و اختلاف کا خطرہ ہے۔

متولی کا مسجد کی اشیاء استعمال کرنا

سوال:- (1381) اہل محلہ اور ذمہ داران مسجد (اراکین کمیٹی) مسجد کے سامان کو اپنے ذاتی کاموں کے لئے استعمال کرتے ہیں، کیا ایسا کرنا درست ہے؟

(اسامہ بن زید، دوسے گھر کالونی)

جواب:- متولی کے لئے مسجد کی اشیاء کو اپنے ذاتی کاموں میں استعمال کرنا جائز نہیں، اس لئے کہ وہ مسجد کی ضروریات کے لئے وقف ہیں، اور متولی کے ہاتھ میں امانت ہیں، اگر وہ

اس میں سے اپنی ذات کے لئے استعمال کرے گا تو یہ امانت میں خیانت ہوگی، (1) ہاں اگر کوئی چیز خدام مسجد کیلئے وقف کی جائے تو متولی کے لیے بھی اس سے استفادہ کی گنجائش ہے۔

کیا ویران مسجد فروخت کی جاسکتی ہے؟

سوال:- {1382} ضلع بیدر کے ایک گاؤں "نثور بزرگ" میں ایک مسجد پولیس ایکشن کے زمانہ ہی میں شہید کر دی گئی تھی، اب تک مسجد کی زمین باقی ہے، اشرار نے کئی مرتبہ قبضہ کرنے کی کوشش کی، لیکن پولیس کی مداخلت کی وجہ سے ان کی سازش کامیاب نہ ہوسکی، مسلمانوں نے اس زمین کو چھوڑ کر اپنے مسلم علاقہ میں ایک بڑی عالی شان مسجد بنائی ہے، جو پورے گاؤں کے لئے کافی ہے، اب غیر مسلموں کا اصرار ہے کہ یہ زمین ان کے ہاتھ فروخت کردی جائے، تاکہ جھگڑا ہمیشہ کے لئے ختم ہوجائے، جبکہ یقین ہے کہ وہ اس جگہ مندر بنائیں گے، اور مسلمان بھی وہاں اس زمین کے ساتھ کچھ نہیں کرسکتے، کیونکہ اس کے اردگرد غیر مسلم ہیں، تو کیا ایسی حالت میں اسے فروخت کیا جاسکتا ہے؟

(مولوی محمد رہبر عالم، ہوڈگی، ضلع بیدر)

---

(1) اگر اس کا شرعی ثبوت ہوجائے تو ایسے شخص کو تولیت مسجد سے معزول کرنا ضروری ہے: "وينزع وجوبا لو الواقف فغيره بالأولى غير مأمون أو عاجز أو ظهر به فسق كشرب خمر ونحوه" (الدر المختار) "قوله: (غير مأمون) قال في الإسعاف: ولا يولى إلا أمين قادر بنفسه أو بنائبه؛ لأن الولاية مقيدة بشرط النظر، وليس من النظر تولية الخائن؛ لأنه يخل بالمقصود" (رد المحتار: ۴/ ۵۷۳) محشی۔

جواب:- جس جگہ ایک بار مسجد بنادی گئی، اور وہاں بہ حیثیت مسجد نماز پڑھی گئی تو اب یہ قیامت تک کے لئے مسجد ہے، گو اس کے آس پاس کا حصہ ویران ہوگیا ہو، یا آباد رہو، لیکن مسلمانوں کی آبادی باقی نہ رہی ہو، پھر بھی وہ مسجد ہی ہے، اس کو فروخت کرنا یا کرایہ پر لگانا یا اس پر گھر بنانا یا کسی اور طریقہ پر آمدنی کا ذریعہ بنانا درست نہیں۔

"لو خرب ما حوله و استغنى عنه يبقى مسجدا عند الإمام والثاني أبدا إلى قيام الساعة و به يفتى" (1)

اس لئے اس جگہ کو غیر مسلموں سے فروخت کرنا درست نہیں، کوشش کریں کہ قانون کے دائرہ میں رہتے ہوئے اشرار کو بے حرمتی سے روکیں، اور حکمت عملی کے ساتھ غیر مسلم بھائیوں کو سمجھانے کی کوشش کریں، اگر اپنی حد تک پوری کوشش کے باوجود خدانخواستہ اشرار اس پر قبضہ کرلیں، تو مسلمان عنداللہ جوابدہ نہیں ہوں گے، کیونکہ ہر شخص اپنی طاقت کے بقدر ہی برائی کو روکنے کا مکلف ہے، لیکن خود مسلمان اسے فروخت کردے، یہ مسجد کی حق تلفی اور اللہ کے گھر کی بے حرمتی میں شریک ہونا ہے، جو جائز نہیں ہے، اس لئے مسلمانوں کے لئے اپنی طرف سے مسجد کی زمین کو فروخت کرنا جائز نہیں۔

حکمت کا تقاضہ بھی یہی ہے، کیونکہ اگر ایک جگہ مسلمانوں نے اپنی مسجد فروخت کردی تو دوسرے مقامات پر بھی اصرار کرنے کا موقعہ نہیں رہے گا، اور ہر مسجد غیر محفوظ ہو کر رہ جائے گی، اللہ تعالیٰ مسجدوں اور مدرسوں کو ہر طرح کے شرور سے محفوظ رکھے۔ (آمین)

ویران مسجدوں کے سلسلہ میں ایک قابل توجہ تجویز

سوال:- {1383} شہر حیدرآباد کے غیر مسلم محلّہ جات

---

(1) الدر المختار على هامش رد: ۶/ ۵۴۸۔

آبادی والے علاقے نیز شہر سے دور غیر آباد علاقوں میں بہت سی غیر آباد مسجدیں ہیں، اگر خود ہی توجہ نہیں کی گئی تو ان کے بقاء کو بھی خطرہ ہے، ان حالات میں ان مسجدوں کا تحفظ کس طرح ہو؟ احقر کے ذہن میں ایک تجویز آتی ہے کہ ان مساجد کو عیدگاہ کے طور پر آباد کیا جائے، اس طرح یہ مسجدیں باقی رہ سکیں گی، احکام شریعت کی روشنی میں اس کا جواب دیں؟

(حافظ محمد انور، پنچ محل)

جواب:- یہ واقعی بہت اہم اور تشویشناک مسئلہ ہے، جو مسجدیں ایسے علاقہ میں واقع ہوں، وہاں سے نسبۃً قریب جو مسلمان رہتے ہوں، انھیں چاہئے کہ اگر وہاں پنج وقتہ نماز نہیں ادا کر سکتے تو کم سے کم دو تین نمازیں ہی اہتمام سے ادا کیا کریں، تاکہ ان مساجد کا تحفظ ہو سکے، یہ تجویز بھی بہت مناسب ہے کہ ایسی مسجدوں میں عید کی نماز ادا کی جائے، بلکہ اگر عید اور جمعہ دونوں کا اہتمام ہو جائے تو چنداں دشوار نہ ہوگا، حضرات علمائے کرام اور قائدین ذی احترام سے درخواست کی جاتی ہے کہ وہ اس مفید و اہم تجویز پر خصوصی توجہ فرمائیں۔

ایک مسجد کا قرآن دوسری مسجد میں

سوال:- (1384) قرآن مجید کے کئی پارے ایک مسجد سے کیا دوسری مسجد منتقل کئے جا سکتے ہیں؟ جب کہ یہاں ضرورت سے زیادہ ہوں، اور دوسری مسجد میں ضرورت ہو۔

(حیدر اعظمی، نا مپلی)

جواب:- اگر ایک مسجد پر قرآن مجید کے پارے وقف کئے جائیں تو جتنے پاروں کی وہاں ضرورت ہو، اتنے تو اس مسجد میں رہنے چاہئیں، اور جو پارے زائد از ضرورت ہوں، ان کو

عام مسلمانوں کے استفادہ کے لئے دوسری مساجد میں منتقل کیا جا سکتا ہے، علامہ حصکفیؒ اسی مسئلہ پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:

" ولایکون محصورا علی هذا المسجد و به عرف حکم نقل الاوقاف من محاله للانتفاع بها " (۱)

مسجد کے غیر ضروری سامانوں کی فروخت

سوال:- {1385} ایک پرانی مسجد شہید کر کے نئی مسجد تعمیر کی جارہی ہے، مسجد کے فرش کے بڑے اور چھوٹے پتھر کافی تعداد میں موجود ہیں، کریم اور زاہد نے ان پتھروں کو خریدا، اور مکان و دوکان کی موڑی میں استعمال کیا ہے، اب ان کو اس بات پر بہت ملال ہے کہ کہیں انہوں نے غلطی تو نہیں کی؟ (محمد یعقوب میر، یادگیری)

جواب:- مسجد میں استعمال شدہ پتھر چونکہ مسجد کا حصہ رہ چکے ہیں، اس لئے ان کی بے حرمتی مناسب نہیں، مسجد کی تعمیر کا ملبہ اور فاضل اشیاء کو دوسری مسجد ہی میں استعمال کرنا چاہئے، اس لئے مناسب ہے کہ آپ ان پتھروں کو نکال کر اور اچھی طرح صاف ستھرا کر کے کسی دوسری مسجد کو جسے ان اشیاء کی ضرورت ہو، دے دیں، فقہاء کی ہدایات سے یہی معلوم ہوتا ہے:

" الفاضل من وقف المسجد هل یصرف الی الفقراء قیل : لا یصرف و انه صحیح " (۲)

---

(۱) الدر المختار علی هامش رد المحتار:۶/۵۵۸۔
(۲) الفتاوی الهندیة ۲/۴۶۳، مصری۔

مسجد کی اراضی ناٹک کے لئے دینا

سوال:- {1366} ہمارے گاؤں میں کالی مسجد کے نام سے ایک مسجد ہے، چند دن قبل ایک میلہ لگا تھا، مسجد کی دیوار سے بالکل متصل چنالال کی ایک ناٹک لگی تھی، اس پروگرام کے لئے مسجد کے قریب مسجد ہی کی اراضی دی گئی تھی، اور مسجد کی دیواروں پر فحش تصویریں چسپاں کی گئی تھیں، کیا اس مقصد کے لئے مسجد کی اراضی دینا جائز ہے؟

(محمد عبدالشکور رداوا، چنچل گوڑہ)

جواب:- ایسے مقاصد کے لئے کسی مسلمان کو اپنی ذاتی اراضی بھی دینا جائز نہیں، چہ جائیکہ مسجد کی اراضی؟ اس لئے یہ سخت گناہ ہے، اور مسجد کی اہانت میں داخل ہے،(۱) آئندہ ذمہ دار حضرات کو اس سے سخت احتیاط کرنی چاہئے۔

جنم بھومی کی تشہیر کے لئے مساجد کے مائک اور سائرن کا استعمال

سوال:-{1367} حکومت کے جنم بھومی پروگرام کی تشہیر کے لئے مسجد میں لگے ہوئے لاؤڈ اسپیکر اور سائرن کے استعمال کا کیا حکم ہے؟ اور استعمال نہ کرنے والوں پر حکومت یا انتظامیہ کی جانب سے جبر کرنا شرع کے مطابق ہے یا مخالف؟

(عبدالحسین، سعدی پیٹ)

جواب:- مسجد اللہ کی عبادت اور بندگی کے لئے ہے، غیر مسلموں ہی نہیں، مسلمانوں

---

(۱) یہ گناہ کے کاموں میں تعاون ہے اور گناہ کے کاموں میں تعاون کرنے سے قرآن مجید میں سخت ممانعت وارد ہوئی ہے: ﴿و لا تعاونوا علی الإثم و العدوان﴾ (المائدۃ: ۲) مرتب۔

کے لئے بھی عبادت کے سوا کسی اور مقصد کے لئے مسجدوں کا استعمال درست نہیں، یہاں تک کہ آپ ﷺ نے مسجد میں گم شدہ چیز کے اعلان سے بھی منع فرمایا، بلکہ ارشاد فرمایا کہ جب تم دیکھو کہ کوئی شخص مسجد میں گمشدہ چیز کا اعلان کر رہا ہے تو کہہ دو کہ اللہ تمہیں یہ چیز واپس نہ دلائے "لا ردھا اللہ علیک "(۱) اسی طرح مسجد میں اشعار پڑھنے سے بھی منع فرمایا گیا، امام طحاوی نے نقل کیا کہ آپ ﷺ نے مسجد میں اشعار پڑھنے سے منع فرمایا(۲) اس لئے نہ صرف حکومت کا جنم بھومی وغیرہ کے لئے مسجد کو استعمال کرنا درست نہیں، بلکہ اگر مسلمان بھی اپنے کسی سماجی اور تہذیبی مقاصد کے لئے مسجد کا استعمال کریں تو یہ درست نہیں۔

دوسرے مسجدوں کی ہر چیز وقف کی ہوئی ہے، اور وقف کرنے والے کا منشا یہی ہوتا ہے کہ مائیک کا استعمال اذان، نماز اور دعوت و تذکیر کے لئے ہو، اور سائرن کا استعمال افطار اور سحر کے وقت کی اطلاع دینے کے لئے ہو، اگر کسی اور مقصد کے لئے لاؤڈ اسپیکر اور سائرن کا استعمال کیا جائے، تو واقف کے منشا کی خلاف ورزی ہوتی ہے، اس لئے یہ صورت قطعاً درست نہیں۔

حکومت یا حکومت کے انتظامیہ کی جانب سے ایسا کرنا نہایت نامناسب بات ہے اور مذہبی مقامات کے تقدس کو متاثر کرنے کے مترادف ہے، اس لئے صرف مسجد ہی نہیں دوسری اقوام کے مذہبی مقامات کو بھی حکومت کے انتظامی مقاصد کے لئے استعمال کرنا نامناسب بات ہے، اور یقیناً نچلی سطح کے انتظامی ارکان اپنی طرف سے ہی اس طرح کا عمل کرتے ہوں گے، اس لئے مناسب ہوگا کہ مسلمان سنجیدہ اور سمجھدار غیر مسلموں کو بھی اپنے ساتھ لے کر پر امن طریقہ پر ذمہ داروں سے گفتگو کریں اور ان کو اس سے باز رہنے پر آمادہ کریں، اگر ان کو صحیح طریقہ پر اپنا موقف سمجھایا جائے تو امید ہے کہ وہ اسے ضرور قبول کریں گے۔

---

(۱) صحیح مسلم حدیث نمبر: ۱۲۶۰ بیہقی۔
(۲) رد المحتار ۲/۴۳۳۔

مسجد کی زمین کی قیمت لینا

سوال:- {1388} تعمیر مسجد کے لیے جگہ کا مالک اس جگہ کی قیمت لے سکتا ہے یا نہیں؟ صاحب استطاعت اور مجبور کے لیے کیا حکم ہے؟ (سید اشرف الدین، کنڈا کرتی)

جواب:- مسجد کو زمین فروخت کی جاسکتی ہے، رسول اللہ ﷺ نے جب مدینہ میں مسجد نبوی تعمیر کرنی چاہی تو جس زمین کا انتخاب فرمایا، ان کے مالکان سے خواہش کی کہ مجھ سے یہ زمین فروخت کردو، وہ حضرات اس کی قیمت لینے کو تیار نہیں تھے، لیکن چوں کہ یتیم بچے تھے اس لیے آپ ﷺ نے باصرار انہیں قیمت عطا فرمائی،(۱) لہٰذا اس میں کچھ حرج نہیں، البتہ اگر قیمت لیے بغیر مسجد کے لیے زمین دے دی جائے تو ظاہر ہے کہ اس میں بہت اجر وثواب ہے، لیکن چوں کہ یہ واجب نہیں ہے، اس لیے اس پر مجبور کرنا درست نہیں۔

مساجد کی تعمیر

سوال:- {1389} آج کل دولت مند حضرات خوب مسجدیں تعمیر کر رہے ہیں، تا کہ فوراً منتقل ہو جائے، اگر اس پیسے کو دینی تعلیم کے عام کرنے اور ائمہ و موذنین کی خدمت کرنے میں صرف کریں تو کیا یہ زیادہ باعث اجر نہیں ہوگا؟

(محمد عبدالرشید، بشارت نگر)

جواب:- رسول اللہ ﷺ نے مسجد تعمیر کرنے کی بڑی فضیلت بیان فرمائی ہے، اور مسجد بنانے والوں کے لئے جنت میں گھر بنانے کا صریح وعدہ فرمایا ہے،(۲) اس لئے مسلمانوں کا

---

(۱) سنن ابن ماجة:۵۴۳،صحیح مسلم:۱/۲۰۱۔

(۲) "من بنى لله مسجدا بنى الله له بيتا في الجنة" عن عثمان بن عفان ﷺ، (صحیح مسلم،حدیث نمبر:۱۱۸۹،باب فضل بناء المساجد و الحث عليها) محشی۔

تعمیر مسجد کی طرف متوجہ ہونا فطری بات ہے، لیکن تعمیر مسجد میں غلو، ضرورت سے زیادہ اخراجات اور تعمیر میں ایک دوسرے سے تفاخر مکروہ ہے،(۱) یہ سمجھنا درست نہیں کہ فی زمانہ تعمیر مسجد کی ضرورت نہیں رہی، کیونکہ آج بھی ہزاروں دیہات میں جہاں کوئی مسجد نہیں اور مسجد نہ ہونے کی وجہ سے وہاں مسلمان ارتداد کا شکار ہو رہے ہیں، اس لئے جو لوگ تعمیر مسجد کا جذبہ رکھتے ہوں ان کو چاہئے کہ صرف شہر کے پر رونق محلوں کے بجائے دیہات کے دور افتادہ علاقوں پر توجہ دیں اور وہاں ضرورت کے مطابق سادی مسجد تعمیر کریں، تاکہ کم پیسوں میں زیادہ سے زیادہ مسجدیں تعمیر ہو سکیں۔ رہ گئی دینی تعلیم اور ائمہ و موذنین کی تنخواہوں پر توجہ، تو یہ بھی نہایت ضروری ہے، اور اس میں بھی کچھ کم ثواب نہیں، اس لئے مسلمان اہل ثروت کو ضرور اس جانب بھی توجہ دینی چاہئے۔

پرانی مسجد توڑ کر جدید تعمیر

سوال:- (1390) کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

ہماری بستی کی قدیم جامع مسجد کا اکثر حصہ شہید کر کے اس کی جگہ جدید تعمیر ہو چکی ہے، سامنے کا قدیم حصہ جو اب تک باقی ہے، جس کے بارے میں مسجد کے موجودہ ٹرسٹی کا کہنا ہے کہ "اس کے شہید کرنے کا ٹرسٹی کو شرعاً کوئی حق نہیں"۔ اس بقیہ حصہ کی وجہ سے مسجد کا اگلا کام بھی رکا ہوا ہے، اس لئے دریافت طلب امر یہ ہے کہ بقیہ قدیم خستہ حال حصہ کو تعمیر جدید

---

(۱) "قال رسول الله ﷺ : لا تقوم الساعة حتى يتباهى الناس في المساجد" عن أنس بن مالك ﷺ، (الفتح الربانی :۳/۶۷، حدیث نمبر:۳۲۵، أبواب المساجد)

"فيها كراهة التفاخر و المباهاة ببناء المساجد و تشييدها و زخرفتها" (حوالہ سابق) محشی۔

کے خاطر شہید کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

(حاجی عباس، حاجی علی کوٹھ و پھر)

جواب:- مسجد کے پرانے ہونے کی وجہ سے اس کی تعمیرِ نو کی ضرورت ہو یا توسیع کے لئے پرانے حصہ کو شہید کرنا پڑے تو اس میں کوئی حرج نہیں، سیدنا حضرت عمر ﷺ نے مسجد نبوی ﷺ کی توسیع کے لئے (۱) اور حضرت عثمان غنی ﷺ نے مسجد نبوی ﷺ کی توسیع اور از سرِ نو تعمیر کے لئے قدیم مسجد کو شہید کیا ہے، (۲) حالانکہ یہ مسجد رسول اللہ ﷺ کی تعمیر کی ہوئی تھی، اسی طرح مسجد حرام اور مسجد اقصی کی عمارتوں کی تجدید و توسیع سلف صالحین کے عہد سے ہوتی رہی ہے، (۳) اور ایسے مواقع پر قدیم عمارت شہید کردی جاتی تھی، اس لئے مذکورہ مسجد کا جو قدیم حصہ بچا ہوا ہے اس کو شہید کر کے نئی تعمیر کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، البتہ کوشش کی جائے کہ قدیم عمارت کا ملبہ اس تعمیر جدید یا کسی اور مسجد کی تعمیر میں صرف کردیا جائے تاکہ اشیاء مسجد کے احترام کی پوری رعایت ہوسکے۔ واللہ اعلم۔

مسجد کی رقم

سوال:- (1391) مسجد کے ایک کام کے لئے لوگوں سے چندہ وصول کیا گیا اور دوسرے کام میں وہ رقم خرچ کی جارہی ہے، جب کہ وہ دوسرا کام بھی خود مسجد کا ہے، تو کیا ایسا کیا جاسکتا ہے؟

(عبدالسلام ضعیف، وجے نگر کالونی، حیدرآباد)

جواب:- مسجد کے جس کام کے لئے رقم وصول کی گئی تھی، اگر اس ضرورت کی تکمیل

---

(۱) تاریخ مکہ: ۲/۱۵۰، محشی۔

(۲) سنن أبي داؤد، حدیث نمبر: ۴۵۱، محشی۔

(۳) أخبار مدينة الرسول ﷺ بحوالہ تاريخ المسجد النبوي، ص: ۹۸-۹۲، محشی۔

ہوچکی ہو، لیکن اس کے باوجود کچھ رقم بچ رہی ہے، نیز مستقبل میں اس مد میں رقم کی ضرورت کا امکان بھی نہ ہو، تو اس کو مسجد ہی کے دوسرے کاموں میں خرچ کیا جاسکتا ہے، ورنہ نہیں، کیونکہ وقف کا اصول یہی ہے کہ چیزوں کو اسی مد میں خرچ کیا جائے جس کی نیت وقف کرنے والے نے کی ہے۔ واللہ اعلم

ہراج کی رقم سے مسجد کی تعمیر

سوال:- (1392) کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

تاجران چرم کی ایک جماعت جو کہ چوراست اسکن کارپوریشن کے نام سے کام کررہی ہے، ایک بڑا گودام کرایہ پر حاصل کر کے اضلاع واطراف بلدیہ کے چھوٹے بیوپاریوں (مسلم غیر مسلم) کا مال فروختگی کی سہولت دیتے ہوئے بیوپاریوں کو دیگر سہولیات جیسے پانی، لائٹ، بیت الخلاء وغیرہ کی سہولت دیتی ہے، اور ان کے مالوں کی فروختگی کے بعد صرف خریداروں- جو کہ تمام ہی مسلم ہیں- مقررہ معاوضہ وصول کرتی ہے، اس مقررہ معاوضہ کی وصولی کی باقاعدگی کے لیے اس کا باضابطہ ہراج کیا جاتا ہے، اور اس آمدنی سے فلاحی امور جیسے غریب ویتیم لڑکیوں کی شادی بیاہ میں مالی تعاون، غریب بے سہارا مریضوں کی مالی امداد، فری طبی کیمپ، نیز بیواؤں کو فنڈس دیئے جاتے ہیں، دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس جمع شدہ رقم کو تعمیر وتوسیع مسجد کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ (عہدیداران تعمیری کمیٹی، جامع مسجد، مشیرآباد)

جواب :- ہراج کی یہ صورت کہ ہراج وصول کرنے والا بیوپاریوں سے پیسے وصول کر لے اور کمیٹی اس سے ایک مقررہ پیسے حاصل کر لے ، آگے وصولی میں جو کمی بیشی ہو وہ ہراج وصول کرنے والے کا نفع یا نقصان ہوگا ، درست نہیں ، بلکہ یہ سود ہے یا کم سے کم اس میں سود کا شبہ ہے ، لہٰذا صحیح صورت یہ ہے کہ مکان کے کرایہ کے لیے ہراج کیا جائے ، اور جس کی بولی زیادہ ہو اسے کرایہ پر دیا جائے ، پھر وہ ہراج پر حاصل کرنے والا کرایہ دار اس جگہ مال خرید کرنے والے خریداروں سے اپنی جگہ کے استعمال کی اجرت وصول کرلے ، اس تھوڑی سی تبدیلی سے یہ صورت جائز ہو جائے گی ، پھر کمیٹی کو اس سے جو آمدنی ہو ، اس کے لیے اس آمدنی کو مسجد کے لیے دے اور اسے مسجد کی تعمیر میں خرچ کیا جانا درست ہے ۔

سود سے مسجد کی تعمیر

سوال :- (1393) ایک صاحب نے ایک کثیر رقم جو ڈپازٹ بینک میں کی تھی ، مقررہ وقت کے ختم پر مع سود حاصل کرکے مسجد کی تعمیر کے لئے دیدی ، چنانچہ اس مسجد کو دو منزلہ بنا دیا گیا اور دو کمرے تعمیر کیے گئے تا کہ ان کمروں کے کرایہ جات سے مسجد کے اخراجات کی پابجائی ہو ، کیا یہ عمل درست ہے؟ اور کیا اس مسجد میں نماز ادا کی جاسکتی ہے؟

(سید زین العابدین ، مغل پورہ)

جواب :- فکس ڈپازٹ میں جو زائد رقم حاصل ہوتی ہے وہ سود ہے اور اس کا استعمال حرام ہے ، اس لئے مسجد جیسی مبارک جگہ کے لئے ایسی رقم کا استعمال سخت گناہ ہے ، مسجد میں تو نہایت پاکیزہ اور حلال مال لگانا چاہئے ، کیونکہ اللہ تعالیٰ مال خبیث کو قبول نہیں کرتے ، فقہاء نے بھی مسجد میں مال حرام کے استعمال کرنے کو منع کیا ہے ۔ (۱) اب بہتر صورت یہ ہے کہ جتنی رقم

(۱) رد المحتار : ۴۳۱/۲ ۔

سود کی مسجد میں استعمال ہوئی ہے عام مسلمانوں سے تعاون حاصل کر کے اتنی رقم آہستہ آہستہ غرباء پر خرچ کردی جائے، تاکہ مسجد میں لگی ہوئی پوری رقم پاک اور حلال قرار پائے۔

لیکن چونکہ مسجد پہلے سے موجود تھی، اور مال حرام کی مال حلال کے ساتھ آمیزش ہوئی ہے اس لئے یہ مسجد شرعی ہی ہے، اور اس کے احکام وہی ہیں جو مسجد کے ہیں، اس میں نماز ادا کرنا درست ہے، البتہ حکمت کے ساتھ ذمہ داروں کو سمجھانا چاہئے کہ وہ مال حرام سے مسجد کو ملوث کرنے کی اس غلطی کی تلافی کریں اور آئندہ اس سے اجتناب برتیں۔

نیچے دکانیں اور اوپر مسجد

سوال:- {1396} "گراونڈ فلور" پر ایک صاحب کی ذاتی دکانیں ہیں، پہلے فلور پر عوام کے چندہ سے مسجد بنائی گئی ہے، سوال یہ ہے کہ کیا اس کا حکم مسجد کا ہوگا؟ کیا اس مسجد میں نماز جمعہ ہو سکتی ہے؟ اور کیا گراونڈ فلور پر واقع دکانوں کو خرید کر مسجد کی ملکیت میں لینا ضروری ہے؟ (علی حسن، ناندیڑ)

جواب:- جس منزل پر مسجد بنائی گئی ہے، اگر اس کو مسجد کی نیت سے بنایا گیا تھا اور اس کا مستقل راستہ ہے تو اب وہ مسجد شرعی ہے اور اس کے لئے وہی احکام ہیں جو احکام مسجد شرعی سے متعلق ہوتے ہیں۔

"لو جعل وسط داره مسجدا أو أذن للصلوة فيه حيث لا يكون مسجدا إلا إذا شرط الطريق" (۱)

اس کے مسجد ہونے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ "گراونڈ فلور" کی دکانیں خرید کر مسجد میں

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار : ۶ / ۵۴۷۔

شامل کردی جائیں، اس عمارت میں نماز جمعہ پڑھی جاسکتی ہیں، کیونکہ اول تو یہ مسجد کے حکم میں ہے، دوسرے جمعہ کے ہونے کے لئے مسجد ہونا ضروری نہیں۔

نیچے مکان اور اوپر مسجد

سوال:- {1395} ہمارے محلہ کی مسجد کی تعمیر ہوئی ہے، جس میں نیچے امام صاحب کے لئے رہائشی مکان بنایا گیا ہے اور اوپری حصہ میں مسجد کی تعمیر ہوئی ہے، جس میں لوگ نماز ادا کرتے ہیں، تو کیا اس مکان میں امام صاحب اپنی فیملی کے ساتھ رہ سکتے ہیں؟ (محمد غالب ... آرمور)

جواب:- اگر پہلے اس جگہ مسجد نہ رہی ہو، بلکہ پہلی بار تعمیر کی جارہی ہو اور ابتداء تعمیر ہی میں نیچے رہائشی مکان بنادیا گیا ہو اور اوپر مسجد ہو تو یہ صورت درست ہے، اوپر مسجد اور نیچے رہائشی مکان ہوسکتا ہے، اگر پہلے اس جگہ مسجد تھی اور تعمیر جدید میں نیچے رہائش گاہ اور اوپر مسجد بنادی گئی تو یہ جائز نہیں، کیونکہ جب ایک دفعہ مسجد بن گئی تو اب اس کو کسی اور مصرف میں نہیں لیا جاسکتا۔(۱)

صحن مسجد میں درسگاہ وغیرہ

سوال:- {1396} ایک مسجد ہے جو تقریباً دوسو سال پرانی ہے اب اس مسجد کی تعمیر کا از سر نو منصوبہ بنایا گیا، آرکٹک صاحب نے جو نقشہ بنایا ہے اس میں انہوں نے موجودہ احاطۂ مسجد کو جو کہ شروع ہی سے نماز کے لئے مختص ہے اس کے کچھ حصہ کو جہاں پہلے محراب و منبر تھا برآمدہ کے لئے چھوڑ دیا ہے اور اس حصہ کو جو موجودہ مسجد کا درمیانی حصہ ہے درسگاہ کے

(۱) الدر المختار مع رد المحتار :۶/۵۴۸۔

لئے اور اس کے نصف حصہ کو وضو خانہ اور جوتا و چپل اتارنے کے لئے جگہ چھوڑ رکھا ہے اور ہر دو جانب یعنی شمالاً و جنوباً ملکیوں کی بھی گنجائش رکھی ہے، اس طرح جملہ وہ حصہ جو نماز کے لئے استعمال ہوتا تھا، وہ نماز کے بجائے مندرجہ بالا ضروریات کے لئے استعمال ہوگا، اور اس کی اوپری منزل کو مسجد کے طور پر استعمال کیا جائے گا آیا شرعاً ایسا کرنا درست ہے؟ (معتمد مجلس انتظامی کمیٹی مغلپورہ، مسجد حافظ ڈنگا)

جواب: - اگر ابتداء ہی میں زمین کی نچلی سطح پر طہارت خانہ وغیرہ بنائے جائیں اور اوپر منزل کو مسجد کے طور پر استعمال کیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں، شامی میں ہے:

" وأما إذا جعل تحته سردابا لمصالحه أی المسجد جاز كمسجد القدس " (۱)

لیکن اگر ابتداء میں زمین کی ابتدائی سطح کو مسجد بنادیا گیا تو اب اس کو کسی دوسرے مقصد کے لئے استعمال کرنا جائز نہیں ہے، لہٰذا جو حصہ ابھی مسجد ہے اس حصہ پر طہارت خانہ یا ملکیوں کی تعمیر درست نہیں ہے، وہ ہمیشہ کے لئے مسجد بن چکی ہے۔ (۲)

مسجد کو مکتب بنانا

سوال: - (1387) ایک گاؤں میں مسجد کے نام پر لوگوں نے ضرورت سے زیادہ بڑا کچا مکان بنالیا جس میں نماز اور بچوں کی تعلیم ہوتی ہے، اب گاؤں والے چاہتے ہیں کہ

---

(۱) الدر المختار: ۳/۳۷۰۔

(۲) " لو بنى فوقه بيتا للإمام لا يضر لأنه من مصالح المسجد إما لو تمت المسجدية ثم أراد البناء منع " (الدر المختار على هامش شامي: ۳/۱۷۱)۔

آدھا حصہ کو مسجد اور آدھا حصہ کو مکتب بنالیں، کیا ایسا کرنا درست ہے؟ (محمد یعقوب خان، کاغذ نگر)

جواب:- اگر یہ پورا مکان ابتداء مسجد کی نیت سے بنایا گیا اور اس عنوان سے وقف کیا گیا، تو اب یہ پوری عمارت شرعاً مسجد ہے، اب اس کے آدھے حصہ کو مسجد اور آدھے حصہ کو مکتب نہیں بنایا جاسکتا ہے، البتہ مسجد ہی میں تعلیم دینے کی گنجائش ہے۔

"فلهم أن يجعل المسجدين واحدا لإقامة الجماعة أما للتذكير والتدريس فلا وإن جاز فيه" (۱)

احاطہ مسجد میں دکانیں

سوال:- {1398} ماہ رمضان المبارک میں لوگ احاطہ مسجد میں حلیم و ہریس، دہی، بڑوں، ٹوپیوں، کیلنڈروں اور تسبیح وعطر وغیرہ کی دوکانات لگاتے ہیں، مساجد کی انتظامی کمیٹیاں ان دوکان والوں سے مساجد کی تعمیر و داغ دوزی وغیرہ کے لئے سیکڑوں اور ہزاروں روپئے بھی وصول کررہے ہیں، کیا یہ جائز ہے یا نہیں؟ کہیں مستقبل قریب میں مساجد بازاروں میں تبدیل تو نہیں ہوجائیں گی؟

(ایم، ایس، خان، جدید ملک پیٹ)

جواب:- مساجد میں اس بات کا اہتمام ضروری ہے کہ اس کے گردوپیش اور قریب میں ایسی دوکانیں نہ لگائی جائیں جن سے نماز کے اوقات میں شور وشغب ہو، اور نمازیوں کو خلل واقع ہو، مسجدیں اللہ تعالی کی عبادت اور بندگی کے لئے ہیں، اور اس کا تقاضہ ہے کہ نمازیوں کو زیادہ سے زیادہ یکسوئی میسر آئے، تاہم یہ احتیاط ملحوظ رکھتے ہوئے اگر مسجد کے وسیع احاطہ میں نماز

(۱) الفتاوی الهندية:۵/۳۲۰۔

کے لئے مخصوص جگہ کو چھوڑ کر دکانات کے لئے کرایہ پر دی جائے، اور اس سے کچھ آمدنی ہو جائے، جس سے مصالح مسجد کی تکمیل ہو اور مسجد کی ضروریات پوری کرنے میں آسانی ہو تو اس میں کچھ حرج نہیں، ہاں جو حصہ نماز کے لئے مخصوص ہے اس حصہ میں دکان لگانا اور خرید و فروخت کرنا قطعاً درست نہیں، احترام مسجد کے خلاف ہے۔(۱)

شخصی نام پر مسجد کا نام رکھنا

سوال:- (1399) ایک صاحب نے جو زمین کی پلاٹنگ کرتے ہیں، مسلمان خریداروں کے اصرار پر ایک عدد پلاٹ مسجد کے لئے وقف کیا ہے، وہ بنیاد کا کام مکمل کر کے ذمہ داری محلہ والوں کے حوالہ کر کے الگ ہو گئے، ان صاحب نے مسجد کا نام اپنے والد مرحوم کے نام سے رکھا، حالانکہ مرحوم کا نماز سے کوسوں دور تک واسطہ نہیں تھا، صرف جمعہ، عیدین اور جنازہ کی نماز پڑھتے تھے، مرحوم اپنے فرزند کے لئے بھی ورثہ میں یہی عمل چھوڑ گئے ہیں، کیا مسجد کا نام کسی شخص کے نام سے رکھنا اور ایسے شخص کے نام سے رکھنا جائز ہے؟

(ولید بن حبیب، شریور دھن، مہاراشٹر)

جواب:- کسی شخص یا قبیلہ یا خاندان کے نام سے مسجد کا نام رکھنا جائز ہے، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے "ثنية الوداع" نامی مقام سے "مسجد بنی زریق" تک گھوڑ دوڑ کا مقابلہ کرایا تھا، اس سے مشہور محدث امام بخاریؒ نے ثابت کیا ہے کہ مسجد کو کسی قبیلہ و خاندان سے موسوم کرنا درست ہے(۲) نام محض تعارف اور شناخت کے لئے ہے، یہ

---

(۱) رد المحتار: ۲/ ۴۳۶، محشی۔

(۲) صحيح البخاري: ۱/ ۵۹، باب هل يقال مسجد بني فلان۔

ضروری نہیں کہ جس کے نام سے موسوم کیا جائے وہ بہت متقی اور پرہیزگار بھی ہو اور کسی بھی مسلمان کے بارے میں یہ توقع رکھی جاسکتی ہے کہ شاید اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس کے گناہوں کو معاف فرمادے، لہٰذا اگر تعمیر مسجد میں حصہ لینے والے دوسرے لوگوں کو اس نام پر اعتراض نہ ہو تو اس طرح کا نام رکھنے کی گنجائش ہے، گو بہتر ہے کہ کسی صحابی یا سلف میں سے کسی مشہور شخصیت پر نام رکھا جائے، کیونکہ اس کو تمام لوگ بہ طیب خاطر قبول کریں گے اور شاید اس پر کسی کو اعتراض نہ ہو۔

حضرت معاویہ ﷜ کے نام سے مسجد کا نام

سوال:- {1400} ایک سرکاری محکمہ کے ملازمین نے مسجد تعمیر کی ہے، جس میں نماز جمعہ اور دوسری نمازیں ادا کی جارہی ہے، اب تک اس مسجد کا کوئی نام تجویز نہیں کیا گیا ہے، صرف مسجد برقی بورڈ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، اب اراکین مجلس منتظمہ کی رائے ہے کہ اس مسجد کو کسی نام سے معنون کیا جائے، مختلف نام سامنے آئے ہیں، اب صرف ایک رائے ہے کہ حضرت امیر معاویہ ﷜ سے موسوم کیا جائے، جو عظیم المرتبہ صحابی ہی نہیں، بلکہ وحی الٰہی کے کاتب بھی ہیں اور کئی فضیلتوں کے مالک بھی، تو کیا اس مسجد کو اس نام سے موسوم کیا جاسکتا ہے؟ (سیکریٹری مجلس منتظمہ مسجد ہذا)

جواب:- مساجد کو صالحین کے نام سے موسوم کرنا درست ہے، حضرت عبداللہ بن عمر ﷜ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے "ثنیۃ الوداع" نامی مقام اور "مسجد بنو زریق" کے درمیان گھوڑ دوڑ کروائی (۱) اس حدیث میں مسجد کو قبیلہ بنو زریق سے منسوب

---

(۱) صحیح البخاري، حدیث نمبر: ۴۲۰، باب: هل يقال: مسجد بني فلان- محشی۔

کیا گیا ہے، اس سے محدثین نے ثابت کیا ہے کہ کسی شخصیت یا کسی قوم کی طرف مسجد کی نسبت کرنا درست ہے: " وفيه جواز اضافة المسجد إلى قوم مخصوصين " (۱)

اس لئے بجائے اس کے کہ مسجد برقی بورڈ کے نام سے منسوب ہو بہتر ہے کہ اسے صحابہ اور صالحین کے نام سے موسوم کیا جائے، اس سے ایک فائدہ یہ بھی ہوتا ہے کہ لوگ کی وجہ میں ان بزرگوں کے نام اور حالات سے واقف ہو جاتے ہیں، حضرت معاویہ ﷛ جلیل القدر صحابہ میں ہیں، ایک تو صحابیت کا شرف ہی کیا کم ہے، اس کے علاوہ رسول اللہ ﷺ کے قرابت دار بھی ہیں، کاتبین وحی میں ہیں، آپ ﷺ نے ان کے لئے ہدایت و مغفرت کی دعا فرمائی ہے، علم کی دعا کی ہے اور ان کے حق میں کلمات خیر ارشاد فرمائے ہیں۔ (۲) بدقسمتی سے بعض تاریخی روایتوں اور پروپیگنڈوں کی بنیاد پر اچھے خاصے پڑھے لکھے لوگ بھی حضرت معاویہ ﷛ کے بارے میں یا تو واقف نہیں ہیں یا بدگمان ہیں، حالانکہ بے شمار فتوحات آپ ﷛ ہی کے ذریعہ مسلمانوں کو میسر آئیں، اس لئے ان کے نام سے مسجد کا نام رکھنا مناسب ہوگا اور اس طرح ایک مظلوم صحابی رسول کی عظمت لوگوں کے قلوب میں پیدا ہوگی۔

کسی بزرگ کی طرف منسوب کرکے مسجد کا نام رکھنا

سوال:- (1401) مسجد جو اللہ کا گھر ہے، کسی بڑے عالم یا ولی کی طرف نسبت کرکے اس کا نام رکھا جا سکتا ہے؟ مثلاً: حاجی علی مسجد یا مسجد غوث اعظم دستگیر وغیرہ نام رکھنا۔

(محمد نصیر عالم، جالے، دربھنگہ)

جواب:- شناخت کے لئے مسجد کا نام کسی صحابی یا بزرگ کی طرف منسوب کرکے رکھا

---

(۱) و في فتح الباري هكذا : " و يستفاد منه جواز إضافة المساجد إلى بانيها أو المصلي فيها " (فتح الباري شرح صحيح البخاري: ۲/ ۶۷۸) محشی۔

(۲) دیکھئے: مجمع الزوائد: ۹/ ۵۸-۳۵۴، باب ما جاء في معاوية بن ابي سفيان۔

جاسکتا ہے، عہد رسالت میں مدینہ کے گرد و نواح کی مسجدیں بعض نبیوں کی طرف منسوب کرکے موسوم تھیں، مصر و شام وغیرہ میں بھی صحابہ ؓ کے نام سے منسوب مسجدوں کا ذکر ملتا ہے جس پر سلف نے کوئی نکیر نہیں کی ہے۔(۱) البتہ یاد رہے کہ اس طرح کے ناموں سے مسجدوں کی عظمت میں کوئی اضافہ نہیں ہوجاتا، اور نہ اس میں نماز پڑھنا کچھ زیادہ باعث اجر ہے، بلکہ وہ عام مسجدوں ہی کی طرح رہتی ہے، نیز غوث اعظم دستگیر کا لفظ مناسب نہیں ہے، دستگیر کا لفظ اللہ ہی کے لئے مناسب ہے، بہتر ہے کہ آپ "مسجد حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی" نام رکھیں۔

خواتین کے نام سے مسجدوں کے نام

سوال:-{1402} خواتین کے نام سے مساجد کا نام رکھنا کیسا ہے؟ کیونکہ شہر میں کئی مساجد خواتین کے نام سے موسوم ہیں؟ (محمد جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

جواب:- خواتین کے نام سے بھی مسجدوں کے نام رکھے جاسکتے ہیں، ممانعت کی کوئی وجہ نہیں، اور خواتین کے نام سے منسوب کرنے میں بظاہر فتنہ کا کوئی اندیشہ نہیں، رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں بعض مسجدیں قبائل کے نام سے موسوم تھیں،(۲) اس سے معلوم ہوا کہ بطور شناخت

---

(۱) امام بخاری نے تو اس پر ایک مستقل باب قائم کرکے ثابت کیا ہے کہ مسجدوں کا کسی کی طرف منسوب کرکے نام رکھنے میں کوئی قباحت و برائی نہیں: "باب هل يقال مسجد بني فلان" صحیح البخاری:۱/۵۹۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اس باب کے تحت لکھتے ہیں: "إنما اهتم المصنف بإثبات ذلك : لأن مون المساجد مملوكة لله غير مملوكة لأحد يوهم أن لا يجوز إضافتها إلى أحد فلدفع الوهم اثبت أنه يجوزا لاضافة لعلاقة ما من البناء أو التولية أو القرب مثلا ." (شرح تراجم ابواب البخاری ص:۲۱) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

(۲) صحیح البخاری :۱/۵۹۔ محشی۔

اور پہچان کے افراد اور اشخاص اور خاندان وغیرہ کے نام سے بھی مسجد کے نام رکھے جا سکتے ہیں،
اور شناخت کا مقصد مردوں کے نام کی نسبت سے بھی پورا ہو سکتا ہے، اور عورتوں کے نام سے بھی۔

مسجد کے بالائی حصہ میں فیملی روم

سوال:- {1403} اگر مسجد کے نچلے حصے میں جگہ نہ ہو، تو کیا مسجد کے بالائی حصہ میں امام کی رہائش کے لئے فیملی روم بنا سکتے ہیں؟ (معروف احمد، کوکٹ پلی)

جواب:- مسجد کا وہ حصہ جو نماز ادا کرنے کے لئے ہے اس کا احترام زمین کی سطح سے فضا تک واجب ہے،(۱) اگر اسی حصہ میں امام کا فیملی کوارٹر بنایا جائے تو ظاہر ہے کہ احترام مسجد کو برقرار رکھنا ممکن نہ ہوگا، اس لئے اس حصہ میں بالائی منزل پر امام کے لئے فیملی کوارٹر بنانا درست نہیں، ہاں! مسجد کا وہ حصہ جو نماز کے بجائے دوسری ضروریات کے لئے ہے، جیسے: بیت الخلا و حمامات، مدرسہ، مہمان خانہ وغیرہ، ان کا احترام چونکہ مسجد کی طرح واجب نہیں، اس لئے ایسی عمارتوں کی بالائی منزل پر امام کے لئے فیملی کوارٹر تعمیر کیا جا سکتا ہے۔(۲)

مسجد میں ورزش خانہ

سوال:- {1404} ہماری مسجد میں ورزش خانہ ہے، جس میں نماز کے اوقات میں چند نادان اور جاہل افراد آکر ورزش کرتے ہیں، اور وہ نماز نہیں پڑھتے، کیا یہ شرعاً درست ہے؟ (شیخ عبداللہ، باکارم)

جواب:- اگر مسجد سے باہر کوئی جگہ ورزش کے لئے مخصوص طور پر بنائی گئی ہو، اور

(۱) "لأنه مسجد إلی عنان السماء" (رد المحتار: ۴۲۸/۲) محشی۔
(۲) رد المحتار ۴۳۰/۲۔ محشی۔

ورزش کرنے کی وجہ سے نمازیوں کو خلل نہ ہوتا ہو، تو مسجد کے ساتھ ایسے ورزش خانے بنانے میں کوئی حرج نہیں، رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں مسجد کے قریب نماز جنازہ کے لئے الگ جگہ مقرر تھی، (۱) اور بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے گفتگو کرنے والوں کے لئے کوئی مخصوص جگہ بنادی تھی، (۲) ورزش بھی، اگر جسمانی صحت کے نقطہ نظر سے کی جائے اور ستر کی رعایت ملحوظ رکھی جائے تو بری بات نہیں، بلکہ مستحب اور بہتر ہے لیکن مسجد کا وہ حصہ جو نماز ادا کرنے کے لئے ہے، اس میں ورزش کراہت سے خالی نہیں، کیونکہ یہ احترام مسجد کے منافی ہے، کیونکہ مسجد میں تو گمشدہ چیز کا اعلان کرنا غیر اسلامی اشعار پڑھنا، (۳) بے ضرورت آواز بلند کرنا، (۴) کھانا، (۵) خرید وفروخت کرنا اور بلاضرورت مباح دنیوی گفتگو کرنا بھی مکروہ ہے، (۶) تو ظاہر ہے کہ یہی حکم ورزش کرنے کا بھی ہوگا، کیونکہ ورزش بھی عبادت مقصودہ نہیں، جیسا کہ نماز، اور تلاوت وغیرہ ہیں۔

ورزش میں آنے والوں کا نماز نہ پڑھنا حد درجہ بدبختانہ بات ہے، انہیں محبت کے ساتھ سمجھانا چاہئے، اور اگر ذمہ داران مسجد یہ اصول مقرر کردیں کہ جو لوگ نماز ادا کریں گے انہیں کو اس ورزش خانہ سے استفادہ کا حق ہے، تو یہ بھی درست ہے، کہ یہ بھی منکر سے روکنے کا ایک موثر طریقہ ہے۔

اجرت لے کر مسجد میں دینی تعلیم

سوال:- {1405} آج کل مسجدوں میں صباحی اور

---

(۱) فتح الباری: ۳/۲۵۶، کتاب الجنائز ۔ محشی ۔
(۲) دیکھئے: رد المحتار: ۲/۴۳۲-۴۳۳ ۔
(۳) رد المحتار: ۱/۴۴۳ ۔ محشی ۔
(۴) الدر المختار مع رد المحتار: ۱/۴۴۳ ۔ محشی ۔
(۵) خلاصة الفتاوی: ۱/۲۲۹ ۔ محشی ۔
(۶) حیاة المسلمین، ص: ۱۳۶ ۔ محشی ۔

مسائی تعلیم کا نظم ہے، مدرسین کو اس تعلیم کے عوض معمولی سا معاوضہ ادا کیا جاتا ہے، بعض مسجدوں میں ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی اور فنڈ نہ ہونے کی وجہ سے طلبہ سے کچھ تعلیمی فیس وصول کی جاتی ہے، تاکہ مدرس کی اجرت ادا کی جاسکے، شرعاً یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟ (احتشام الحق قاسمی)

جواب:- صباحی اور مسائی تعلیم کا نظم نہایت ضروری اور اہم ہے اور اس میں زیادہ سے زیادہ توسیع کی ضرورت ہے، کیونکہ ملک کے موجودہ حالات میں مسلمانوں کی آنے والی نسلوں کے ایمان کی حفاظت اسکے بغیر ممکن نہیں، صباحی اور مسائی تعلیم کیلئے الگ عمارت کی تعمیر دشوار ہے، بلکہ دشوار تر ہے، اس لئے مسجد میں تعلیم دینے کے سوا چارہ نہیں، لہذا ضرورتاً مساجد میں دینی تعلیم کا انتظام، مدرسین کو اجرت ادا کرنا اور طلبہ سے تعلیمی فیس لینا درست ہے، جیسا کہ امامت اور اذان کی اجرت کی فقہاء نے بدلے ہوئے حالات کے پیش نظر اجازت دی، حالانکہ اذان اور نماز عبادت ہے اور مسجد ہی سے متعلق ہے، اصولی طور پر اجرت لے کر مسجد میں تعلیم دینے کو مکروہ کہا گیا ہے، لیکن خود فقہاء کے یہاں اس کی صراحت موجود ہے کہ ضرورتاً جیسے گرمی وغیرہ کی وجہ سے مساجد میں بھی اجرت لے کر تعلیم دی جاسکتی ہے، گرمی اور سردی تو معمولی عذر ہے، اس وقت مسلمان جن حالات سے دوچار ہیں، وہ زیادہ بڑی مجبوری ہے کہ آنے والی نسلوں کے ایمان و دین کا مسئلہ ہے، چنانچہ عبدالرشید طاہر البخاری حنفی لکھتے ہیں:

"أما المعلم الذی یعلم الصبیان بأجر اذا جلس فی المسجد یعلم الصبیان لضرورة الحر وغیرہ لا یکرہ" (۱)

"بچوں کو اجرت لے کر تعلیم دینے والا معلم جب گرمی یا کسی اور مجبوری کی وجہ سے مسجد میں بیٹھ کر تعلیم دے تو مکروہ نہیں"

(۱) خلاصة الفتاوی: ۱/۲۲۹، نیز دیکھئے: الفتاوی الهندیة: ۱/۱۱۰۔

مسجد کی ملگی میں پٹاخے اور گانے

سوال:- [1406] مسجد..... کی ملگی میں ہر سال پٹاخوں کی دوکان لگائی جاتی ہے، اور ٹیپ ریکارڈ پر گانے بھی بجائے جاتے ہیں، میں نے کئی بار انہیں اس کام سے روکا، پھر بھی وہ پٹاخوں کا کاروبار کرتے ہیں، اور مسجد کی ملگی میں ٹیپ بھی بجاتے ہیں، کیا مسجد کے صدر یا متعلقہ صاحب انہیں اس کاروبار سے روک سکتے ہیں؟ (سید شاہ نواز ہاشمی، فرسٹ لانسر)

جواب:- جیسے گناہ کا ارتکاب ممنوع اور ناجائز ہے، اسی طرح گناہ کے کام میں تعاون بھی ناجائز ہے، (۱) امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ اور اکثر فقہاء کی رائے ہے کہ شراب بیچنے والے شخص کو مکان کرایہ پر دینا کہ وہ اس میں شراب فروخت کرے جائز نہیں، (۲) دیوالی اور کسی تہوار کے موقعہ سے پٹاخے چھوڑنا بھی اسراف اور دوسروں کے لئے تکلیف کا باعث ہونے کی وجہ سے جائز نہیں، اس لئے اس مقصد کے تحت اپنی ملگی بھی کرایہ پر دینا مناسب نہیں، چہ جائے کہ مسجد کی ملگی، لہذا ایسے لوگوں کو مسجد کی ملگی کرایہ پر نہیں دینی چاہئے، نیز ان ملگیوں میں گانے کے ریکارڈ لگانا بھی سخت مذموم ہے کہ ایک تو گانا خود ہی گناہ، اور ساتھ ہی ساتھ اس میں مسجد کی بے حرمتی کا پہلو بھی موجود ہے، اس لئے مسجد کے ذمہ داروں کو چاہئے کہ کرایہ داروں کو ان چیزوں سے باز رکھنے کی کوشش کریں۔

---

(۱) چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں تعاون علی المعصیۃ کو منع فرمایا ہے: ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ (المائدۃ: ۲) مرتب۔

(۲) الدر المختار مع رد المحتار: ۹/۵۶۳۔

مسجد کی زمین پر بینک کی تعمیر

سوال:- {1407} ایک زمین ہے جو مسجد کی ملکیت میں ہے اور اس زمین پر حکومت کی جانب سے بینک بنوایا جارہا ہے، جس پر سود کا پیسہ خرچ ہوگا، تخمینہ دس لاکھ کا ہے، عمارت کے مکمل ہونے کے بعد کرایہ کے طور پر ماہانہ ۱۵۰۰/ روپے مقرر ہے، لیکن ۸۰۰/ روپے ادا کئے جائیں گے، باقی قرض کے اندر وضع ہوں گے، ایک وقت ایسا آئے گا کہ وہ عمارت مسجد کی ہو جائے گی، جو سود کے پیسہ سے بنی تھی، کیا شرع شریف میں اس طرح کا فعل جائز ہے؟

(مہر عالم، جالے، دربھنگہ)

جواب:- مسجد کے اوقاف کو مسجد کے مصالح کے لئے صرف ان امور میں استعمال کیا جاسکتا ہے جو جائز اور درست ہوں، ناجائز امور میں استعمال نہیں کیا جاسکتا، اس لئے کہ ایسی جائداد کا اصل مقصود اور مصرف خود ضروریات مسجد ہیں، اور مسجد میں ناجائز ذریعہ سے حاصل کیا گیا مال لگانا قطعاً جائز نہیں۔ (۱) اب اس زمین پر بینک کی عمارت بنوانا گویا سود کے ایک عظیم ادارہ کا تعاون ہوگا اور اسی تعاون کے بدلہ میں مسجد کو یہ قیمت ملے گی اور رسول اللہ ﷺ نے سود کے کاروبار میں کسی بھی درجہ میں شریک ہونے والے پر لعنت فرمائی ہے۔ (۲)

---

(۱) " إن الله طيب يحب الطيب " (الجامع الترمذي، حدیث نمبر: ۲۷۹۹، باب ما جاء في النظافة)

(۲) " لعن الله آكل الربوا و موكله و شاهده وكاتبه " (الجامع للترمذي، حدیث نمبر: ۱۲۰۶، أبواب البيوع، سنن أبي داؤد، حدیث نمبر: ۳۳۳۳، باب آكل الربا و موكله، أبواب البيوع، سنن ابن ماجة، حدیث نمبر: ۲۲۷۷، أبواب التجارات) محشی۔

اس لئے گو کہ یہ عمارت ضروری نہیں کہ سود کی بنی ہے، لیکن چونکہ اس کے مقابلہ میں ملنے والا عوض ایک ایسے معاملہ کے بدلہ میں ہوگا، جس سے سودی کاروبار کے ادارہ کو تقویت پہونچتی ہے،اس لئے یہ جو کراہت ہوگا۔

مساجد کی تعمیر میں گوبر کا استعمال

سوال:- {1408} کیا مساجد کی تعمیر میں ضرورتاً گوبر کا استعمال کیا جاسکتا ہے؟ (محمد غوث امد ین قدیر، کریم نگر)

جواب:- اگر کوئی دوسرا متبادل نہ ہو تو ضرورتاً گوبر کا استعمال کیا جاسکتا ہے، فقہاء نے اس کی صراحت کی ہے:

"یکرہ أن یطین المسجد بطین قد بل بماء نجس بخلاف السرقین إذا جعل فیہ الطین" (۱)

بینک کے سود سے مسجد کا بیت الخلاء

سوال:- {1409} کیا بینک کے اضافہ (سود) سے مسجد کا بیت الخلاء بنانا جائز ہے؟ (محمد شبیر احمد حقی، جبرپیٹ)

جواب:- بیت الخلاء بھی ایک ضرورت ہے، بلکہ ایسی ضرورت ہے کہ جس سے صرف نظر ممکن نہیں، اور مسجد اور اس کی ضروریات میں جائز اور حلال پیسہ ہی خرچ کرنا چاہئے، (۲) اس لئے مسجد کا بیت الخلاء بھی سود کے پیسے سے بنانا جائز نہیں۔

---

(۱) الفتاوی الھندیۃ: ۵/۳۱۹۔

(۲) کیوں کہ اللہ تعالیٰ مال خبیث کو قبول نہیں کرتے، فقہاء نے بھی مسجد میں مال حرام کے استعمال کرنے کو منع کیا ہے۔ (دیکھئے: رد المحتار ۲/۴۳۱، مطلب مکروھات الصلاۃ) محشی۔

ایک خاتون کا مسجد کی خدمت کرنا

سوال:- {1410} میں جس مسجد میں مؤذن کی خدمت انجام دے رہا ہوں، اس مسجد میں ایک خاتون کا چپل سنبھالنے کے لئے کمیٹی نے مقرر کیا، اور وہ مسجد کی صفائی بھی کرتی ہے، اور پانی لانے کے لئے مسجد کے اندر بھی آجاتی ہے۔

(محمد ریاض احمد، وجے نگر کالونی)

جواب:- اگر عورت پاک ہو اور اس کے مسجد میں داخل ہونے میں فتنہ کا اندیشہ نہ ہو تو ان کے مسجد کی خدمت کرنے اور مسجد میں داخل ہونے میں کوئی قباحت نہیں ہے، ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ ﷺ کے اعتکاف کے درمیان ملاقات کے لئے مسجد نبوی تشریف لے گئی تھیں۔ (۱) صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنہن اس زمانہ میں فتنے کا اندیشہ نہ ہونے کی وجہ سے مسجد میں نماز بھی ادا کیا کرتی تھیں، بلکہ حدیث میں ایک حبشی خاتون کا بھی ذکر ملتا ہے، جو مسجد نبوی ﷺ میں جھاڑو دینے کی سعادت حاصل کرتی تھیں، (۲) اس لئے جو صورت آپ نے لکھی ہے اس میں بظاہر کوئی قباحت نظر نہیں آتی۔

مقبوضہ زمین پر عیدگاہ کی تعمیر

سوال:- {1411} ہمارا مقام تعلقہ اور میونسپل ہے، دو قدیم مقامات قریب قریب ہیں، ان کو ملا کر ریلوے اسٹیشن پر نئی آبادی اور میونسپل قائم ہوئی اس مقام پر دو قدیم عیدگاہیں ہیں، جہاں زمانہ قدیم سے اس علاقہ کے تمام لوگ نماز عید ادا

---

(۱) سنن أبي داؤد، حدیث نمبر: ۲۴۷۰۔

(۲) صحیح البخاري، حدیث نمبر: ۴۵۸، باب کنس المسجد و التقاط الخرق و القذی و العیدان۔ محشی۔

کرتے ہیں، نئی آبادی کے قیام کو تقریباً پچاس سال کا عرصہ ہو چکا ہے، یہاں ایک جامع مسجد ہے، گروہ بندی کے باعث آبادی کے لوگ اسی مسجد میں نماز عید ادا کر رہے ہیں، اور بعض لوگوں کے کہنے پر قبرستان سے متصل میونسپل کی جگہ پر بلا اجازت عیدگاہ تعمیر کی جارہی ہے اور لوگوں سے اس کے لئے چندہ وصول کیا جا رہا ہے، تو کیا اس طرح عیدگاہ کی تعمیر درست ہے؟ اور اگر تعمیر کرائی گئی تو کیا اس میں عید کی نماز ادا ہو جائے گی؟ (ظفر خان، مدھول)

جواب:- عیدگاہ کا مقصد وسیع تر سطح پر مسلمانوں کی اجتماعیت کو بروئے کار لانا ہے، اس لئے اگر دونوں عیدگاہیں قریب قریب ہوں اور اس پوری آبادی کے لئے کفایت کرتی ہوں تو بہتر ہے کہ نئی عیدگاہ تعمیر نہ کی جائے، کہ اس سے خواہ مخواہ مسلمانوں کی اجتماعیت متاثر ہوگی، عیدگاہ کے موجودہ ذمہ داروں کو چاہئے کہ اس نئی آبادی کے مسلمانوں کو بھی اپنے اعتماد میں لیں اور اگر ان کی کوئی شکایت ہو تو ان کو رفع کرنے کی کوشش کریں، مسلمانوں کی وحدت کو برقرار رکھنے کے لئے اپنے وقار کی قربانی بہت ہی اجر و ثواب اور عند اللہ عزت کا باعث ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو اللہ کے لئے اپنے آپ کو جھکاتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے بلند فرماتے ہیں: "من تواضع لله رفعه الله" (۱) دوسروں کی زمین پر خواہ انفرادی ہو یا سرکاری، عیدگاہ یا مسجد بنانا قطعاً جائز نہیں، اس لئے مسلمانوں کو اس سے بچنا چاہئے؛ تاہم عید کی نماز صحراء میں بھی پڑھی جا سکتی ہے، اس لئے اگر اس میں پڑھی جائے تو کراہت کے ساتھ نماز ادا ہو جائے گی۔

---

(۱) لم أجده بهذا اللفظ و لكن في صحيح مسلم و الترمذي و الدارمي هكذا: "و ما تواضع أحد لله إلا رفعه الله" (صحيح مسلم، حدیث نمبر ۶۹، باب استحباب العفو و التواضع، الجامع للترمذي، حدیث نمبر: ۲۰۲۹، السنن الدارمي: ۱/۳۳۳، حدیث نمبر: ۱۶۸۳، باب في فضل الصدقة) محشی۔

حرم شریف میں مسلح پولس کی موجودگی

سوال:- {1412} رسول اللہ ﷺ نے کیا مکہ میں ہتھیار رکھنے سے منع فرمایا ہے؟ آج کل حرم کے دروازہ پر مسلح گارڈ موجود ہوتے ہیں، بلکہ یہ ہتھیار بند حالت میں مسجد کے اندر بھی آجاتے ہیں، کیا ان کا اس طرح مسجد حرام میں رہنا درست ہوگا؟ (عبدالسمیع، نظام آباد)

جواب:- یہ صحیح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حرم میں ہتھیار رکھنے کو منع فرمایا ہے حضرت جابر ؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: "تم میں سے کسی کے لئے حلال نہیں کہ مکہ میں ہتھیار اٹھائے" : " لا یحل لأحدکم أن یحمل بمکۃ السلاح " (۱) ہتھیار رکھنے یا اٹھانے سے مراد دوسروں پر حملہ کرنے کی نیت سے ہتھیار ساتھ رکھنا ہے، اگر ہتھیار رکھنے کا مقصد لوگوں کی حفاظت ہو تو اس میں کچھ حرج نہیں، اور یہ سپاہی اسی لئے ہتھیار رکھتے ہیں، چنانچہ خود رسول اللہ ﷺ اپنے رفقاء کے ساتھ جب عمرۃ القضاء کے موقع سے مکہ میں داخل ہوئے تو نیام میں بند تلواریں ان حضرات کے ساتھ تھیں، جیسا کہ صلح حدیبیہ میں باہمی معاہدہ ہوا تھا۔ (۲)

خانہ کعبہ کی پہلی تعمیر

سوال:- {1413} خانہ کعبہ کی سب سے پہلے کس نے بنیاد رکھی؟ حضرت آدم علیہ السلام نے یا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے؟ (محمد غوث الدین قدیر، سلاخ سری، کریم نگر)

---

(۱) صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۳۵۶۔

(۲) صحیح البخاري، حدیث نمبر: ۲۷۰۰، باب الصلح مع المشرکین۔ محشی۔

جواب:- روایتیں مختلف ہیں، امام جعفر بن محمدؒ کی روایت میں ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالی کے حکم سے فرشتوں نے اس کی تعمیر کی ہے۔(۱) اور عطاء اور ابن مسیبؒ وغیرہ سے منقول ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام زمین پر اتارے گئے تو انہیں اللہ تعالی کی طرف سے تعمیر کعبہ کا حکم ہوا، چنانچہ انہوں نے بیت اللہ شریف کی تعمیر کی، پھر اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کی۔(۲) اس لیے خیال ہوتا ہے کہ کعبہ کی پہلی تعمیر ملائکہ نے کی ہے اور انسانوں میں پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام نے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس تعمیر کی تجدید فرمائی تھی، چوں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے تک بعض تبدیلیوں کے ساتھ حضرت آدم علیہ السلام کی تعمیر باقی تھی، اس لیے قرآن نے خاص طور پر بناء ابراہیمی کا ذکر کیا ہے۔

بیت المقدس کس نے اور کب تعمیر کیا؟

سوال:- {1414} بیت المقدس کو کس نے تعمیر کیا اور یہ کب تعمیر کی گئی؟ (سید عبدالرؤف، گولکنڈہ)

جواب:- قرآن و حدیث میں مسجد حرام مکہ مکرمہ کی تعمیر کا واقعہ جس وضاحت سے ملتا ہے، بیت المقدس کے بارے میں اتنی واضح تفصیلات نہیں ملتیں، عام طور پر مفسرین اور مؤرخین نے اس سلسلہ میں دو باتیں نقل کی ہیں، ایک یہ کہ مسجد اقصیٰ کی تعمیر مسجد حرام کے چالیس سال بعد ہوئی، یہ روایت حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کی ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ اسے حضرت سلیمان علیہ السلام نے تعمیر فرمایا، یہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے،(۳) اور یہی بات آج کل یہودیوں اور عیسائیوں کے یہاں مشہور ہے، اس لئے اس میں یوں تطبیق پیدا کی

(۱) الجامع لأحکام القرآن:۲/۸۲۔ محشی۔
(۲) حوالہ سابق:۲/۸۲۔ محشی۔
(۳) دیکھئے: التفسیر القرطبی:۱/۳۷۔

جاسکتی ہے کہ جیسا کہ کعبہ کی تعمیر اول یا ملائکہ یا حضرت آدم علیہ السلام کے ذریعہ ہوئی، اسی طرح تعمیر کعبہ کے چالیس سال بعد بیت المقدس کی تعمیر عمل میں آئی، لیکن جیسے بعد کے ادوار میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کعبہ کی تجدید فرمائی اور وہی تعمیر بعد کو باقی رہی، اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام نے تعمیر بیت المقدس کی تجدید فرمائی، اس لئے حضرت سلیمان علیہ السلام کی نسبت سے یہ تعمیر زیادہ معروف و مشہور ہوئی۔

بیت المقدس کی بنیاد کس نبی نے رکھی؟

سوال:- (1415) بیت المقدس سے متعلق بعض کتب میں ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اس کی بنیاد رکھی اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے تکمیل کی، لیکن "قصص النبیین" اختر میڈیٹ کی کتاب میں ہے کہ حضرت اسحاق علیہ السلام نے اس کی بنیاد رکھی ہے، تو صحیح معنوں میں مسجد اقصیٰ کی بنیاد کس نبی نے رکھی؟ (محمد نظام الدین در بھنگہ)

جواب:- روایتیں دو طرح کی ہیں، ایک حضرت سلیمان علیہ السلام کے بانی بیت المقدس ہونے کی اور دوسرے حضرت یعقوب علیہ السلام کے بانی بیت المقدس ہونے کی، اس لئے مؤرخین اسلام نے ان دونوں میں اس طرح تطبیق پیدا کی ہے کہ سب سے پہلے حضرت اسحاق علیہ السلام نے بنیاد رکھی، پھر سلیمان علیہ السلام نے اس عمارت کی تجدید فرمائی، چنانچہ علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں:

"حضرت سلیمان علیہ السلام چالیس دنوں اپنے تخت سے غائب رہے، پھر واپس آئے اور واپسی کے بعد بیت المقدس کی تعمیر کا حکم دیا، اور بہت ہی مضبوط طریقہ پر اس کی تعمیر فرمائی، ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس عمارت

کی تجدید کی ہے اور پہلی دفعہ اس کو حضرت یعقوب علیہ السلام

نے تعمیر فرمایا تھا"(۱)

تاہم یہ تاریخی اور ایک حد تک اسرائیلی روایات ہیں، اس لئے اس سلسلہ میں یقین کے ساتھ کوئی بات نہیں کی جا سکتی۔ واللہ اعلم۔

(۱) البدایہ والنہایہ: ۳۶/۲۔

آداب مسجد

مسجد کے آداب اور مسجد میں مجلسِ انتظامی کی میٹنگ

سوال:- (1416) کیا مسجد کے انتظامی امور کے لیے مسجد کمیٹی کی میٹنگ رکھی جا سکتی ہے، یا اس کا شمار بھی دنیاوی باتوں میں ہوگا؟ یہ ظاہر ہے کہ میٹنگ میں کڑوی کسیلی باتیں بھی آپس میں ہو جایا کرتی ہیں، نیز اس پر بھی روشنی ڈالیں کہ کون سے امور مسجد کے آداب میں داخل ہیں؟

(حامد الدین اسعدی، پیٹھ)

جواب:- جو باتیں گناہ کے دائرہ میں آتی ہیں ان کا مسجد میں کرنا گناہ بالائے گناہ ہے، ایسی باتیں جو دین میں مطلوب ہیں، جیسے ذکر، علمی مذاکرہ، درس، دعوتی بیان، تلاوت، ان کو مسجد میں کرنا مستحب ہے، ایسی باتیں جو دنیاوی امور سے متعلق ہوں، مسجد میں ان کا مذاکرہ بعض فقہاء کے نزدیک ناجائز اور بعض کے نزدیک خلاف مستحب ہے۔(۱) مسجد کا انتظام چوں کہ دینی امور

---

(۱) دیکھئے: الفتاوی الهندية: ۳۲۱/۵ ـ

اور دینی مصالح میں داخل ہے، اس لیے مسجد میں مجلس انتظامی کی نشست رکھی جاسکتی ہے، لیکن اگر باہم سب وشتم، ناشائستہ گفتگو، ایک دوسرے کے ساتھ استہزاء اور شور وہنگامہ کا اندیشہ ہے تو مناسب ہوگا کہ مسجد کمیٹی کی مشاورتی مجلس مسجد کے اندر نہ رکھی جائے۔

جہاں تک آداب مسجد کی بات ہے تو اس سلسلہ میں فتاویٰ عالمگیری میں چودہ آداب نقل کیے گئے ہیں:

۱) مسجد میں داخل ہوتے وقت سلام کرنا، بشرطیکہ مسجد میں بیٹھے ہوئے لوگ درس یا ذکر میں مشغول نہ ہوں، اگر کوئی شخص مسجد میں نہ ہو تو سلام کے کلمات اس طرح کہے:
"السلام علینا من ربنا و علیٰ عباد اللّٰہ الصالحین"۔

۲) بیٹھنے سے پہلے دو رکعت تحیۃ المسجد ادا کرنا۔

۳) مسجد میں کوئی چیز نہ خریدے اور نہ فروخت کرے۔

۴) مسجد میں تلوار یا کوئی ہتھیار بغیر نیام کے نہ لے جائے کہ اس سے لوگوں میں وحشت پیدا ہوتی ہے۔

۵) مسجد میں گم شدہ چیز کا اعلان نہ کیا جائے۔

۶) سوائے اللہ کے ذکر کے کسی اور چیز میں آواز بلند نہ کی جائے۔

۷) دنیاوی گفتگو نہ کی جائے۔

۸) آگے بڑھنے کے لیے لوگوں کی گردنوں کو پھاندا نہ جائے۔

۹) جگہ کے لیے کسی مصلی سے جھگڑا نہ کیا جائے۔

۱۰) صف میں کسی جگہ تنگی نہ کی جائے۔

۱۱) نمازی کے سامنے سے گزرا نہ جائے۔

۱۲) مسجد میں تھوکا نہ جائے۔

۱۳) انگلیاں چٹخائی نہ جائیں۔

۱۴) گندگی سے، بے شعور بچوں سے، اور پاگلوں سے مسجد کو بچایا جائے۔

۱۵) مسجد میں کثرت سے اللہ کا ذکر کیا جائے۔(۱)

حاصل یہ ہے کہ مسجد کے احترام کو ملحوظ رکھا جائے اور مسجد کو اللہ کے ذکر اور عبادات سے آباد کیا جائے۔

مسجد میں غیر مسلم کا آنا

سوال:- (1417) ایک غیر مسلم مسجد میں آنا چاہتا ہے، کیا اس کو مسجد کا دیدار کرایا جا سکتا ہے؟

(علاء الدین، ستالی، بجنور)

جواب:- مسجد میں غیر مسلم کے داخل ہونے کی گنجائش ہے، بشرطیکہ مسجد کی اہانت مقصود نہ ہو، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

"رسول اللہ ﷺ اپنے رفقاء کے ساتھ مسجد نبوی ﷺ میں تشریف فرما تھے، یہود کی ایک جماعت آئی اور اس نے آپ ﷺ کے سامنے اپنے قبیلہ کے زنا کا مقدمہ پیش کیا اور رسول اللہ ﷺ نے اس کا فیصلہ فرمایا" (۲)

---

(۱) الفتاوی الهندية ۳۲۱/۵۔

(۲) سنن أبی داؤد، حدیث نمبر: ۴۴۸۸۔

اس کے علاوہ غیر مسلموں کے جو وفود خدمت اقدس میں آیا کرتے تھے انہیں مسجد ہی میں ٹھہرایا جاتا تھا، (۱) بعض مشرک قیدیوں کو بھی مسجد میں رکھا گیا، (۲) اس لئے غیر مسلم کو مسجد دکھائی جا سکتی ہے، مسجد دکھاتے ہوئے آپ اسے مسجد کی حقیقت بھی بتائیے اور اس کو ذریعہ بنا کر اپنی طرف سے اس پر ایمان کی دعوت پیش کیجئے۔

جذامی کا جماعت میں شریک ہونا

سوال:- (1418) نماز با جماعت میں ایک ایسا شخص جو جذامی ہے، لوگ اس سے کراہت کرتے ہیں اور اگر وہ جماعت میں شریک ہو، تو بازو والوں کو نماز میں یکسوئی نہیں ہوتی، کیا ایسے شخص کو جماعت میں شریک کر سکتے ہیں؟ اور کیا اسے مسجد میں آنے سے منع کیا جا سکتا ہے؟

(محمد عماد الدین شاہ پوری، گلبرگہ شریف)

جواب:- حضرت جابر ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ’’جو کوئی پیاز لہسن کھائے وہ ہماری مسجد نہ آئے‘‘ (۳) اس حدیث کی ذیل میں مفتی شبیر احمد عثمانی نے لکھا ہے کہ

’’اس ممانعت کی وجہ فرشتوں اور مسلمانوں کو ایذا سے بچانا ہے، لہذا ہر بدبودار چیز کو یہ حکم شامل ہے، خواہ وہ چیز کھائی

---

(۱) مختصر سیرۃ ابن ہشام، ص: ۳۳۸۔ محشی۔

(۲) صحیح البخاري، حدیث نمبر: ۴۶۲، باب الاغتسال إذا أسلم و ربط الأسیر أیضا في المسجد۔ محشی۔

(۳) صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۲۵۴، ۳۳۸/۱، باب نهي من أكل ثوما ألخ۔ مرتب۔

جانے والی ہو یا نہ ہو"(۱)

چنانچہ علامہ شامی کا بیان ہے:

"جس کے منہ میں بدبو ہو یا جس کو ایسا زخم ہو جس سے بدبو پیدا ہوتی ہو، اس کا بھی یہی حکم ہوگا یعنی اسے بھی مسجد میں آنے سے روکا جائے گا" پھر فرماتے ہیں کہ جس شخص کو جذام یا برص ہو اس کے لئے بدرجہ اولی یہی حکم ہوگا۔ "والمجذوم و الابرص اولی با لالحاق" اور سحنون مالکی سے نقل کیا ہے کہ ان حضرات پر جمعہ واجب نہیں ہوگا"(۲)

لہذا جو شخص جذام کا مریض ہو، اسے چاہئے کہ مسجد جانے کے بجائے گھر ہی پر نماز ادا کرلے، ان شاء اللہ اس کو اس کی نیت کی وجہ سے مسجد جانے کا اجر ہوگا، نیز اپنے مسلمان بھائیوں کو اذیت سے بچانے کا ثواب مزید بھی حاصل ہوگا، ایسے لوگوں کو خوش تدبیری اور خوش گفتاری کے ساتھ مسجد آنے سے روکا جاسکتا ہے۔

جذامی کو مسجد میں آنے سے روکنا

سوال:- {1419} مسجد کے مصلیان جذامی کے مسجد میں آنے سے کراہت محسوس کرتے ہیں، ایسی صورت میں کیا مسجد کمیٹی انہیں مسجد آنے سے روک سکتی ہے؟

(ڈاکٹر سید غوث، مچھلیاں)

---

(۱) فتح الملہم: ۲/۱۵۱-۱۵۰-مرتب۔

(۲) ردالمحتار: ۲/۴۳۵۔

جواب:- اگر جذامیوں کے اختلاط سے لوگ گھن محسوس کرتے ہوں تو انہیں مسجد اور ایسے اجتماعی مواقع میں آنے سے روکا جا سکتا ہے۔(۱) بلکہ ایسی تمام باتیں جو جماعت کی کثرت کو متاثر کرتی ہوں، حکمت کے ساتھ ان کا سد باب کرنا چاہئے۔

مسجد کے اندر عقد میں غیر مسلموں کی شرکت

سوال:- {1420} میں نے ۲۱؍ اکتوبر ۲۰۰۲ کو اپنے ایک دوست کی لڑکی کے نکاح میں، جو کہ رائچور کی ایک مشہور مسجد میں بعد عصر منعقد تھا، شرکت کی، وہاں پر دو معزز حضرات جو کہ غیر مسلم تھے، وہ بھی دلہن کے والد — جو کہ ایک نامور وکیل ہیں — کے دعوت نامہ پر وہاں حاضر تھے، وہاں اعلان ہوا کہ کوئی مولانا نکاح کے بارے میں تقریر کریں گے، سب لوگ مسجد میں داخل ہو کر تقریر سننے کے لئے بیٹھ گئے اور ساتھ ہی غیر مسلم حضرات بھی آخری حصہ میں بیٹھ گئے، اسی وقت مسجد کے چند ممبران نے ان غیر مسلم حضرات کے مسجد میں داخل ہونے پر ہنگامہ کھڑا کر دیا، پہلے تو مائیک کا کنکشن نکال دیا، اور بہت ہی ناشائستہ اور غیر مہذب طریقہ سے غیر مسلم مہمانوں کو مسجد سے باہر نکلنے پر مجبور کر دیا، سوال یہ ہے کہ کیا غیر مسلم کو مسجد میں داخل ہونے کی اجازت نہیں ہے؟

(شہاب الدین، رائچور)

جواب:- غیر مسلم بھائیوں کو شادی کی تقریب میں مدعو کرنا درست ہے، اور ان کا مسجد میں داخل ہونا بھی بلا کراہت جائز ہے، خود رسول اللہ ﷺ نے غیر مسلم حضرات کی دعوتیں کی ہیں،(۲)

(۱) دیکھئے: الموسوعۃ الفقہیۃ ۸/۸۷۔

(۲) صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۵۳۶۳، نیز دیکھئے: جمع الفوائد: ۱/۲۹۳۔ مرتب۔

اور متعدد بار غیر مسلموں کے وفود کو مسجد نبوی میں ٹھہرایا ہے،(۱) بلکہ غیر مسلم اسیران جنگ بھی مسجد نبوی ﷺ میں ٹھہرائے گئے ہیں،(۲) اور مسجد نبوی کی عظمت وفضیلت ظاہر ہے کہ کہیں زیادہ ہے، جب اس مسجد میں غیر مسلم آسکتے ہیں تو عام مسجدوں میں کیوں نہیں آسکتے؟ اس لئے جن حضرات نے غیر مسلم مدعوئین کو مسجد سے باہر کردیا انہوں نے نہایت ہی ناشائستہ اور نازیبا حرکت کی ہے، اور ایسا فعل کیا ہے جو اسلامی تعلیمات اور اسلامی اخلاق کے بالکل مغائر ہے، ایسی باتوں سے غیر مسلم بھائیوں میں اسلام کے تئیں غلط فہمی اور بدگمانی پیدا ہوتی ہے، اور ہماری جہالت اور بد اخلاقی کی وجہ سے دین رحمت بدنام ہوتا ہے، اس لئے ان ممبران کو غیر مسلم مہمانوں سے معذرت خواہ ہونا چاہئے اور اسلام کی حقیقی تعلیمات سے انہیں آگاہ کرنا چاہئے، تاکہ ان کا یہ عمل اسلام کی طرف منسوب نہ ہو۔

دور نبوی ﷺ میں مساجد میں غیر مسلموں کا داخلہ

سوال:- (1421) کیا برادران وطن کو نکاح کی محفل میں شرکت یا اسلام کی افہام وتفہیم کی غرض سے مساجد میں بلایا جاسکتا ہے اور عہد نبوی میں اس کی کوئی مثال مل سکتی ہے؟

(منور سلطان، مدھوبنی)

جواب:- فقہاء احناف کے نزدیک غیر مسلموں کا مسجدوں میں داخل ہونا جائز ہے۔

"وقال اصحابنا يجوز للذمي دخول سائر المساجد" (۳)

---

(۱) سیرت ابن ہشام ص:۳۴۸، مجتبیٰ۔

(۲) صحیح البخاري، حدیث نمبر:۴۶۲، باب الاغتسال إذا أسلم الأسیر أیضا في المسجد۔

(۳) أحکام القرآن للجصاص: ۳/۷۹۔

بشرطیکہ اس کے جسم پر کوئی ظاہری نجاست نہ لگی ہو، "ولا يدخل الذي على بدنه نجاسة المسجد"(۱) رسول اللہ ﷺ کے عہد میں غیر مسلم مسجدوں میں آتے رہے ہیں، بلکہ آپ ﷺ غیر مسلم وفود کو مسجدوں میں ٹھہرایا بھی کرتے تھے اور غیر مسلم اسیران جنگ کو مسجد کے ستونوں سے مقید بھی رکھا جاتا تھا، اس لئے دعوتی مقصد کے تحت غیر مسلم بھائیوں کو مسجد میں بلانے میں کچھ حرج نہیں۔

مسجد سے اونچا مکان

سوال:- {1422} حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک صحابی ﷺ نے مسجد سے اونچا اپنا مکان بنالیا تھا، رسول اللہ ﷺ نے اسے گرانے کا حکم دیا اور صحابی ﷺ نے اسے گرادیا، یہ کونسی حدیث ہے؟ اور کس کتاب میں آئی ہے؟

(محمد جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

جواب:- اس مضمون کی کوئی روایت میرے علم میں نہیں کہ مسجد سے اونچی عمارت نہ ہونی چاہئے، اور یہ کہ آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے، بلکہ بعض حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے حجرۂ اقدس پر بالا خانہ بھی تھا،(۲) بظاہر یہ مسجد سے اونچا ہی رہا ہوگا، حضرت ابوایوب انصاری ﷺ کے مکان کے بارے میں بھی ثابت ہے کہ وہ دو منزلہ تھا،(۳) ظاہر ہے کہ اس کی اونچائی بھی مسجد سے زیادہ ہی رہی ہوگی، اس لئے ایسی کوئی بات حدیث سے ثابت نہیں کہ مسجد سے اونچا مکان نہ ہونا چاہئے، تعمیر کے اونچا ہونے سے کوئی عمارت عظیم نہیں ہوتی اور پست ہونے سے کم وقار نہیں ہوتی۔

---

(۱) الفتاوی الهندیة: ۵/۳۲۱۔

(۲) صحيح البخاري حدیث نمبر: ۳۷۸، باب الصلاة في السطوح الخ۔ محشی۔

(۳) نبی رحمت، بحوالہ ابن کثیر: ۲/۲۷۷۔ محشی۔

البتہ احادیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ بہت پرشکوہ اور پرشوکت عمارت تعمیر کرنا اور اس پر زیادہ پیسہ خرچ کرنا اسلام میں پسندیدہ عمل نہیں، چنانچہ حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ

"رسول اللہ ﷺ کا گذر ایک انصاری کے مکان سے ہوا، جن کے دروازہ پر گنبد بنا ہوا تھا، حضور ﷺ نے اس کے بارے میں پوچھا، لوگوں نے عرض کیا کہ فلاں صاحب نے تعمیر کی ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، اس طرح جو مال خرچ ہو وہ قیامت کے دن صاحب مال کے لئے باعث وبال ہوگا، انصاری ﷺ کو اس کی اطلاع پہونچی، انھوں نے گنبد کو منہدم کردیا، کچھ دنوں بعد پھر آپ ﷺ کا اس مقام سے گزر ہوا تو گنبد نظر نہیں آیا، آپ ﷺ نے پھر اس سلسلہ میں استفسار فرمایا، لوگوں نے عرض کیا کہ ان کو جب آپ ﷺ کا ارشاد پہونچا تو انھوں نے اسے منہدم کردیا، آپ ﷺ خوش ہوئے اور دوبارہ ان کے بارے میں دعاء فرمائی کہ اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے" (۱)

مسجد میں بیڑی سگریٹ وغیرہ لے جانا

سوال:- (1423) نماز کے وقت مسجد میں بیڑی، سگریٹ، ماچس، روپیہ یا نوٹ وغیرہ جیب میں رکھ کر لے جانا کیسا ہے؟ کیا ایسی صورت میں نماز ہو جائے گی؟

(منصور خان، نظام آباد)

جواب:- ان میں سے کوئی چیز ناپاک نہیں ہے، بیڑی اور سگریٹ کا پینا مکروہ ہے لیکن

(۱) سنن ابن ماجۃ، حدیث نمبر: ۳۰۷-

ناپاک وہ بھی نہیں، اس لئے اگر یہ اشیاء نماز کی حالت میں جیب میں رکھی جائیں تو نماز درست ہو جائے گی، فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر کوئی نمازی اپنے پاس ایسا انڈا رکھے ہو جو خراب ہو اور اس کا اندرونی حصہ خون بن گیا ہو پھر بھی نماز درست ہو جائے گی، کیونکہ نجاست اصلی ظرف میں بند ہے۔(۱) روپیہ اور نوٹ تو جیب میں رکھنا ایک ضرورت ہے، بیڑی اور سگریٹ میں چونکہ بو ہوتی ہے اور بدبودار چیز کا مسجد میں لے جانا مکروہ ہے، اس لئے بہتر ہے کہ بیڑی اور سگریٹ کو مسجد میں نہ لے جایا جائے۔

صحن مسجد میں سگریٹ نوشی

سوال:- {1424} مسجد کے صحن میں امام مسجد اور چند مصلیان سگریٹ نوشی کرتے ہیں، منع کرنے پر امام صاحب کہتے ہیں کہ جہاں چپل رکھی جاتی ہے وہاں سگریٹ پی سکتے ہیں، اور جہاں نماز کی حد ہے اس مقام کو چھوڑ کر دوسری جگہوں پر سگریٹ پی سکتے ہیں، کیا ان کا یہ کہنا صحیح ہے؟

(مصلیان مسجد معراج، لور بنڈہ)

جواب:- اصل میں مسجد کا حکم اس حصہ کا ہے جس کو نماز کے لئے رکھا گیا ہے، چاہے وہ صحن کیوں نہ ہو البتہ صحن کے بعد طہارت خانہ اور چپل وغیرہ رکھنے کی جگہ کا شمار مسجد میں نہیں ہوتا اس لئے وہاں سگریٹ پی جا سکتی ہے، لیکن احتیاط کا تقاضا ہے کہ وہاں بھی نہ پی جائے اس لئے کہ ایسی صورت میں عموماً سگریٹ کا دھواں اور اس کی بدبو مسجد کے حدود میں بھی پہونچتی رہتی ہے۔

صحن مسجد میں سگریٹ پینا یا سگریٹ پی کر مسجد میں آنا ناپسندیدہ ہے کیونکہ سگریٹ کی بو

---

(۱) الفتاوی الهندیة: ۱/۶۲۔

لہسن و پیاز سے زیادہ تکلیف دہ ہے اور پیاز و لہسن کھا کر مسجد میں آنے سے آنحضور ﷺ نے منع فرمایا ہے۔(۱)

مسجد میں انگلیاں چٹخانا

سوال:- (1425) فرض نماز میں امام صاحب جیسے ہی سلام پھیرتے ہیں اللہ تبارک تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی جاتی ہے تو کبھی انگلیاں چٹخانا کراہت اور نحوست سمجھا جاتا ہے، مسجد میں ایسا عمل شرعاً درست ہے؟ (محمد عبدالعلیم، وزمل)

جواب:- نماز کی حالت میں تو انگلیاں چٹخانے کی ممانعت صراحت کے ساتھ خود حدیث میں آئی ہے، حضرت علی ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جب تم نماز میں رہو تو انگلیاں نہ چٹخایا کرو" "لاتفرقع أصابعك و أنت في الصلاة"(۲) لیکن فقہاء نے نماز کے علاوہ مسجد جاتے ہوئے، مسجد میں نماز کا انتظار کرتے ہوئے بھی اسے مکروہ

---

(۱) "من اكل البصل و الثوم و الكراث فلا يقربن مسجدنا فان الملائكة تتاذى مما يتاذى منه بنو آدم" (صحیح مسلم ، حدیث نمبر: ۱۲۵۳، صحیح البخاری ، حدیث نمبر: ۸۵۴)

صاحب درمختار نے حقہ پینے کو پیاز و لہسن ہی کے حکم میں رکھ کر مکروہ لکھا ہے، بیڑی و سگریٹ کا حکم بھی اسی سے معلوم ہو جائے گا "وقد كرهه شيخنا العمادي في هديته الحاقا له بالثوم والبصل بالاولى" (الدر المختار علی هامش رد المحتار: ۲۹۶/۵، زکریا) "أقول ظاهر كلام العمادي انه مكروه تحريما و يفسق متعاطيه فانه قال في فصل الجماعة و يكره الاقتداء بالمعروف باكل الربا ... او يداوم على شئي من البدع المكروهات كالدخان المبتدع في هذا الزمان ... قال ابو سعود فتكون الكراهة تنزيهية (رد المحتار: ۲۹۶/۵، كتاب الأشربة) محشی۔

(۲) سنن ابن ماجة، حدیث نمبر: ۹۵۲۔

قرار دیا ہے اور اس سلسلہ میں ایک روایت بھی نقل کی ہے،(۱) اس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ نماز کے بعد بھی مسجد میں انگلیاں چٹخانا کراہت سے خالی نہیں، ہاں نماز میں نہ ہو اور مسجد سے باہر ہو، نیز طبیعت کا تقاضا ہو تو انگلیاں چٹخائی جا سکتی ہیں۔ درمختار میں ہے: " ولا یکرہ خارجھا لحاجۃ "(۲)

مسجد میں پیاز اور لہسن کھانا

سوال:- {1426} مسجد میں پیاز، لہسن جیسی چیزیں پکا کر کھانا جائز ہے؟ (عارف الدین مجاہد، بیدر)

جواب:- پکانے کے بعد پیاز اور لہسن کی بدبو ختم ہو جاتی ہے، اس لیے مسجد میں پکی ہوئی پیاز اور لہسن کھانے میں کچھ حرج نہیں، کچی پیاز اور لہسن میں چوں کہ بو ہوتی ہے، اس لیے مسجد میں اس کا کھانا یا کھا کر بغیر منہ صاف کیے ہوئے مسجد جانا کراہت سے خالی نہیں۔

مسجد کی چھپکلی مارنا

سوال:- {1427} مسجد میں بہت چھپکلی ہو گئی ہیں کیا ان کو مارنا جائز ہے؟ (محمد عثمان علی، سداسیو پیٹ)

جواب:- چھپکلی کو مارنا درست ہے، رسول اللہ ﷺ نے چھپکلی کو مارنے کی اجازت بلکہ اس کا حکم دیا ہے۔(۳)

مسجد میں سلام

سوال:- {1428} مسجد میں داخل ہوتے وقت اکثر

---

(۱) دیکھئے: رد المحتار: ۲/۴۰۹۔
(۲) الدر المختار مع الرد: ۲/۴۰۹۔کبھی۔
(۳) سنن أبي داؤد، حدیث نمبر: ۵۲۶۲۔

حضرات سلام کرتے ہیں، اور کبھی وہاں موجود مصلی آنے والے حضرات کو سلام کرتے ہیں، کیا یہ صحیح طریقہ ہے؟

(سید آصف الدین، آغاپورہ)

جواب:- مسجد میں داخل ہوتے وقت سلام کرنا یا مسجد میں بیٹھے ہوئے لوگوں کا آنے والوں کو سلام کرنا درست ہے، البتہ اتنی آواز سے سلام نہ کیا جائے کہ اگر کوئی شخص نماز میں ہو تو اسے خلل ہو جائے، خود رسول اللہ ﷺ سے بھی مسجد میں داخل ہوتے ہوئے سلام کرنا ثابت ہے۔ (۱)

مساجد میں موبائل اور پیجر

سوال:- (1429) بہت سے لوگوں کے پاس موبائل اور پیجر ہے، جن کی میوزک گانوں سے لی گئی ہیں، یہ حضرات موبائل وغیرہ کے ساتھ ہی مسجدوں میں بھی آجاتے ہیں اور نماز کے درمیان بھی بیل بجنے لگتی ہے، اس کا کیا حکم ہے؟

(محمد ریاض احمد، وجے نگر کالونی)

جواب:- اولاً تو فون، موبائل فون، یا پیجر میں سادہ بیل لگانی چاہئے، میوزک والی بیل کراہت سے خالی نہیں، اسلام میں موسیقی کو پسند نہیں کیا گیا ہے، پھر نماز میں تو ایسی کوئی چیز نہیں ہونی چاہئے جو توجہ کو بانٹنے والی ہو، یہاں تک کہ فقہاء نے دیوارِ قبلہ میں کتبہ لگانے کو بھی پسند نہیں فرمایا ہے، (۲) کیوں کہ اس سے نماز پڑھنے والوں کا ذہن مشغول ہو جاتا ہے، اس لئے شرعاً یہ بات واجب ہے کہ مسجد میں داخل ہوتے ہوئے موبائل اور پیجر وغیرہ کو بند کر دیا جائے۔ وباللہ التوفیق۔

---

(۱) الجامع للترمذي، حدیث نمبر: ۲۶۹۷، باب کیف السلام ؟، نیز دیکھئے: حدیث نمبر ۲۶۹۷، باب في التسلیم علی النساء۔ محشی۔

(۲) "أشد کراهة ما یکون علی القبلة أمام المصلی" (ردالمحتار: ۲/۳۱۷، مطلب مکروهات الصلاة) محشی۔

مسجد میں موبائل لے جانا

سوال:- {1430} (الف) اتفاق کی بات ہے کہ میں ایک مسجد میں فرض نماز کی پہلی رکعت میں تھا، فون کی گھنٹی بجی، میں نے نماز توڑ کر پیغام سنا اور اپنی بات ختم کرکے پہلی رکعت میں نماز کے لئے کھڑا ہو گیا، کیونکہ امام صاحب کوئی طویل سورہ پڑھ رہے تھے، کیا میری نماز ہوگئی؟

(ب) کیا میں مسجد کے اندر موبائل فون ساتھ رکھ سکتا ہوں یا نہیں؟ (جاوید احمد، ملک پیٹ)

جواب:- (الف) فون کی گھنٹی پر نماز کا توڑ دینا مناسب نہیں، فرض نماز کو بہت ہی مجبوری کی صورت میں ہی توڑنا چاہئے، جیسے کسی معذور شخص کے گر جانے کا اندیشہ ہو، یا کوئی اور غیر معمولی خطرہ پیدا ہو جائے، محض فون کی گھنٹی کی وجہ سے نماز کا توڑنا درست نہیں، کیونکہ فون تو لوگ معمولی ضرورت کے تحت، بلکہ بعض اوقات بلا ضرورت بھی کرتے رہتے ہیں، تاہم جب آپ نے نیت توڑ کر اور فون پر بات کر کے دوبارہ اسی رکعت کو پالیا تو آپ کی نماز ادا ہوگئی۔

(ب) مسجد میں کھلا ہوا موبائل لے کر جانا مناسب نہیں، اس سے لے جانے والے کو بھی اور دوسرے نمازیوں کو بھی خلل واقع ہوتا ہے، اور فون پر چوں کہ اکثر دنیوی باتیں ہی پوچھی جاتی ہیں، تو لامحالہ دنیوی باتیں کرنی پڑتی ہیں، اور مسجد میں دنیوی باتیں کرنے سے رسول اللہ ﷺ نے سختی سے منع کیا ہے۔(۱) ہاں! موبائل بند کر کے مسجد میں رکھا جا سکتا ہے۔

نقل عمل کے لیے مسجد میں بلانا

سوال:- {1431} کسی بھی نقل عمل کے لئے لوگوں کو

(۱) صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۲۶۰۔ محشی۔

مسجد کے اندر اعلان کر کے جمع کیا جا سکتا ہے؟ اور کیا اعلان کرنا ضروری ہے؟ (محمد ابراہیم، امام و خطیب مسجد غازی، نظام آباد)

جواب:- مسجد میں دنیوی کاموں کی ممانعت ہے، دینی کام خواہ نفل ہو اور اس کی وجہ سے مسجد کا احترام متاثر نہ ہوتا ہو، تو اس میں کوئی قباحت نہیں، اعتکاف نفل مسجد ہی میں کیا جاتا ہے، رسول اللہ ﷺ کو کوئی اہم خطاب کرنا ہوتا تو لوگوں کو مسجد ہی میں جمع کراتے، آپ ﷺ نے اس بات کا حکم دیا کہ نکاح کی مجلس مسجد میں رکھی جائے، اور صحابہ ؓ و تابعینؒ کے عہد سے لے کر آج تک مساجد میں تعلیم و تعلم کا سلسلہ رہا ہے، ظاہر ہے یہ سب مسجد میں نفل عمل اور اس کے لئے لوگوں کا اجتماع ہے، فقہاء نے صراحت کی ہے کہ مسجد میں معلم کا تعلیم دینے کے لئے بیٹھنا درست ہے، کیونکہ یہ عبادت ہے۔

"ولو جلس المعلم فی المسجد ... فإن کان المعلم یعلم للحسبة ... فلا بأس به لأنه قربة" (1)

مسجد میں بعض اعلانات کا حکم

سوال:- {1432} ایک گاؤں میں امام صاحب اردو میں خطبہ کے بعد ضروری اعلان کے عنوان سے کہتے ہیں کہ "پارٹی دیکھ کر ووٹ ڈالو" اور کبھی کہتے ہیں کہ "ہمارے گاؤں کے گورنمنٹ اسکول میں اردو ٹیچر نہیں ہیں آپ کوشش کریں تو یہاں اردو ٹیچر آسکتے ہیں" تو کیا مسجد میں اس طرح کے اعلانات کئے جا سکتے ہیں؟ (شیخ عمران، بلال فارم)

جواب:- موجودہ حالات میں خالص سیاسی گفتگو مسجد میں کرنا قرین مصلحت نہیں ہے، تاہم اگر فتنہ کا اندیشہ نہ ہو، اور کسی مسئلہ سے مسلمانوں کا عمومی مفاد متعلق ہو، جیسا کہ اردو ٹیچر،

---

(1) الفتاوی الهندیة: ۳۲۱/۵۔

یا مناسب امیدوار کو ووٹ دینا، تو اس کی ترغیب دی جاسکتی ہے، ہاں! کسی امیدوار کو متعین کر کے مسجد سے اس کے نام کا اعلان مناسب نہیں۔

مسجد میں گم شدہ چیز یا بچہ کا اعلان

سوال:- {1433} مسجد کے اندر یا مسجد کے باہر کوئی قیمتی شی مثلاً کسی کا لڑکا یا لڑکی گم ہوجائے تو کیا مسجد کے لاؤڈ اسپیکر سے اعلان گم شدہ کیا جاسکتا ہے؟

(محمد سعید، رحمانی نگر)

جواب:- اگر مائیک کا کمرہ حدود مسجد سے باہر ہو تو گم شدہ چیز یا انسان کے بارے میں اعلان کرنا درست ہے، اور اگر مائیک کی جگہ حدود مسجد کے اندر ہو تو اس مائیک سے گم شدہ چیز کا اعلان مکروہ ہے، کیونکہ آپ نے مسجد میں گم شدہ چیز کے اعلان سے منع فرمایا ہے،(۱) البتہ گم شدہ لڑکے یا لڑکی کے اعلان سے چونکہ ایک انسان کی حفاظت کا مسئلہ متعلق ہے اور انسانی جان اور زندگی کی بڑی اہمیت ہے، اس لئے اگر حدود مسجد سے باہر اعلان کی سہولت نہ ہو تو اندر بھی اعلان کیا جاسکتا ہے۔ واللہ اعلم

مسجد کے لاؤڈ اسپیکر پر لڑکیاں حمد و نعت پڑھیں؟

سوال:- {1434} ہمارے یہاں یادگیر میں ایک مسجد سے روزانہ صبح کو بعد نماز فجر حمد اور نعت پڑھنے کی آواز لاؤڈ اسپیکر سے آتی ہے، جس کو لڑکیاں پڑھتی ہیں، تو کیا اس طرح لڑکیوں کا مسجد میں لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ نعت یا حمد پڑھنا جائز ہے؟

(محمد عبدالحسن، یادگیر)

(۱) سنن ابن ماجة ، ص:۵۶، باب النهي عن إنشاد الضال في المسجد ، ط: کتب اشرفی بکڈپو دیوبند۔ مرتب۔

جواب:- مسجد کے لاؤڈ اسپیکر کو مسجد کے کاموں کے لئے ہی استعمال کرنا چاہئے، اس لئے مسجد میں حمد ونعت پڑھنے کا معمول بنالینا مناسب نہیں، رسول اللہ ﷺ اور سلف صالحین کے دور میں بھی مسجدوں میں معمولاً ایسی چیزوں کا پڑھنا ثابت نہیں، اتفاقاً دینی جلسوں کی مناسبت سے پڑھا جاسکتا ہے، کم عمر لڑکیوں کی آواز سنی جاسکتی ہے، بالغ یا قریب البلوغ لڑکیوں سے نظمیں سننا درست نہیں، کہ ان کی آواز بھی قابلِ ستر ہے۔

کیا خواتین اپنے مصلّی میں داخل ہونے اور باہر آنے کی دعائیں پڑھیں گی؟

سوال:- [1435] حدیث میں مسجد میں داخل ہونے اور نکلنے کی دعا منقول ہے، خواتین ظاہر ہے کہ گھر میں نماز پڑھتی ہیں، وہ یہ دعائیں کس وقت پڑھیں گی؟ کیا وہ جائے نماز پر چڑھتے وقت اور اترتے وقت یہ دعائیں پڑھیں گی؟

(فاطمہ پروین، یاقوت پورہ)

جواب:- جن حدیثوں میں مسجد میں داخل ہوتے ہوئے اور نکلتے ہوئے دعا کا ذکر ہے، ان میں مسجد کا لفظ صراحت کے ساتھ مذکور ہے: "إذا دخل المسجد ... إذا خرج" (۱) ظاہر ہے کہ "مسجد" ایک خاص اصطلاح ہے اور اس سے وہ تمام جگہیں مراد نہیں ہیں، جہاں نماز پڑھی جاتی ہے، بلکہ ایک خاص جگہ جو نماز ہی کے لیے وقف کردی گئی ہو، مراد ہے، اس لیے یہ دعا مسجد میں داخل ہوتے ہوئے پڑھی جائے گی، جائے نماز پر چڑھتے اور اترتے ہوئے خاص طور پر اس دعا کا پڑھنا مسنون نہیں ہوگا، ویسے یہ دعا اپنے مضمون کے اعتبار سے ایک عام دعا کی حیثیت سے بھی پڑھی جاسکتی ہے۔ واللہ اعلم۔

---

(۱) الجامع للترمذي، حدیث نمبر ۳۱۴، عن فاطمة رضي الله تعالىٰ عنها۔

گھر کی مسجد کا حکم

سوال:- {1436} نماز پڑھنے والوں کی سہولت کے لئے ہمارے آفس کے احاطے میں ایک کمرہ نماز کے لئے الگ کردیا گیا ہے، ہم لوگ وہیں باجماعت نماز ادا کرتے ہیں، کیا اس کمرے کو مسجد کا درجہ حاصل ہے؟ کیا وہاں نماز پڑھنے پر ہمیں اتنا ہی ثواب ملے گا جتنا کسی مسجد میں جاکر نماز پڑھنے میں ملتا ہے؟ (نصیر سہروردی، ٹولی چوکی)

جواب:- اگر کسی جگہ کے بارے میں باضابطہ مسجد ہونے کی نیت نہ کی جائے، لیکن وہاں جماعت کی جائے تو اس کی وجہ سے وہ جگہ مسجد کے حکم میں نہیں ہوجاتی، نہ اس سے مسجد میں نماز پڑھنے کا ثواب حاصل ہوگا، نہ مسجد سے متعلق احترام اور پاکی و ناپاکی کے احکام جاری ہوں گے، البتہ اس طرح نماز پڑھنے والے ترک جماعت کے گناہ سے بچ جائیں گے۔

" ولو اتخذ في بيته موضعا للصلوة فليس له حکم المسجد أصلا " (۱)

مسجد میں احتلام ہوجائے

سوال:- {1437} بعض اوقات لوگ جماعت میں جاتے ہیں، یا اعتکاف کرتے ہیں اور مسجد میں احتلام ہوجاتا ہے، تو اس میں گناہ تو نہیں، اور اگر گناہ ہو تو اس کا کفارہ کیا ہے؟ (محمد لطیف، محرم آباد)

جواب:- اعتکاف کرنا اور نیکی کی دعوت کے لئے جماعتوں میں جانا ایک بہتر اور

---

(۱) کبیری، ص: ۵۷۰۔

پسندیدہ عمل ہے اور ضرورتاً ان کا مسجد میں سونا جائز ہے، رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں بعض نوجوان صحابہ بھی گھر نہ ہونے یا جگہ تنگ ہونے کی وجہ سے مسجدوں میں سو جایا کرتے تھے، احتلام چونکہ ایک اضطراری فعل ہے، جس میں انسان کے قصد وارادہ کو دخل نہیں، اس لئے اس میں گناہ نہیں اور نہ اس کا کچھ کفارہ ہے، البتہ جوں ہی احتلام ہو فوراً مسجد سے نکل جائے اور اگر باہر نکلنے میں کسی طرح کا خوف اور اندیشہ ہو تو پھر وہیں تیمم کرلے، احتلام کے بعد یوں ہی مسجد میں پڑا رہنا بے ادبی ہے۔

"و من احتلم في المسجد ينبغي ان يخرج من ساعته فان كان ذلك في جوف الليل و خاف الخروج يستحب له ان يتيمم" (۱)

مساجد میں سونا جب کہ احتلام کا اندیشہ ہو

سوال:- (1438) میں ایک مسجد میں مؤذن کے فرائض انجام دیتا ہوں، میری عمر تقریباً پچیس برس کی ہے، رات میں مسجد میں قیام کرتا ہوں، مجھے اکثر احتلام ہو جاتا ہے، رات کے جس حصہ میں بھی احتلام ہوتا ہے فوراً غسل کرلیتا ہوں، مجھے فکر لاحق ہے کہ کیا میں اسی طرح مسجد میں رہ سکتا ہوں یا نہیں؟ (ایک قاری)

جواب:- ایسی صورت میں آپ کو مسجد میں سونے سے احتراز کرنا چاہئے، غیر معتکف کے لئے یوں ہی مسجد میں سونا اور کھانا مکروہ ہے، اور جو صورت آپ نے ذکر کی ہے، اس میں مسجد کے آلودہ ہونے کا اندیشہ ہے، اس لئے آپ مسجد میں سونے سے اجتناب کریں، فقہاء نے لکھا ہے کہ جو اعتکاف کی حالت میں نہ ہو، اور مسافر نہ ہو، اس کو بہر حال مسجد میں سونے سے احتیاط کرنی چاہئے: "والأحق أن يتورع فلا ينام" (۲)

---

(۱) فتاوی قاضی خان علی هامش الفتاوی الهندية: ۱۲۵/۱ ـ
(۲) الفتاوى الهندية: ۳۲۱/۵ ـ

مسجد میں سونا

سوال:- (1439) بہت سے لوگ نماز ادا کرنے کے
بعد مسجد میں لیٹ کر سو جاتے ہیں، کیا یہ صحیح طریقہ ہے؟
(آفرین صدف عزیز محبوب نگر)

جواب:- مسجد اللہ تعالی کی عبادت اور بندگی کی جگہ ہے، اور اس کے احترام و تعظیم کی رعایت ضروری ہے، اس لئے مسجد میں دنیاوی گفتگو سے بھی منع کیا گیا ہے، نیند بھی چونکہ اللہ کے ذکر سے غفلت کی کیفیت ہے، اور اس حالت میں خروج ریح کا بھی امکان ہے، اس لئے بلا عذر مسجد میں سونا مناسب نہیں، حضرت ابوذر غفاری ﷺ سے مروی ہے:

"میں مسجد میں سویا ہوا تھا، رسول اللہ ﷺ تشریف لائے مجھے اپنے پاؤں مبارک سے ٹھوکر دی، اور استفسار فرمایا کہ میں تم کو مسجد میں سویا ہوا دیکھ رہا ہوں؟ میں نے عرض کیا: اللہ کے نبی! نیند کا غلبہ ہو گیا تھا" (۱)

ہاں اگر مسافر ہو، یا کسی اور مجبوری کی وجہ سے مسجد میں آرام کرنا پڑ رہا ہو، یا معتکف ہو تو ایسے لوگوں کو مسجد میں سونے کی اجازت ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ ابن عمر ﷺ سے مروی ہے کہ ہم لوگ نوجوان تھے، اور حضور ﷺ کے زمانے میں مسجد میں سویا کرتے تھے، (۲) غرض بلا عذر مسجد میں سونے سے بچنا چاہئے، فتاوی عالمگیری میں ہے:

"ولا بأس للغريب ولصاحب الدار أن ينام في المسجد في الصحيح من المذهب والأحسن أن

---

(۱) سنن دارمی: ۲۶۵/۱، باب النوم في المسجد۔

(۲) الجامع للترمذي، حدیث نمبر: ۳۲۱، باب النوم في المسجد۔

بتورع فلا ینام (۱)

لہٰذا اگر کبھی آرام کرنے کی ضرورت پیش آجائے تو نفل اعتکاف کی نیت کرلینی چاہئے کہ معتکف کے لئے بالاتفاق مسجد میں سونا جائز ہے۔

مسجد میں سونے سے متعلق جواب پر اشکال

سوال:- (1440) آپ نے منصف میں لکھا ہے کہ مسجد میں سونا کراہت سے خالی نہیں، جب کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے بارے میں روایت ہے: "کنت أنام في المسجد في عهد رسول الله ﷺ وأنا شاب" (عبداللہ بن عمرؓ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں مسجد میں سویا کرتے تھے، باوجودیکہ جوان تھے۔) یہ بھی بتائے کہ یہ حدیث کس کتاب کی ہے؟ اور مسجد میں کیوں نہیں سونا چاہئے؟ جبکہ مسجد میں سونے سے تہجد کی پابندی ہوتی ہے۔

(انعام اللہ، عمر کھیڑ)

جواب:- رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مسجد پیشاب اور گندگی کے لئے نہیں ہے، یہ محض اللہ کے ذکر، نماز اور تلاوت قرآن کے لئے ہے۔ (۲) معلوم ہوا کہ مسجد کا استعمال عبادت ہی کے لئے ہونا چاہئے۔

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ ہم لوگ مسجد میں لیٹے ہوئے تھے، رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک میں ایک لکڑی تھی، آپ ﷺ نے ہمیں اس سے متنبہ کیا اور فرمایا اٹھ جاؤ

(۱) الفتاوى الهندية: ۳۲۱/۵۔

(۲) صحيح البخاري، حدیث نمبر: ۲۸۵۔

اور مسجد میں نہ سوؤ۔(۱)

حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے روایت ہے کہ مسجد کو نہ رات میں سونے کی جگہ بنائے اور نہ دن میں آرام کرنے کی: ''لا یتخذہ مبیتاً ولا مقیلا''۔(۲) اور اس کی وجہ ظاہر ہے کہ نیند میں احتلام کا بھی اندیشہ ہے اور خروج ریح کا بھی اور اس سے مسجد آلودہ ہو سکتی ہے۔ رہ گیا حضرت عبداللہ بن عمر ؓ کا مسجد میں سونا، تو یہ اس لئے تھا کہ وہ اس وقت کنوارے تھے اور ان کا اپنا کوئی مکان نہیں تھا، مہاجرین جن مکانوں میں گزارا کرتے تھے وہ چھوٹے اور ناکافی تھے اس لئے نوجوان اور غیر شادی شدہ حضرات کو بعض اوقات مسجد میں رہنا پڑتا تھا، اسی لئے فقہاء نے مسافر اور معتکف کے لئے مسجد میں سونے کی اجازت دی ہے اور اگر کوئی شخص کسی مصلحت سے سونا چاہتا ہو تو اس کے لئے راستہ بتایا گیا ہے، کہ اعتکاف کی نیت کر لے۔(۳) حضرت عبداللہ بن عمر ؓ کی یہ روایت مختلف کتب حدیث میں منقول ہے۔(۴)

مساجد میں قیام وطعام

سوال:- {1441} عام طور پر اکثر مسجدوں میں یہ دیکھا جا رہا ہے کہ ایک مسافر خانہ کی طرح لوگ اس میں رات کے وقت آرام کرتے ہیں، اور دن میں مسجدوں میں ہی غسل کرتے ہیں، داڑھی کے بال کترتے ہیں اور مسجدوں ہی میں پکوان کرتے ہیں، اور وہیں کھانا کھاتے ہیں، کیا ایسا عمل حضور ﷺ نے بھی فرمایا ہے یا صحابہ کرام ؓ کی طرف سے

---

(۱) کنز العمال حدیث نمبر: ۲۳۱۲۶۔
(۲) الجامع الترمذی: ۱/۳۹۔
(۳) الفتاویٰ الهندیة: ۵/۳۱۔
(۴) دیکھئے صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۴۴۰، الجامع الترمذی، حدیث نمبر: ۳۲۰۔

اس کا کوئی ثبوت ملتا ہے؟ اس طرح مسجد کی بے احترامی جو
لوگ کرتے ہیں، ان کو شریعت اسلامی کی رو سے کیا سزا ملنی
چاہئے؟ (کے، ایم، محمود پاشا، باکارم، مشیر آباد)

جواب:- حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے کہ وہ نوجوان اور کنوارے تھے اور کوئی مکان میسر نہیں تھا، چنانچہ مسجد ہی میں سویا کرتے تھے اور رات بھی وہیں گذرتی تھی، (۱) یہ روایت حدیث کی دوسری کتابوں کے علاوہ بخاری میں بھی منقول ہے، اس سے معلوم ہوا کہ کسی ضرورت اور مجبوری کی وجہ سے وقتی طور پر قیام کی گنجائش ہے، ہاں بلا ضرورت مسجد میں سونا، کھانا پینا مکروہ ہے، اسی لئے فقہاء نے اعتکاف کرنے والے شخص کے لئے اس کی اجازت دی ہے، اس لئے بلا عذر کو تو مسجد میں کسی دینی مصلحت یا کسی ضرورت کے بغیر قیام کرنے سے پرہیز کرنا چاہئے، اور مسافروں کے لئے بہتر ہے کہ جب مسجد میں مقیم ہوں تو اعتکاف کی نیت کرلیں، چنانچہ فتاوی عالمگیری میں ہے:

" و یکرہ النوم و الأکل فیه أی المسجد لغیر المعتکف و إذا أراد أن یفعل ذلك ینبغی أن ینوی الاعتکاف فیه و یذکر اللہ تعالی بقدر ما نوی و لا بأس للغریب و لصاحب الدار أن ینام فی المسجد فی الصحیح فی المذهب والأحسن أن یتورع فلا ینام " (۲)

" غیر معتکف کے لئے مسجد میں سونا اور کھانا مکروہ ہے اور جب ایسا کرنا چاہے تو مناسب ہے کہ اعتکاف کی نیت

---

(۱) الجامع للترمذي، حدیث نمبر: ۳۲۱، باب النوم فی المسجد ۔
(۲) الفتاوی الهندیة : ۵/۳۲۱، نیز دیکھئے: رد المحتار : ۳/۴۳۰ ۔

کرلے اور جتنی دیر کی نیت کی ہے اللہ کے ذکر میں مشغول
رہے، نیز مسافر اور صاحب خانہ کے لئے مسجد میں سونے
میں حرج نہیں، البتہ بہتر ہے کہ سونے سے اجتناب کرے"

اگر مسجد کے غسل خانہ میں غسل کیا جائے اور جو جگہ نماز کے لئے مخصوص ہے اس جگہ سے ہٹ کر مسجد کے صحن میں پکوان کیا جائے تو اس میں مسجد کی بے احترامی نہیں، کیونکہ اصل مسجد شرعی وہ حصہ ہے جو نماز پڑھنے کے لئے مخصوص ہے، داڑھی کے بال بھی مسجد کے اندر کترنا کراہت سے خالی نہیں، کہ یہ مسجد میں گندگی پھیلانا ہے، بلکہ بعض فقہاء کے یہاں تو کٹا ہوا بال ناپاک بھی ہے، اس لئے بال اور ناخن وغیرہ نماز گاہ کے حصہ سے باہر کترنا چاہئے۔

مساجد میں طلبہ کا طعام و قیام

سوال:- (1442) بعض مساجد کے احاطہ یا اوپری
حصہ میں الگ الگ کمرے بنائے جاتے ہیں، جس میں
اضلاع کے طلبہ قیام کرتے ہیں، کمرے مسجد ہی کا ایک حصہ
ہوتے ہیں، کیا ان کو ہر روز اعتکاف کی نیت کرنی ضروری ہوگی
یا ایک مرتبہ نیت کرنا کافی ہے؟ (ہاشمی الدین، نرمل)

جواب:- مسجد کا ایک حصہ وہ ہے جو مصلیوں کے نماز پڑھنے کے لئے ہے، وہ "عین مسجد" ہے، اس حصہ میں ایسا شخص داخل نہیں ہوسکتا، جسے غسل کی ضرورت ہو، اس حصہ میں یا اس کے جیسا اوپر چھت کے حصہ میں طلبہ کا مستقل قیام وطعام اور رہائش مناسب نہیں، (۱) اس سے مسجد کی بے حرمتی کا اندیشہ ہے، مسجد کی اراضی اور عمارتوں کا دوسرا حصہ وہ ہوتا ہے جو نماز کے لئے مخصوص نہیں، جیسے مسجد کے ساتھ کھلی ہوئی اراضی، بیت الخلاء اور حمامات، امام، مؤذن کے لئے

(۱) رد المحتار: ۲/۴۲۸۔ محشی

مکانات، مدرسہ یا ہاسٹل وغیرہ، یہ "مصالح مسجد" ہیں، ان کا حکم عین مسجد کا نہیں، ناپاکی کی حالت میں بھی ان جگہوں میں جایا جاسکتا ہے، (۱) یہ حصہ طلبہ کی رہائش کے لئے جائز بلکہ بہتر ہے، تا کہ وہ اسلامی ماحول اور اخلاق سے ہم آہنگ رہیں، اعتکاف کی نیت اس حصہ کے لئے ہے جو عین مسجد ہے، اور نماز کی ادائیگی کے لئے مخصوص ہے، جو حصہ مصالح مسجد کے لئے ہے اس میں نہ اعتکاف درست ہے اور نہ اعتکاف کی نیت کرنے کی ضرورت۔ (۲)

مساجد میں بلند آواز سے بحث وتکرار

سوال:- (1443) مسجد کی کمیٹی مسجد کے ضروری امور پر غور وفکر کے لئے یا کسی ضروری امر کے لئے اجلاس منعقد کرتی ہے اور یہ اجلاس مسجد کے اندرونی حصہ میں ہوتا ہے، یعنی پہلی دوسری اور تیسری صف میں بیٹھ کر غور فکر کرتے ہیں، اور اراکین کمیٹی کے خیالات الگ الگ ہونے کی وجہ سے بحث و تکرار ہوتی ہے اور اتنی بلند آواز میں گفتگو ہوتی ہے کہ ساری مسجد آواز سے گونج اٹھتی ہے، ایسا کرنا شرعی نقطۂ نظر سے درست ہے؟ (محمد ریاض احمد، دسے نگر کالونی)

جواب:- سائب بن یزید سے مروی ہے:

حضرت عمر ﷺ نے مجھے بھیج کر دو شخص کو بلایا، آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ تم کہاں کے ہو؟ انہوں نے جواب دیا طائف کے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم مدینہ کے ہوتے تو میں تم کو تکلیف دہ سزا دیتا: " لو کنتما من أهل البلد

(۱) رد المحتار: ۴۳۰/۲، محشی

(۲) حوالہ سابق۔

لا وجدتکما "تم مسجد میں اپنی آواز بلند کرتے ہو"(۱)

پس مسجد میں زور سے بحث ومباحثہ کرنا آداب مسجد کے خلاف ہے، چونکہ اختلافی امور میں اختلاف رائے پیدا ہونا مستبعد نہیں اور اختلاف کے موقعوں پر بعض دفعہ آواز بلند ہو ہی جاتی ہے، اس لئے بہتر ہے کہ ایسی میٹنگیں حدودِ مسجد سے باہر رکھی جائیں۔

مسجد میں گل پوشی اور فوٹوگرافی

سوال:- {1444} مسجد میں گل پوشی کرنا اور فوٹو نکالنا کہاں تک درست ہے؟ (محمد زاہد علی، گولکنڈہ)

جواب:- مسجد میں ذی روح کی تصویر لینا تو سخت گناہ ہے، کیوں کہ تصویر کا بلا ضرورت کھینچنا اور کھنچوانا ہی حرام ہے،(۲) اور مسجد میں ایسی ناشائستہ حرکت کرنا تو گناہ بالائے گناہ ہے، اور گل پوشی وغیرہ بھی مناسب نہیں، کہ یہ دنیوی فعل ہے، اور مسجد میں ہر طرح کا دنیوی فعل مکروہ ہے۔ "ویکرہ کل عمل من عمل الدنیا في المسجد "(۳)

مسجد میں اپنی جگہ مقرر کرلینا

سوال:- {1445} بعض حضرات مساجد میں اپنی جگہ مقرر کرلیتے ہیں اور ہمیشہ اسی جگہ پر بیٹھتے ہیں، اس طرح

---

(۱) صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۴۷۰۔

(۲) " قال النووي : قال العلماء : تصویر صورة الحیوان حرام شدید التحریم ، وهو من الکبائر : لأنه متوعد علیه بهذا الوعید الشدید و سواء صنعه لما یمتهن أم لغیره ، فصنعه حرام بکل حال و سواء کان في ثوب أو بساط أو درهم أو دینار أو فلس أو إناء أو حائط أو غیرها " (فتح الباري شرح صحیح البخاري:۱۰/۴۷۰، باب عذاب المصورین یوم القیامة، ط: قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ، کراچی، پاکستان) محشی۔

(۳) الفتاوی الهندیة: ۵/۳۲۱۔

مساجد میں اپنی جگہ مقرر کرنا کہاں تک درست ہے؟

(محمد جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

جواب:- مسجدیں اللہ کا گھر ہیں، جو اللہ تعالی کی بڑائی اور کبریائی کے اظہار کے لئے ہیں، اس لئے یہاں ہر شخص کو اپنی بڑائی کو قربان کر دینا چاہئے اور احساس عجز کے ساتھ آنا چاہئے، ایک ہی جگہ کو اپنے لئے مخصوص کر لینا تواضع کے خلاف ہے، جو مقامات عمومی استعمال کے لئے ہوں ان کے بارے میں اصول یہ ہے کہ جس جگہ پہلے جو شخص نشست بنا لے وہ اس کی نشست گاہ ہوگی، چنانچہ فقہاء نے مسجد میں اپنے لئے مخصوص جگہ مقرر کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔

"ویکرہ للانسان ان یخص لنفسہ مکانا فی المسجد یصلی فیہ" (۱)

دیوار قبلہ پر کیلنڈر

سوال:- (1446) ہمارے شہر کی ایک مسجد میں قبلہ کی دیوار پر اوقات نماز کا چارٹ اور کیلنڈر آویزاں ہے اور بہت ہی خوشخط قرآن مجید کی آیات لکھی ہوئی ہیں، جس کی وجہ سے نماز پڑھتے ہوئے بار بار نگاہ ادھر چلی جاتی ہے، کیا اسطرح مسجد کو سجانا چاہئے؟ (عبد البصیر، نظام آباد)

جواب:- ہر ایسی بات سے بچنا چاہئے جس سے نماز میں خشوع متاثر ہو اور توجہ بٹ جائے، کیونکہ خشوع اور یکسوئی ہی اس کی اصل روح ہے، اسی لئے فقہاء نے محراب اور دیوار قبلہ پر نقش و نگار کو منع کیا ہے۔

"وکرہ بعض مشایخنا النقش علی المحراب و

(۱) الفتاوی الہندیہ ۱/۱۰۸۔

حائط القبلة لأنه يشغل قلب المصلي " (۱)

مناسب ہوگا کہ ایسی چیزیں بجائے قبلہ کے دائیں بائیں کہیں یا آویزاں کی جائیں۔

مسجد میں گھنٹہ

سوال:- {1447} ایک گھڑی مسجد میں کمیٹی کی جانب سے نصب کی گئی ہے، جس کی آواز نہ صرف مسجد میں بلکہ سارے محلہ میں سنائی دیتی ہے، جو تشبہ بالنصاریٰ کے مماثل ہے، کیا شرعاً یہ فعل جائز ہے؟ (علاء الدین، تنگلی)

جواب:- صورت مسئولہ کو تشبہ بالنصاریٰ میں شمار نہیں کیا جاسکتا ہے کہ نصاریٰ کے یہاں جو ناقوس بجائے جاتے ہیں اس کی آواز گھڑی کے گھنٹہ سے مختلف ہوتی ہے، اور دونوں کا مقصد جداگانہ ہے، نیز فی نفسہ کوئی ایسا نظام متعین کرنا جس سے لوگوں کو اوقات کی خبر ہوتی رہے، کوئی ناجائز کام نہیں۔

البتہ یہ ضروری ہے کہ مسجد کا ایک خاص مقصد ہے اور وہ "عبادت" ہے، اسی لئے مسجد میں عبادت سے متعلق اعمال اور دینی امور ہی کو جائز رکھا گیا ہے، ایسی چیزیں جو عبادت نہ ہوں، چاہے وہ فی نفسہ جائز ہی کیوں نہ ہوں، بلکہ بسا اوقات مطلوب بھی ہوں، مسجد میں ان کی انجام دہی سے فقہاء نے منع کیا ہے، چنانچہ خود رسول اللہ ﷺ نے ایک صاحب کے گم شدہ سامان کے سلسلہ میں مسجد میں اعلان کرنے پر ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ (۲) اوقات نماز کا بتانا گو کہ بذات خود درست ہے، بلکہ ایک حد تک مفید بھی، مگر چونکہ مطلقاً اوقات کی یاد دہانی مسجد کا مقصود نہیں، نیز نفل پڑھنے والوں کو اس سے بسا اوقات خلل پڑنے کا اندیشہ رہتا ہے، اس لئے یہ نامناسب ہے، اور گھنٹہ نماز کے اوقات تو ان کے لئے اذان کافی ہے۔

---

(۱) رد المحتار: ۲/۴۳۱، کبیری: ص ۳۷۱۔

(۲) صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۲۶۳-۱۲۶۴، بحث۔

مساجد میں ٹک ٹانگ گھڑیاں رکھنا

سوال:- {1448} مسجد میں ٹک ٹانگ گھڑیاں رکھنے کا ازروئے شرع کیا حکم ہے؟ جماعت کے رکن موصوف ایسی گھڑی کے بہانے طرح طرح کے الزامات لگانے کے متعلق ازروئے شرع کیا حکم ہے؟ (محمد آصف اقبال)

جواب:- مساجد میں اوقات کی نشاندہی کرنے والی گھڑیوں کے رکھنے میں مضائقہ نہیں، اگر وہ خفیف سی آواز کے ساتھ بھی وقت بتاتی ہو اور اس سے عام لوگوں کی نماز میں خلل نہ پیدا ہوتا ہو، جیسا کہ مشاہدہ ہے تو ایسی گھڑیاں مسجد میں رکھی جاسکتی ہے۔(۱) اور اس پر موصوف کو اعتراض کرنا صحیح نہیں ہے، کسی بھی مسلمان کو ایسا کام نہیں کرنا چاہئے کہ کسی ضرورت شرعی کے بغیر خواہ مخواہ مسلمانوں میں اختلاف وانتشار پیدا ہو، اس لئے ان کو اس سے باز آجانا چاہئے۔

مساجد میں ٹیپ ریکارڈ کے ذریعہ قراءت وغیرہ

سوال:- {1449} مساجد میں ٹیپ ریکارڈ کے ذریعہ قراءت نعت شریف وغیرہ سن سکتے ہیں؟

(محمد جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

---

(۱) مسجد کے اندر گھنٹہ دار گھڑی بغرض اعلام وقت کے جائز ہے، اور چونکہ بعض لوگ بینائی کم رکھتے ہیں، بعض لوگ گھڑی نہیں پہچانتے اور بعض دفعہ روشنی کم ہوتی ہے، اس لئے ضرورت ہوتی ہے، آواز دار گھڑی کی، تو اس مصلحت سے یہ جرس ممنوع سے مستثنیٰ ہے، جیسا کہ عالمگیری میں بعض فروع اس قسم کی لکھی ہیں، اور حدیث میں تصفیق کی اجازت محض صلوۃ میں مصلحت کے لئے ظنی دلیل ہے۔ (امداد الفتاوی: ۲/ ۷۸)

جواب:- مسجد میں دنیوی گفتگو سے منع کیا گیا ہے، اور دینی گفتگو کی اجازت ہے،(۱) اس لئے قراءت، نعت یا مذہبی تقریر کی کیسٹ ایسے اوقات میں مسجد میں سنی جاسکتی ہے، جس میں دوسروں کی عبادت میں خلل نہ ہو، البتہ ضروری ہے کہ ذمہ داران مسجد کی اجازت سے ہو، اور مسجد کی بجلی استعمال نہ کی جائے۔

دیوارِ قبلہ پر مکہ و مدینہ کی تصویر

سوال:- (1450) مسجد میں سمت قبلہ کی دیواروں پر کعبہ و مدینہ کی تصویریں لگی ہوئی ہیں، کیا ان تصویروں کے سامنے نماز پڑھنا جائز ہے؟ (محمد نجم الدین، میدک)

جواب:- نمازی کے سامنے یا دائیں یا بائیں ذی روح یا کسی ایسی چیز کی تصویر ہو جس کی دوسری قومیں پرستش کرتی ہوں، یہ جائز نہیں، کیونکہ اس میں غیر اللہ کی عبادت اور بندگی کا وہم پیدا ہوتا ہے، اور نماز کا مقصد ہی اللہ کی بندگی اور غیر اللہ کی نفی ہے، حدیثوں میں بھی اس طرح تصویر رکھنے کی ممانعت منقول ہے۔(۲)

کعبۃ اللہ اور مدینہ منورہ چونکہ نہ ذی روح ہیں اور نہ کوئی قوم اس کی پرستش کرتی ہے، اس لئے ان کی تصویروں کا یہ حکم نہیں ہے، البتہ نماز کا ایک اہم ترین مقصد خشوع وخضوع ہے اور اگر نماز پڑھنے والوں کے سامنے کی سمت میں دیدہ زیب تصویریں ہوں تو توجہ بٹ جاتی ہے، اور نگاہ بار بار اسی طرف اٹھتی ہے، اسی لئے فقہاء نے دیوار قبلہ میں نقش و نگار کو مکروہ تنزیہی کہا ہے، الدر المختار میں ہے:

" ولا بأس بنقشه خلا محرابه ، فإنه يكره :

(۱) " و كذلك يكره أن يتخذ طريقا أو يحدث فيه حديث الدنيا " (البحر الرائق : ۵/۴۲۰) محشی۔

(۲) صحيح البخاري، حدیث نمبر:۳۷۴، كتاب الصلاة۔ محشی۔

لأنـه يلهـي المصلي ، و ظاهره أن المراد
بالمحراب جدار القبلة "(۱)

اور اس پر علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ " والظاهر من هذا أن الكراهة هنا تنزيهية "(۲) اس لئے مسجد قبلہ میں ایسی تصویریں بھی مناسب نہیں ہے۔

مسجد میں عقدِ نکاح

سوال:- (1451) بعض لوگ عقد نکاح مسجد میں کرنا سنت مؤکدہ اور مسجد کے باہر خلاف سنت بتاتے ہیں، کس حد تک درست ہے؟ جب کہ اکثر نکاح شادی خانوں اور گھروں میں ہوا کرتے ہیں، نیز نصاب اہل خدمات شرعیہ میں اس کو مستحب بتایا گیا ہے۔ (غلام دستگیر، اے، سی گارڈ)

جواب:- مسجد میں نکاح کرنا سنتِ مؤکدہ اور مسجد کے باہر کرنا خلافِ سنت تو نہیں ہے، لیکن مستحب طریقہ یہی ہے کہ مسجد میں عقدِ نکاح کیا جائے، امام غزالیؒ فرماتے ہیں: " ويستحب أن يعقد في المسجد "(۳) خود رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں نکاح کرنے کی ترغیب دی ہے،(۴) اور بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ ؓ کے یہاں بھی مسجد میں نکاح کرنے کا اہتمام تھا، ایک روایت میں ہے:

" آپ ﷺ نے مسجد میں ایک جماعت کو دیکھا، آپ ﷺ

---

(۱) الدر المختار مع الرد: ۱/ ۶۴۸، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ۔
(۲) رد المحتار: ۱/ ۶۴۷، ۶۴۸، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ۔
(۳) احیاء العلوم: ۲/ ۴۱۔
(۴) الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۱۰۸۹، عن عائشة رضي الله تعالیٰ عنها، مشکوٰۃ، حدیث نمبر: ۳۱۵۲۔

نے دریافت فرمایا: یہ کیسا اجتماع ہے؟ لوگوں نے عرض کیا:
نکاح ہے تو آپ ﷺ نے اس کی تحسین فرمائی۔(۱)

اس لئے مسجد میں مجلس نکاح رکھنا بہتر ہے اور اس کو رواج دینے کی ضرورت ہے، اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ گانا بجانا اور اس طرح کی لغویات سے لوگ از خود بچ جائیں گے، اور احترام مسجد کے پیش نظر ایسی باتوں سے گریز کریں گے۔

سوال:- {1452} محترم مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب! السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته!

آپ نے .... کی تقریب نکاح میں خطبہ دیتے ہوئے مساجد میں نکاح کرنے کو افضل بتایا تھا، میں جاننا چاہتا ہوں کہ اس سلسلہ میں کیا حدیث مروی ہے؟ وہ کس درجہ کی ہے؟ کیا رسول اللہ ﷺ نے اپنے نکاح مسجد میں کئے ہیں؟ کن صحابہ ؓ سے مسجد میں نکاح کرنا ثابت ہے؟

امید کہ اس کا جواب عنایت کریں گے۔

(عبدالرحیم قریشی، صدر کل ہند مجلس تعمیر ملت حیدرآباد)

جواب:- مکرمی ومحترمی زیدت الطافکم!

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته!

خدا کرے مزاج گرامی بعافیت ہو، گرامی نامہ موصول ہوا، مشغولیات کے باعث جواب میں تاخیر ہوئی، معذرت خواہ ہوں، مسجد میں نکاح کا اصل مقصود اعلان واظہار ہے، اور آپ ﷺ کی ذات اقدس حضرات صحابہ ؓ کے لئے ایسی مرکز توجہ تھی، کہ اگر مسجد میں نکاح نہ بھی ہوتا تو اس کی خوب شہرت ہو جاتی تھی، اور تشہیر کی حاجت نہ رہتی تھی۔

---

(۱) مصنف عبد الرزاق: ۶/ ۱۸۷۔

مساجد میں نکاح کی بابت رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی موجود ہے، ترمذی شریف میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"اعلنوا هذا النكاح و اجعلوه في المساجد و اضربوا عليه بالدفوف" (۱)

"نکاح کا اعلان کرو، اسے مسجد ہی میں منعقد کرو، اور اس پر نوبت بجاؤ"

امام ترمذیؒ نے حدیث کو "حسن" قرار دیا ہے، اور مشہور محدث بیہقیؒ نے بھی اس کی صحت کو تسلیم کیا ہے، علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں: "وجزم البيهقي بصحته" (۲) رمز شناس شریعت امام غزالیؒ نے بھی آداب عقد نکاح میں لکھا ہے کہ مساجد میں عقد نکاح مستحب ہے، "ويستحب أن يعقد في المسجد" (۳)

جہاں تک خود آپ ﷺ کے نکاح کی بات ہے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے تو آپ ﷺ کا نکاح مکی زندگی میں ہوا، (۴) جس کے مسجد میں ہونے کا سوال ہی نہیں تھا۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح حبش میں حضرت خالد بن سعید بن عاص ﷺ کی وکالت سے ہوا، (۵) اس لئے اس میں بھی اس کا امکان نہیں تھا۔

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح غزوۂ خیبر سے واپسی میں ہوا، حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آپ ﷺ کا نکاح

---

(۱) الجامع للترمذي، حدیث نمبر: ۱۰۸۹۔ محشی۔
(۲) فيض القدير: ۲/۱۱۔ محشی۔
(۳) إحياء علوم الدين: ۲/۴۱، ط: الدار المصرية اللبنانية۔ محشی۔
(۴) البداية و النهاية: ۳/۲۹۳۔ محشی۔
(۵) حوالہ سابق

مدینہ میں ہوا، ان حضرات کے نکاح کی بابت حدیث وسیرت کی کتابوں میں تفصیل نہیں ملتی کہ کہاں نکاح ہوا تھا؟ یہی حال آپ ﷺ کی بنات طاہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے واقعات نکاح کا ہے، میں نے اصابہ، اسد الغابہ، طبقات ابن سعد اور اکثر اہم کتب سیرت ورجال سے رجوع کیا مگر مجلس نکاح کی بابت پتہ نہ چل سکا، کہ یہ مسجد میں ہوا، یا مسجد سے باہر ہو، بہر حال کسی بات کی فضیلت کے ثبوت کے لئے آپ ﷺ کا عمل ہی ضروری نہیں، آپ ﷺ کا ارشاد بھی کافی ہے، بلکہ محدثین کے یہاں اہم قاعدہ یہ ہے کہ "حدیث قولی" کی اہمیت "حدیث فعلی" سے زیادہ ہے، اس لئے کہ "اقوال" "اصول وقانون کا درجہ رکھتے ہیں، اور آپ ﷺ کے افعال بعض اوقات استثنائی نوعیت کے ہوتے ہیں، جو کوئی خاص اہم تر شرعی مصلحت پر مبنی ہوتے ہیں، مثلاً آپ ﷺ نے بہ حالت استنجا قبلہ کی طرف رخ یا پشت کرنے کو منع فرمایا ہے،(۱) لیکن ایک اور روایت میں خود آپ ﷺ کا استنجاء کی حالت میں قبلہ کی طرف رخ کرنا ثابت ہے،(۲) پس ممانعت اصل ہے اور آپ ﷺ کا یہ فعل کسی عذر پر مبنی تصور کیا جائے گا، فی زمانہ مساجد میں نکاح کا ایک اور فائدہ یہ ہے کہ بہت سے منکرات سے بھی مجلس نکاح محفوظ رہتی ہے، یہ بجائے خود اتنی بڑی مصلحت ہے کہ اس کی وجہ سے مجلس نکاح کو مساجد میں رکھنے کی ترغیب دی جا سکتی ہے۔

کیا صحابہ کرام ؓ نے بھی مساجد میں عقد نکاح کئے ہیں؟

سوال:- {1452} مکرمی جناب خالد سیف اللہ رحمانی

صاحب!

وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته

امید کہ آپ بخیر وعافیت ہوں گے، بحمد اللہ میں ٹھیک

---

(۱) صحيح البخاري، حدیث نمبر:۱۴۹۔ محشی۔

(۲) حوالہ سابق۔ محشی۔

ہوں، آپ کا جواب ۱۵؍۳؍۱۴۱۸ھ کو ملا شکریہ۔

میں نے اپنی تحریر میں یہ بھی لکھا تھا کہ مجھے ان صحابہ کرام ﷺ کے ناموں کی فہرست حوالوں کے ساتھ چاہئے جنہوں نے اپنے نکاح مساجد میں منعقد کئے، آپ کے جواب میں اس تعلق سے کوئی ذکر نہیں ہے۔

باعث ممنونیت ہوگا اگر اس تعلق سے آپ جواب روانہ فرمائیں۔

اس کے بعد انشاء اللہ مساجد میں نکاح کے فوائد اور مصالح پر گفتگو ہوگی، اور اگر رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کی تعمیل میں صحابہ کرام ﷺ کا عمل سامنے آجاتا ہے تو کسی گفتگو کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، جب اتنی وضاحت سامنے آجائے تو کسی چوں وچرا کی گنجائش نہیں رہتی اور سر تسلیم خم ہو جاتا ہے۔

امید رکھتا ہوں کہ اس پر آپ تفصیلی جواب سے ممنون فرمائیں گے۔

نوٹ:- یہ بھی تحریر فرمایئے کہ امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو ایک ہی سند سے یا کئی سندوں سے نقل کیا ہے، اور راوی کون کون ہیں؟

(عبدالرحیم قریشی، صدر کل ہند مجلس تعمیر ملت حیدرآباد)

جواب:- محترمی ومکرمی! سلام مسنون

خدا کرے آپ بعافیت ہوں، والا نامہ موصول ہوا۔

(الف) حضرات صحابہ کرام ﷺ کے زمانہ میں تقریب نکاح کو بہت زیادہ اہمیت نہیں دی جاتی تھی، اسی لئے عام طور پر حضرات صحابہ ﷺ کے نکاح کے بارے میں صرف اسی قدر

ملتا ہے کہ کون خواتین آپ ﷺ سے منسوب تھیں، تقریب نکاح کی تفصیل اور مقام تقریب کے بارے میں وضاحت نہیں ملتی، نہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ خطبہ کس نے دیا؟ نکاح کس نے پڑھایا؟ گواہان کون لوگ تھے؟ ایسی تقریبات کو کتنی کم اہمیت دی جاتی تھی، اس کا اندازہ اس امر سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ﷺ اور حضرت جابر بن عبداللہ ﷺ جیسے صحابہ جو آپ ﷺ کے مقربین میں تھے، عقد کرتے ہیں اور آپ ﷺ کو اطلاع تک نہیں ہوتی، بلکہ بعض دفعہ تو درمیان سفر ہی نکاح ہو جاتا تھا، غالباً اسی لئے حضرات صحابہ کرام ﷺ کے عقد نکاح کی بابت جزوی تفصیلات نہیں ملتیں، اس لئے اتنا موقع بھی میسر نہیں کہ فرداً فرداً تمام صحابہ ﷺ کے تذکرے تراجم و رجال کی کتابوں میں دیکھے جاسکیں۔

(ب) پھر فقہاء و محدثین کا ایک اصول یہ ہے کہ عدم ذکر عدم ثبوت کی دلیل نہیں، ایسا ممکن ہے کہ بعض واقعات پیش آئے ہوں اور ان کا تذکرہ نہ کیا گیا ہو، لہٰذا حدیث سے کسی بات کا ثبوت کسی حکم کی مشروعیت کے لئے کافی ہے، ایسا نہیں ہے کہ اگر عہد صحابہ ﷺ میں اس پر عمل کی صراحت نہ ہو تو وہ حدیث رد کر دی جائے۔

(ج) جہاں تک ترمذی کی اس حدیث کی بات ہے تو اس کے راوی تنہا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ان کے بھتیجے اور عہد تابعین کے ممتاز فقیہ قاسم بن محمد بن ابی بکرؒ نے روایت کیا ہے، اور قاسمؒ کے واسطہ سے یہ روایت احمد بن منیعؒ، یزید بن ہارونؒ اور عیسیٰ بن میمونؒ نقل کرتے ہیں، ان میں احمدؒ اور یزیدؒ تو بہت اعلیٰ درجہ کے محدث ہیں اور عیسیٰ بن میمونؒ بھی متعین راوی ہیں۔ دعاء خیر کا خواستگار رہوں۔

والسلام

مدارس سے متعلق احکام

دینی مدارس کی اراضی

سوال:- (1453) فی زمانہ چونکہ سرکاری مدارس میں، مذہبی و دینی تعلیم کا نظام نہیں ہے، اس لئے بعض تنظیمیں اور ادارے دینی درسگاہیں چلا رہے ہیں، جو لائق تحسین اقدام ہے، مگر بعض حضرات زکوٰۃ، چرم قربانی اور عطیہ جات کے ذریعہ رقوم جمع کر کے دینی مدارس کے لئے اپنے نام پر آراضی خرید کر عمارتیں تعمیر کروا رہے ہیں اور جائیداد ان کی ذاتی ملکیت قرار پاتی ہے، یہ طریقۂ کار کہاں تک درست ہے؟

(وہاب بھارتی، شکرنگر، بودھن)

جواب:- دینی مدارس وقت کی بہت بڑی ضرورت ہیں اور کہنا چاہئے کہ موجودہ حالات میں ان ہی مدارس سے دین کا بقا متعلق ہے، البتہ مدارس کی زمین اپنے نام پر خرید کرنا قطعاً جائز نہیں اور سخت گناہ ہے، بلکہ یہ "غصب" کے حکم میں ہے کہ ایک قومی امانت کو

کوئی شخص اپنی ذاتی ملکیت بنالے، ایسے اشخاص کو سمجھانا چاہئے کہ وہ ایسے ناشائستہ عمل سے باز رہیں اور ایسی تدبیر کرنی چاہئے کہ اس طرح کی خیانتوں کا سد باب ہو، البتہ ایسا نہیں ہے کہ تمام دینی مدارس میں یہ طریقہ اختیار کیا جاتا ہے، اکثر مدارس میں باضابطہ مجلس انتظامی موجود ہے اور مدرسہ کی جائیدادیں خود مدرسہ کے نام سے خریدی جاتی ہیں —— یہ بات بھی ذہن میں رہنی چاہئے کہ زکوٰۃ اور چرم قربانی کی رقم سے زمین خریدنا یا عمارت بنانا جائز نہیں ،(۱) یہ رقم غریب طلبہ کے کھانے پینے پر ہی خرچ کی جاسکتی ہے۔

مینار کی تعمیر مقدم ہے یا مدرسہ چلانا؟

سوال:- (1454) جامع مسجد .... کے اطراف میں کئی ملگیاں ہیں، جس کا ماہوار کرایہ تقریباً بتیس ہزار آتا ہے، اس مسجد کے تحت اہل خیر حضرات کے تعاون سے مدرسہ "تحفیظ القرآن" تعمیر کیا گیا، کمیٹی سے کئی بار مدرسہ شروع کرنے کی گزارش کی گئی تو ان حضرات نے کہا کہ رقم کم ہونے کی وجہ سے مدرسہ کا آغاز نہیں کیا جا سکتا، اب اس مسجد کے دو بڑے مینار تعمیر کئے جارہے ہیں، جس پر کافی لاگت آئے گی، بتایا جائے کہ ان حالات میں مدرسہ کو جاری کرنا مقدم ہے یا مینار کی تعمیر کرنا؟ (خواجہ عارف، پالونچہ)

جواب:- مدرسہ تحفیظ القرآن کو جاری کرنے کی اہمیت یقیناً مینار کی تعمیر سے زیادہ ہے، کیونکہ مینار تو مسجد کی خوبصورتی اور آرائش کے لئے ہے، اور مسجد کے تحت جو مدرسہ بنایا گیا ہے اس سے مسجد کی آبادی کا نظم ہوگا، اور نمازی پیدا ہوں گے، البتہ کسی بھی کار خیر میں وقف کرنے

---

(۱) "لا یصرف إلی بناء نحو مسجد" (الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲۹۱/۳) محشی۔

والے کی نیت بہت اہم ہوتی ہے۔(۱) اگر کچھ لوگوں نے کمیٹی کو مینار کی تعمیر ہی کے لئے پیسے دیے ہوں تو پھر اسی مد میں ان پیسوں کا خرچ کرنا لازم ہے۔

ایک مدرسہ کے وقف کا دوسرے مدرسہ میں استعمال

سوال:- {1455} محترم ومکرم حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم۔

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کسی خاص دینی مدرسہ کی تعمیر کی غرض سے ایک شخص نے یا متعدد اشخاص نے یا کسی غیر اسلامی یا اسلامی حکومت نے کچھ رقم کمیٹی کو دی اور یہ تخصیص کر دی کہ یہ رقم آپ کے مدرسہ کی تعمیر کے لئے ہے، تو کیا کمیٹی والوں کے لئے یہ حق ہے کہ وہ کسی دوسرے کو اس رقم میں سے معطی کے منشاء کے خلاف امداد دیں کیا یہ شرعاً جائز ہے؟ (معین الدین، آسام)

جواب:- وقف کے سلسلہ میں اصول یہ ہے کہ واقف کے منشاء کی بہر حال رعایت کی جائے گی،(۲) اور مسئولہ صورت میں واقف نے بطور خاص تاکید کر دی ہے، اس لیے اس کی اہمیت اور بھی بڑھ گئی ہے، وقف کے سلسلہ میں یہ اصول صرف مساجد ہی کے لئے نہیں ہے تمام اوقاف کے لئے ہے، چنانچہ فقہاء نے تصریح کر دی ہے کہ اگر کسی وقف عمارت کا کچھ حصہ منہدم ہو جائے اور فی الوقت اس کی ضرورت نہ ہو تو اسے روک رکھا جائے گا اور جب ضرورت ہوگی

---

(۱) "شرط الواقف کنص الشارع" (رد المحتار: ۴/۴۳۹) مرتب۔

(۲) "شرط الواقف یجب اتباعه" (الأشباه و النظائر لابن نجیم: ص:۱۹۵) محشی۔

دوبارہ اس میں استعمال کرلیا جائے گا اگر بعینہ اس شی کا استعمال ممکن نہ رہے تو فروخت کرکے اس کی قیمت مرمت واصلاح میں صرف کی جائے گی:

"وما انهدم من بناء الوقف و آلته صرفه الحاكم في عمارة الوقف إن احتاج إليه وإن استغنى عنه امسكه حتى يحتاج إلى عمارته فيصرف فيها و إن تعذر اعادة عينه إلى موضعه يبيع و يصرف ثمنه إلى المرمة " (۱)

لہٰذا اس رقم کو دوسرے مدرسہ کیلئے دینا جائز نہیں ہے، اور نہ واقفیت کے باوجود ایسا۔ فتاوی عالمگیری میں ہے کہ کسی وقف کے مال کو دوسرے وقف کے لئے دینا جائز نہیں ہے گو کہ وہ مال پہلے وقف کی ضرورت سے زائد ہو اور دوسرے وقف کو اس کی ضرورت ہو۔

" هل يجوز للقاضي صرف وقف ما استغنى عن العمارة إلى عمارة ما هو محتاج إلى العمارة قال لا "(۲)

ایک مدرسہ کے سامان کو دوسرے مدرسہ میں منتقل کرنا

سوال:- (1456) (الف) مسجد فلاں کی میں ایک صباحی مدرسہ محلہ کے لوگوں نے بچوں کو قرآن پاک کی تعلیم کی غرض سے قائم فرمایا اور ساتھ ہی ایک مختصر کتب خانہ قائم کیا، لیکن اس وقت یہ کتابیں بلا استفادہ پڑی ہوئی ہیں، متوجہ لانے کے باوجود کوئی مطالعہ کے لئے کتابیں حاصل نہیں کررہا ہے،

(۱) الفتاوی الهندية ۲/۳۶۹، طبع بیروت۔
(۲) الفتاوی الهندية ۲/۴۷۸۔

کیا یہ کتابیں الماری کے ساتھ کسی دوسرے ہمدردی اردو میڈیم
مدرسہ میں مطالعہ کے لئے دی جاسکتی ہیں؟

(ب) صباجی مدرسہ کی کئی سال کی بچت جو اس وقت
موجود ہے وہ ۱۵۰۰۰ / روپے ہے یہ چندہ دینی تعلیم کے لئے
لوگوں سے لیا گیا ہے اور اب بھی لیا جاتا ہے، کیا اس کی فاضل
بچت کسی دوسرے دینی تعلیمی ادارے کو جہاں واقعی ضرورت
ہے، دی جاسکتی ہے؟

(ج) جس مسجد میں مدرسہ قائم ہے اس کی توسیع
ہونے والی ہے، کیا یہ فاضل بچت مسجد کی توسیع کے کاموں میں
لگائی جاسکتی ہے؟ واضح رہے کہ مسجد کی اور مدرسہ کی انتظامی
کمیٹیاں الگ الگ ہیں۔ (عبید اختر، موتی باغ، ناسک)

جواب:- (الف) اس طرح کتابیں مع الماری منتقل کی جائیں کہ ملکیت تو مسجد کی باقی
رہے، لیکن مذکورہ درسگاہ کے لوگ بھی اس سے استفادہ کرسکیں۔

" وإن وقف على المسجد جاز ويقرأ فيه ولا
يكون محصورا على هذا المسجد وبه عرف حكم
نقل كتب الأوقاف من محالها للإنتفاع بها " (۱)

(ب) اگر چندہ دہندگان کا مقصد محض دینی تعلیم میں اعانت ہو تو کسی اور دینی تعلیمی ادارہ
کو بھی دیا جاسکتا ہے، لیکن اگر ذہن میں اس صباجی مدرسہ کے لئے دیا گیا ہے اور چندہ دہندگان کا
مقصد یہی ہے جیسا کہ سوال سے واضح ہے تو اگر مستقبل میں یہ رقم صباجی مدرسہ کے کام آسکتی ہو تو
اس کا استعمال دوسرے مدرسہ کے لئے درست نہ ہوگا، اس لئے کہ چندہ دہندہ اور وقف کنندہ کے
مقصود و منشاء کو بنیادی اہمیت حاصل ہوسکتی ہے۔

(۱) الدر المختار علی هامش رد المحتار: ۱/ ۵۵۸۔

(ج) مسجد کی تعمیر میں یہ رقم صرف نہ کی جائے، اس لئے کہ مسجد کی تعمیر میں چندہ دینے اور دینی تعلیم کے لئے چندہ دینے کا مقصد الگ الگ ہوتا ہے۔(۱)

کفاف کا استحقاق

سوال:- {1457} اگر کسی صاحب مرتبہ شخص یا انجمن نے کسی مدرسہ کی امداد کی سفارش کی یا کسی صاحب خیر کو مدرسہ کا معائنہ کروایا، یا کسی کو جو دوسری غرض کے لئے بلایا گیا تھا ضمناً مدرسہ بھی بتایا اور انہوں نے کچھ رقم مدرسہ کو دیدی —— اس صورت میں کیا مذکورہ شخص یا اشخاص کو بطور کفاف اس رقم سے کچھ لینا جائز ہے؟ بینوا و توجروا۔ (محمد جنید، دار العلوم حیدرآباد)

جواب:- کفاف کی حیثیت عملاً و عرفاً اجارہ کی ہے اور اجارہ میں اجرت کی بنیاد تمام تر معاہدہ پر ہوتی ہے، لہذا اگر کفاف کے سلسلے میں پہلے سے کوئی معاہدہ تھا، اور معاہدہ میں اتنی وسعت تھی کہ کسی آمدنی میں جو شخص یا اشخاص بھی فی الجملہ ذریعہ بنیں گے، وہ کفاف کے مستحق قرار پائیں گے، تو مذکورہ صورت میں متعلق افراد کفاف کے حقدار ہوں گے، اور اگر یہ قید ہو کہ جن کی وساطت سے اور ہاتھوں سے مدرسہ کو رقم ملے گی وہ مستحق کفاف نہ ہوں گے، تو ظاہر ہے کہ مذکورہ حضرات کفاف کے حقدار نہ ہوں گے، —— واضح ہو کہ یہ اس تقدیر پر ہے کہ کفاف کے ذریعہ اجارہ بذات خود درست ہے، جیسا کہ آج کل مدارس کا تعامل ہے اور اگر خود یہ معاملہ درست نہ ہو جیسا کہ بعض علماء اجرت میں ایک گونہ جہالت کی وجہ سے کہتے ہیں تو ظاہر ہے کہ کفاف کے استحقاق کا مسئلہ ہی پیدا نہ ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

---

(۱) وإن اختلف أحدهما بأن بنى رجلان مسجدين أو رجل مسجدا أو مدرسة ووقف عليهما أوقافا لا يجوز له ذلك (الدر المختار على هامش رد المحتار: ۵۵۱/۶، ط: مکتبہ زکریا)۔

قبرستان سے متعلق احکام

قبرستان میں بنے ہوئے مکان کی خریدی

سوال:- (1458) ہمیں ایک مکان خریدنا ہے، لیکن لوگ اس گھر کے بارے میں کہتے ہیں کہ آج سے چالیس سال پہلے وہاں قبرستان تھا، کیا ایسے گھر میں رہنا درست ہے؟

(عبدالرشید، نامدیڑ)

جواب:- عام طور پر قبرستان کی زمین وقف ہوتی ہے، اور وقف کی زمین میں اپنا مکان بنالینا اس زمین کو غصب کرلینا ہے، اس لئے ایسا مکان آپ کے لئے خریدنا جائز نہیں، فقہاء نے قبرستان میں گھر بنانے کی اجازت صرف اس وقت دی ہے جب قبرستان کی حفاظت مقصود ہو لیکن اس میں بھی یہ قید رکھی ہے کہ اگر تدفین کے لئے اس جگہ کی ضرورت پڑ جائے تو تعمیر اکھاڑ دی جائے:

"...... لکن إذا احتیج ذالك المکان یرفع البناء

لیقبر فیہ" (۱)

ب) اگر زمین کسی کی ملکیت ہو قدامت کی وجہ سے قبریں بالکل بوسیدہ ہوگئی ہوں، تو مالک زمین اسے فروخت کرسکتا ہے، البتہ بوسیدہ ہڈیاں کہیں ایک جگہ احترام کے ساتھ دفن کردی جائیں، اگر ایسا قبرستان رہا ہو اور قبرستان کے مالک نے خود زمین فروخت کی ہو تو پھر اس مکان کے خریدنے کی گنجائش ہے۔

قبرستان کے متولی کون ہوں گے؟

سوال:- (1459) کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ زید نے حسب رواج زمانہ مقبرہ تعمیر فرمایا جسے کلیۃً خاندانی مقبرہ کی حیثیت حاصل ہے، جس میں خاندانی فرد یا افراد کے قبر یا قبور موجود ہیں، اس کی تولیت کا شرعاً حق فرد خاندان اور وارث پر ہے یا کسی غیر پر یا کسی غیر ادارہ یا غیر افراد پر مشتمل کمیٹی پر ہے؟

جواب:- (الف) اصل اعتبار وقف کرنے والے کی نیت کا ہے، اگر اس نے اس کی تولیت اپنے خاندان کے لئے مختص کردی تھی تو وہی متولی ہوں گے۔ (۲)

قبرستان میں بینک انٹرسٹ کی رقم

سوال:- (1460) جہاں نما کے قریب جو مسلم بستیاں

(۱) البحر الرائق: ۵/۴۲۶، کتاب الوقف، فصل في أحكام المسجد، ط: مکتبہ زکریا دیوبند، محشی۔

(۲) "شرط الواقف یجب اتباعه (إلی قوله) لایجوز للقاضي عزل الناظر المشروط له بلا خیانة ولو عزل لا یصیر معزولا ولا الثاني متولیا" (الاشباه والنظائر لابن نجیم، ص:۱۹۵، ط: بیروت)

وجود میں آئی ہیں ان کے لئے کوئی قبرستان نہیں ہے، جو ہے وہ
پُر ہونے کے قریب ہے، اس لئے قبرستان کے لئے ۳/۱ ایکڑ
۱۲/۱ کٹھے زمین کی بات ہوئی ہے، ایک لاکھ روپیہ اڈوانس دے
کر بیل ڈیڈ کی تکمیل کی گئی ہے، باقی رقم ۲/۱ لاکھ روپیہ معینہ
مدت میں ادا کرنا ہے، اس کے لئے رقومات چندوں اور
عطیات کے ذریعہ جمع کی جارہی ہیں، بعض اہل خیر حضرات کی
کافی رقومات بینکوں میں جمع ہیں، جن کا سود علحدہ کر کے رفاہی
کاموں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، اس سلسلہ میں بتایئے
کہ کیا یہ رقومات قبرستان کی خریداری، حصار بندی، بورویل کی
کھدائی وغیرہ کے سلسلہ میں استعمال کی جاسکتی ہیں یا نہیں؟

(سید ممتاز الدین، خازن کمیٹی)

جواب:- قبرستان کے لئے زمین کا حصول قابل تحسین امر ہے، اور ان سطور کے ذریعہ مسلمان بھائیوں سے خواہش کی جاتی ہے کہ وہ اس کار خیر میں تعاون کریں، یہ بات بھی مناسب ہوگی کہ کمیٹی کے ذمہ دار حضرات لوگوں سے خواہش کریں کہ قبرستان میں سنت کے مطابق کچی قبر بنایا کریں، پختہ قبریں نہ بنایا کریں، پختہ قبر بنانے کی وجہ سے ہی ہمارے قبرستان تنگ دامنی کا شکار ہو رہے ہیں اور متولیان خرید و فروخت کر رہے ہیں، اگر کچی قبر بنائی جائے تو کم جگہ زیادہ دنوں کے لئے کفایت کر سکتی ہے، چنانچہ مدینہ منورہ میں جنت البقیع کا قبرستان معمولی اضافہ کے ساتھ گذشتہ ڈیڑھ ہزار سال سے کام کر رہا ہے۔

بہتر طریقہ تو یہی ہے کہ قبرستان اور اس کے متعلقات حلال و جائز رقم سے پوری کی جائیں اور اول اسی کی کوشش کی جانی چاہئے، لیکن اگر ایسی رقوم سے پوری قیمت مہیا نہ ہو پائے تو بینک انٹرسٹ کی رقم بھی استعمال کرنے کی گنجائش ہے، کیونکہ علماء نے اس رقم کو رفاہی کاموں میں خرچ

کرنے کی اجازت دی ہے، اور قبرستان بھی رفاہی امور میں داخل ہے، اور بظاہر شہر سے باہر ہونے کی وجہ سے اس قبرستان سے غرباء ہی زیادہ فائدہ اٹھائیں گے اور اس کا نفع انھیں کی طرف لوٹے گا۔

پرانی قبروں کی جگہ پر کوئی عمارت بنانا

سوال:- (1461) محلہ جنتی بازار قلعہ گولکنڈہ میں تقریباً ۳۰۰ گز کا ایک پلاٹ تھا اس پلاٹ پر کچھ قبریں جو تقریباً چار سو سال پرانی ہیں موجود تھیں ایک صاحب خیر نے سوا لاکھ روپیہ خرچ کرکے اس پلاٹ پر ایک پکی آر سی سی کی مسجد تعمیر کروا رہے ہیں، پلروں کا کام مکمل ہو چکا ہے، دو چار دنوں میں چھت بھی مکمل ہو جائے گی، مسجد کے پلاٹ کے اس حصہ پر جہاں پر پرانی قبریں تھیں توڑ کر ایک حوض مصلیان مسجد کے لئے تعمیر کر دیا گیا ہے، بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ ان قبروں پر حوض تعمیر کرنا مناسب نہیں ہے، اگر اس بنے ہوئے حوض کو توڑ دیا جائے تو بعد میں قبر پرستی کی راہ نکل سکتی ہے، اور مسجد عبادت گاہ سے قبر پرستی کا مسکن بن سکتی ہے، اس صورت حال میں کیا بنے ہوئے حوض کو توڑ دیا جائے اور اس کی جگہ دوبارہ قبریں بنادی جائیں۔ (ظفر اللہ خان، گولکنڈہ، حیدرآباد)

جواب:- قبر پر دوسری تعمیر کی ممانعت اصل میں احترام میت کی وجہ سے ہے جب قبر پرانی ہو جائے اور جسم مٹی بن جائے تو اب فقہاء نے اس پر تعمیر بلکہ کاشت کی بھی اجازت دی ہے ہندیہ کے باب الجنائز میں ہے:

"إن المیت إذا بلی و صار ترابا جاز زرعه والبناء علیه" (۱)

یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک قبرستان کا وقف ، بلکہ مساجد کے علاوہ تمام ہی اوقاف وقف لازم نہیں ہیں ، عالمگیریہ میں لکھا ہے :

"نوع آخر في اتخاذ المقبرة : فنقول ظاهر مذهب أبي حنيفة أنه لا يجوز أي لا يلزمه حتى كان له الرجوع فيها" (۲)

موجودہ صورت حال میں قبرستان ویران ہو چکا ہے ، نیز مسجد کے حوض کے لئے اس حصہ کی ضرورت بھی ہے بلکہ حوض کا بڑا کام پایۂ تکمیل کو پہنچ چکا ہے ، اس لئے وہاں اس حوض کا برقرار رکھنا اور اس جگہ رہنے دینا جائز اور مستحسن مناسب ہے ۔ واللہ اعلم

مقبروں پر تفریحی ٹکٹ

سوال :- (1462) مقبرہ یا مقبروں پر جس کی کلیتہً حیثیت قبر یا قبور کی ہے ، کسی ادارے یا کمیٹی کی جانب سے اس پر تفریحی ٹکٹ کا عائد کرنا بالالتزام شرعاً جائز ہے یا ناجائز ؟

(محمد عرفان عالم بیگ ، جالے ، دربھنگہ)

جواب :- از روئے شرع ہر مسلمان کو زیارت قبور کی اجازت ہے ، اس لئے مقبرہ میں داخلہ کی اجرت بصورت ٹکٹ وصول کرنا درست نہیں ۔

---

(۱) الفتاوی الهندیة : ۱/ ۱۶۷ ۔

(۲) حوالہ سابق : ۲/ ۴۷۰ ۔

قبرستان میں تجارتی کمپلکس

سوال:- {1463} شہر حیدرآباد میں ایک قدیم شکستہ قبرستان ہے، جس کے تینوں طرف معروف ترین سڑک ہے، اب اس قبرستان میں تدفین نہیں ہوتی، لیکن قبروں کے نشانات واضح ہیں، شرپسندوں کے قبضہ کا بھی اندیشہ ہے اور لوگ اس وقت وہاں غلاظت بھی ڈال دیتے ہیں، تو کیا یہ بات درست ہوگی کہ قبرستان پر اونچے اونچے پلر ڈال کر تجارتی کامپلکس تعمیر کئے جائیں، واضح ہو کہ یہ قبرستان شہر کی بہت ہی اہم جگہ پر واقع ہے؟　　　(محمد توفیق احمد، مہدی پٹنم)

جواب:- اصل تو یہی ہے کہ قبرستان پر وقف کی ہوئی زمین مردہ کی تدفین کے لئے ہی استعمال ہو، لیکن اگر فی الحال قبرستان استعمال میں نہ ہو اور یوں ہی چھوڑ دینے کی وجہ سے شرپسند عناصر کا قبضہ اور قبروں کی توہین کا بھی اندیشہ ہو، تو ایسی صورت میں وقف کی زمین کے تحفظ اور قبروں کی تکریم کو ملحوظ رکھتے ہوئے کامپلکس بنانے کی گنجائش ہے۔

"ولو بلی المیت وصار ترابا جاز … زرعه والبناء علیه" (۱)

یہ بات بھی بہتر ہے کہ نیچے سے اونچے ستون دیئے جائیں، تاکہ عین قبر پر عمارت نہ ہو اور مستقبل میں اس بات کی گنجائش بھی باقی رہے کہ وہاں مردہ دفن کئے جائیں، البتہ اس تجارتی کامپلکس سے جو آمدنی ہو ضروری ہوگا کہ اس آمدنی کو اسی مقصد کے لئے استعمال کیا جائے، اس وقت شہر میں قبرستانوں کی بڑی کمی ہے، پختہ قبریں بنانے کی وجہ سے جگہ تنگ پڑتی جارہی ہے،

---

(۱) بدائع الصنائع: ۲/۳۲۲۔

تدفین ایک گمبھیر مسئلہ بن گیا ہے، ایسے واقعات بھی ہو چکے ہیں کہ بعض غرباء نے اپنے متعلقین کی لاشیں ہاسپٹل میں چھوڑ دیں اور بالآخر ان کا شمار لاوارث لاشوں میں کیا گیا، ان حالات میں یہ بات مناسب ہوگی کہ ایسے کامپلکس کی آمدنی سے شہر کے مضافات میں قبرستان کی وسیع اراضی خرید کی جائیں، نیز اس کی احاطہ بندی اور نگہداشت وغیرہ پر یہ رقم خرچ کی جائے۔

کتاب الفتاوی

چوتھا حصہ

کتاب النکاح

نکاح سے متعلق سوالات

نکاح کے احکام

نکاح کا معنی اور قرآن مجید میں اس لفظ کا استعمال

سوال:- {1464} نکاح کا معنی ومفہوم کیا ہے؟ اور لفظ نکاح قرآن میں کتنی بار استعمال ہوا ہے؟

(قاری، ایم، ایس خان، اکبر باغ)

جواب:- نکاح کا اصل معنی دو چیزوں کے ملانے کے ہیں، اسی مناسبت سے یہ لفظ عقد نکاح کے لیے بھی بولا جاتا ہے، کہ عقد ہی کے ذریعہ رشتہ جڑتا ہے، اور مرد وعورت کے اتصال کے لیے بھی، فقہاء کے یہاں اس میں اختلاف ہے کہ اصطلاح شرع میں اس لفظ کی اصل مراد عقدِ نکاح ہے، یا مرد وعورت کا تعلق، احناف کے نزدیک اس کے اصل معنی مرد وعورت کے جنسی تعلق کے ہیں، (۱) قرآن مجید میں یہ لفظ ۲۳ بار استعمال ہوا ہے، قرآن مجید کے انڈکس ''المعجم المفهرس لألفاظ القرآن'' میں تفصیل دیکھی جاسکتی ہے۔ (۲)

(۱) الدر المختار علی هامش رد المحتار: ۳/۵۷، مکی۔
(۲) المعجم المفهرس لألفاظ القرآن: ص:۷۱۸۔

نکاح کی اہمیت اور اس کا حکم

سوال:- {1465} کیا نسل انسانی کی بقا اور صالح معاشرہ کے لئے نکاح فرض ہے؟

(محمد فہیم انور خان، مہدی پٹنم)

جواب:- جو شخص نفقہ ادا کرنے پر قادر ہو اور نکاح نہ کرنے کی صورت میں گناہ میں پڑنے کا اندیشہ محسوس کرتا ہو، اس کے لئے نکاح کر لینا فرض ہے: "لا خلاف أن النكاح فرض حالة التوقان" (۱) اور اگر گناہ میں پڑنے کا اندیشہ نہ ہو بلکہ معتدل کیفیت ہو تو بھی سنت مؤکدہ سے کم نہیں، چنانچہ اگر بہتر نیت سے نکاح کریں تو ثواب کا مستحق ہوگا اور نہ کریں تو گنہگار ہوگا:

"ویکون سنة مؤکدة فی الأصح فیأثم بترکه ویثاب ان نوی تحصینا وولدا" (۲)

کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے نکاح کی تاکید فرمائی ہے اور تجرد کی زندگی کو ناپسند فرمایا ہے۔ (۳)

پیغام پر پیغام

سوال:- {1466} دو خاندانوں کے درمیان رشتہ طے ہو چکا ہے، اسی اثناء میں تیسرا فریق چاہتا ہے کہ اس لڑکی کی شادی میرے لڑکے سے ہو جائے شرعی اعتبار سے ان کا یہ عمل کیسا ہے؟

(ایس، ایم، اے، حاجی، مشیر آباد)

---

(۱) بدائع الصنائع: ۲/۴۸۳۔

(۲) رد المحتار: ۴/۶۵۔

(۳) صحیح مسلم: ۱/۴۴۹۔

جواب:- اگر ایک شخص نے کسی کو نکاح کا پیغام دیا اور ابھی اس نے پیغام قبول نہیں کیا ہے تو دوسرا شخص نکاح کا پیغام دے سکتا ہے، لیکن جب کسی شخص نے اس پیغام کو قبول کرلیا تو اب تیسرے شخص کے لیے اس کا علم رکھنے کے باوجود کسی اور رشتہ کا پیغام دینا درست نہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا کہ ایک بھائی کا پیغام رہتے ہوئے دوسرا اپنی طرف سے پیغام دے، الا یہ کہ پیغام دینے والا شخص اپنے پیغام سے دستبردار ہو جائے یا دوسرے شخص کو اپنی طرف سے پیام نکاح دینے کی اجازت دیدے"(۱)

رشتہ کے انتخاب میں اسلامی معیار

سوال:-{1467} بعض نوجوان جہیز کی رسم کی سخت مخالفت کرتے ہیں، اپنی شادی بھی بغیر جہیز لئے کرتے ہیں، لڑکی والوں سے کوئی مطالبہ بھی نہیں کرتے اور نہایت سادگی سے شادی انجام پاجاتی ہے، سماج میں سرخرو بھی ہو جاتے ہیں، کافی تعریفیں ہوتی ہیں، لیکن یہ شادی کسی نہ کسی امیر کبیر گھرانے ہی میں ہوتی ہے، کیا اس عمل کو شادی کے بعد کسی نہ کسی صورت میں مال کی حصولیابی کی امید سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا؟ اگر یہ نوجوان واقعی مخلص اور جہیز کے لالچی نہیں تو اپنی شادی غریب گھرانے کی نیک، دیندار اور اچھی لڑکی سے کیوں

---

(۱) صحیح البخاری، حدیث نمبر:۵۱۴۲۔

نہیں کرتے؟ ایسے لوگوں کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟

(اسرار احمد، ذاکر نگر، نئی دہلی)

جواب:- نکاح کے سلسلہ میں بہتر طریقہ یہ ہے کہ مال و دولت کے بجائے لڑکی کی دینی و اخلاقی حالت پر نظر رکھی جائے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''نکاح چار وجہ سے کیا جاتا ہے، مال و دولت کی وجہ سے، خوبصورتی کی وجہ سے، خاندان و نسب کی وجہ سے اور دین کی وجہ سے'' (۱) تو تم دیندار کا انتخاب کرکے شادی میں کامیابی حاصل کرو ''فاظفر بذات الدین'' (۲) تاہم چونکہ قرآن مجید نے کہا ہے: ﴿فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ﴾ (۳) ''ان عورتوں سے نکاح کرو جو تمہیں پسند ہوں'' یہاں چونکہ قرآن نے پسند کا کوئی معیار مقرر نہیں کیا اور اسے پسند کرنے والے کے ذوق پر چھوڑ دیا، طبیعت و مزاج کے فرق کے تحت مختلف لوگوں کی پسند کا معیار بھی الگ الگ ہوسکتا ہے، اس لئے اگر کوئی لڑکی دین و اخلاق کے اعتبار سے بھی قابل قبول ہو اور صاحب ثروت ہو تو اس سے نکاح کرنے میں کوئی قباحت نہیں، ہاں بہتر یہی ہے کہ دین و اخلاق پر نظر رکھی جائے، چنانچہ فقہاء نے فرمایا ہے کہ ''دین و اخلاق میں برابری اور کفاءت کی رعایت پر اکتفا کرنا افضل ہے'' ملک العلماء علامہ کاسانی'' کا بیان ہے:

وعندنا الأفضل اعتبار الدين و الاقتصار عليه" (۴)

''ہمارے نزدیک افضل طریقہ دین میں کفاءت کا اعتبار کرنا اور صرف اسی پر اکتفاء کرنا ہے''

---

(۱) سنن أبي داؤد، حدیث نمبر: ۲۰۴۶، محشی۔
(۲) صحيح البخاري: ۷۶۲/۲، باب الاكفاء في الدين۔
(۳) النساء: ۳۔
(۴) بدائع الصنائع: ۳۱۷/۲۔

بہر حال ایسے نوجوانوں کا جذبہ کہ غیر شرعی رسم سے اپنے آپ کو بچانا قابل تحسین ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ ایک لڑکی معتدل گھرانے کی ہو اور مسنون طریقہ پر شادی ہو تو شاید اس رسم کے سد باب میں زیادہ معاون ثابت ہوگا، کیوں کہ متوسط اور معاشی اعتبار سے دوسرے درجہ کا طبقہ متمول گھرانوں ہی کو دیکھ کر اور ان کی نقل کرنے کی وجہ سے اس مصیبت میں پھنسا ہوا ہے۔

بیوہ سے نکاح افضل ہے یا کنواری سے؟

سوال:- (1468) اسلام میں بیوہ عورت سے نکاح کرنا بہتر ہے یا کنواری لڑکی سے؟

(محمد ادریس فلاحی، گجرات)

جواب:- اصل میں یہ شخصی اور سماجی حالات پر موقوف ہے۔

حضور ﷺ کے ایک صحابی حضرت جابر بن عبد اللہ ؓ ہیں، انھوں نے ایک بیوہ خاتون سے نکاح کر لیا تھا، آپ ﷺ کو بتایا تو آپ ﷺ نے ان کی عمر کا لحاظ کرتے ہوئے فرمایا کہ کنواری لڑکی سے نکاح کرنا تمہارے لئے زیادہ موزوں ہوتا، حضرت جابر ؓ نے عرض کیا کہ میرے والد کا انتقال ہو چکا ہے اور میری کئی بہنیں ہیں، میں نے چاہا کہ کوئی عمر رسیدہ خاتون گھر میں آجائے جو ان کی تربیت کر سکے، چنانچہ آپ ﷺ نے اس کو پسند فرمایا''(۱)

لیکن ہمارے زمانہ میں اور ہندوستان کے سماج میں صورت حال یہ ہے کہ برادران وطن کے سماجی تصورات سے متاثر ہو کر بیوہ اور مطلقہ عورتوں کا نکاح بہت کم عمل میں آتا ہے، اور لوگ

---

(۱) سنن أبی داؤد، حدیث نمبر: ۲۰۴۵، محشی۔

اس طرف رخ ہی نہیں کرتے، اس لئے موجودہ حالات میں میرا خیال ہے کہ ایسی خواتین سے نکاح کرنا زیادہ افضل ہے، چنانچہ خود رسول اللہ ﷺ کی سوائے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے تمام ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن بیوہ یا مطلقہ تھیں اور بعض تو ایک سے زیادہ شوہروں سے گزر کر حرم اقدس ﷺ میں آئی تھیں، اس لئے اس دور میں ایسی بے سہارا خواتین سے نکاح کرنا شاید زیادہ افضل ہے۔

بیوہ عورت سے نکاح

سوال:- (1469) کیا میں بیوہ سے نکاح کر سکتا ہوں؟ میرے گھر میں لوگوں کو اس سے انکار ہے، لیکن میں چاہتا ہوں کہ پہلے بیوہ سے نکاح کرلوں، پھر بعد میں کنواری سے نکاح کروں۔ (اسلم خاں، ناندیڑ)

جواب:- نکاح کے لیے میاں بیوی میں مناسبت اور ہم آہنگی اہم ہے، نہ کہ عورت کا کنواری یا بیوہ ہونا، اس لیے بیوہ سے بھی نکاح کیا جا سکتا ہے، آنے والی بہو کو چوں کہ گھر کے لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہنا پڑتا ہے، اس لیے ان کو اعتماد میں لے کر نکاح کرنا بہتر ہے، بیوہ کے بعد کنواری سے نکاح کرنا جائز ہے، لیکن یہ کچھ باعث اجر و ثواب نہیں، کہ ایسا ہی کیا جائے، اسلام نے دوسرے نکاح کی اجازت کچھ شرطوں کے ساتھ دی ہے،(۱) ان شرطوں کی رعایت ضروری ہے، اور چوں کہ عام طور پر لوگ اس رعایت کو ملحوظ نہیں رکھ پاتے، اس لیے ایک ہی نکاح پر اکتفاء کرنا بہتر معلوم ہوتا ہے۔

شادی سے پہلے لڑکی کو دیکھنا

سوال:- (1470) شرعاً لڑکی کو ایک نظر دیکھ سکتے ہیں

---

(۱) النساء: ۳۔ محشی۔

یا نہیں؟ (حافظ سید فاروق، مدرس تشکیل السلام حیدرآباد)

جواب:- غیر محرم عورتوں کو عام حالات میں دیکھنا قطعاً جائز نہیں ہے، ہاں! اگر نکاح کا ارادہ ہو تو دیکھ سکتا ہے، بلکہ بہتر ہے تا کہ آئندہ شکل وشباہت کا کوئی گلہ باقی نہ رہے، صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بعض صحابہ ؓ کو منگیتر کو پہلے دیکھ لینے کی تلقین فرمائی۔(۱) اگر دیکھنے کے بعد طبیعت کا رجحان اس سے نکاح کرنے کی طرف نہ ہو سکا تو کوئی مضائقہ نہیں ہے، ہاں! اگر پہلے ہی سے نکاح کرنے کی نیت نہ تھی اور صرف دیکھنے ہی کی غرض سے لڑکی کو دیکھا تو شدید گناہ ہے۔

دلہن سے اجازت کون لے؟

سوال:- {1471} نکاح کے وقت لڑکی سے اجازت لینے کے لیے خود والد کا پوچھنا بہتر ہے، یا قاضی صاحب کا پوچھنا؟ (محمد جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

جواب:- بہتر ہے کہ والد خود نکاح کی اجازت لے اور لڑکی کے دو محرم رشتہ داروں کو اپنے ساتھ لے جائے، قاضی غیر ہو تو اس کا جانا بہتر نہیں ہے، عام طور پر لڑکی سے اجازت لینے کے موقع پر بہت بے احتیاطی ہوتی ہے، اولاً تو اجازت کے لیے غیر محرم لیجائے جاتے ہیں، اور وہ دلہن کو زیبائش کی حالت میں دیکھتے ہیں یہ خود بہت قبیح بات ہے، اس کے علاوہ دلہن کے ساتھ خاندان کی دوسری عورتیں بھی کھلے بازو اور کھلے چہرے کے ساتھ زیبائش وآرائش کر کے بیٹھی

---

(۱) صحیح مسلم حدیث نمبر: ۳۴۸۵، محشی۔

"ولو أراد أن يتزوج امرأة فلا بأس أن ينظر إليها وإن خاف أن يشتهيها لقوله عليه الصلاة و السلام لمغيرة بن شعبة ؓ حين خطب امرأة أنظر إليها فإنه أحرى أن يودم بينكما، رواه الترمذي، و النسائي، و غيرهما" (رد المحتار: ۲۳۷/۵، كتاب الحظر و الاباحة)

ہوتی ہیں، جس سے بہت بے پردگی ہوتی ہے، اور وہاں ان کی موجودگی غیر ضروری اور بے فائدہ بھی ہوتی ہے، اس لیے خواتین کو چاہئے کہ ایسے موقعہ پر ہٹ جائیں، اور لڑکی کے ولی کو چاہیے کہ محرم گواہوں کو ساتھ لے جائیں، وباللہ التوفیق۔

اردو میں خطبۂ نکاح

سوال:- (1472) خطبہ نکاح اگر صرف اردو میں دیا جائے یا عربی کے ساتھ ساتھ اردو میں ترجمہ بھی بیان کر دیا جائے تو کیسا ہے؟

(محمد جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

جواب:- نکاح کا خطبہ محض مستحب ہے، یہ جمعہ کے خطبہ کی طرح نہیں، جمعہ کا خطبہ شرائط جمعہ میں سے ہے اور گویا نماز جمعہ ہی کا ایک حصہ ہے، ظہر کی نماز چار رکعت پڑھی جاتی ہے اور جمعہ کی نماز میں دو رکعت نماز پڑھی جاتی ہے، اور دو رکعت کی جگہ خطبہ دیا جاتا ہے، اس لیے جیسے نماز میں قراءت، اذکار اور دعاؤں کا عربی زبان میں ادا کرنا ضروری ہے، اسی طرح خطبہ جمعہ میں بھی اکثر علماء نے عربی زبان کو ضروری قرار دیا ہے،(۱) خطبۂ نکاح کی نوعیت یہ نہیں ہے، اس لیے صرف اردو میں خطبہ دیا جائے پھر بھی درست ہے، اردو، عربی ملا کر دیا جائے تو بھی مضائقہ نہیں، بہتر ہے کہ پہلے اردو میں خطبۂ نکاح کا مطلب بیان کر دیا جائے، پھر عربی زبان میں خطبہ پڑھ دیا جائے، اس سے ایک طرف لوگ اپنی زبان میں احکام نکاح کو سمجھ لیں گے اور خطبہ کا اصل مقصد حاصل ہوگا اور عربی میں خطبہ دینے سے یہ فائدہ ہوگا کہ بعینہ رسول اللہ ﷺ کے مبارک الفاظ میں خطبہ کی ادائیگی ہوگی اور اس کا افضل و اولیٰ ہونا ظاہر ہے۔

---

(۱) تفصیل کے لیے دیکھئے: جدید فقہی مسائل: ۱/۱۶۱۔ محشی۔

کیا وعدۂ نکاح سے نکاح ہو جائے گا؟

سوال:- (1473) میری ایک سہیلی ہے، جسے ایک لڑکے سے بچپن ہی سے دوستی ہے اور ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں، ایک مرتبہ لڑکا میری سہیلی اور مجھے اپنے گھر کے پڑوس والے گھر میں لے گیا جہاں ایک بوڑھا تھا، غالباً لڑکے نے بوڑھے کو پہلے ہی نکاح کرانے کے لئے کہہ دیا تھا، چنانچہ بوڑھے نے سہیلی سے پوچھا کہ کیا تم لڑکے کو پسند کرتی ہو اور اس سے نکاح کرنے پر رضامند ہو، سہیلی نے کہا کہ میں لڑکے کو پسند کرتی ہوں اور نکاح کے لئے بھی راضی ہوں، اگر امی اور ابو راضی ہو جائے، تو بوڑھے شخص نے تین بار کہنے کے لئے کہا، چنانچہ سہیلی نے تین بار یہی کہا کہ "میں شادی کرنے کے لئے راضی ہوں بشرطیکہ امی اور ابا راضی ہو جائیں" پھر بوڑھے نے لڑکے سے پوچھا کہ کیا تم لڑکی کو پسند کرتے ہو، اور اس سے شادی کرنے پر راضی ہو؟ تو اس نے کہا کہ "میں بالکل راضی ہوں، صرف ان (لڑکی) کے امی ابا راضی ہو جائیں"، پھر بوڑھے شخص نے سہیلی کو کاغذ کا ایک ٹکڑا دیا اور کہا کہ اس میں اپنا نام، والدین کا نام لکھو اور یہ بھی کہ میں راضی ہوں، چنانچہ سہیلی نے ویسا ہی لکھ کر اس شخص کو کاغذ حوالہ کر دیا، اس کے بعد لڑکا اپنے گھر لے گیا، جہاں اس کی صرف ہمشیرہ تھی، ان سب باتوں کی اطلاع کے بغیر سہیلی اپنے گھر آ گئی، اس واقعہ کی اطلاع کسی چوتھے شخص کو بھی نہیں ہے، میں یہ دریافت کرنا

چاہتی ہوں کہ کیا اس طرح نکاح منعقد ہوگیا یا نہیں؟ کیونکہ
مسئلہ بہت سنگین ہے۔ (آپ کی دینی بہن)

جواب:- آپ کے دینی بھائی کی حیثیت سے پہلی نصیحت تو یہ ہے کہ اسلام میں کسی عورت کو اس بات سے منع کیا گیا ہے کہ وہ کسی غیر مرد کے ساتھ تنہائی اختیار کرے، یا اس کے ساتھ کہیں آئے جائے، شریعت کے اس حکم میں جہاں عورت کی عفت وعصمت کی حفاظت ہے، وہیں اس کے جان ومال، اس کے مستقبل اور اس کے مفادات کی بھی حفاظت ہے، اسی لئے لڑکی کو بالغ ہو، مگر آپ ﷺ نے اس بات کو پسند نہیں فرمایا کہ وہ بغیر ولی کے اپنے طور پر نکاح کے بارے میں کوئی فیصلہ کرلے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے: "لا نکاح الا بولی "(۱) نکاح ولی کے وساطت سے کیا جانا چاہئے۔

جو صورت آپ نے لکھی ہے اس سے نکاح منعقد نہیں ہوتا، لڑکی کا یہ کہنا کہ میں راضی ہوں، اگر امی ابا راضی ہو جائیں تو اچھا ہے، اور وہ شادی کرے گی، اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ نکاح کا ایجاب یا قبول نہیں، بلکہ نکاح کا وعدہ یا آئندہ نکاح کر لینے پر رضا مندی کا اظہار ہے، پھر نکاح کے منعقد کرنے کے لئے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کا بطور گواہ مجلس عقد میں ہونا ضروری ہے،(۲) اور یہاں اس گفتگو کے موقع پر اس لڑکی اور لڑکے کے علاوہ صرف ایک مرد اور ایک عورت تھے، لہذا نکاح منعقد نہیں ہوا۔

خدا کو گواہ بنا کر نکاح

سوال:-(1474) اگر کوئی لڑکا خدا کو گواہ اور حاضر وناظر جان کر خطبہ پڑھے، اور لڑکی مقررہ مہر پر اسے قبول کرلے تو نکاح منعقد ہوگیا یا نہیں؟ (محمد زاہد علی، ظہیر آباد)

---

(۱) بیہقی، حدیث نمبر:۱۳۶۲۰۔ محشی۔
(۲) البحر الرائق :۱۵۵/۳۔ محشی۔

جواب:- نکاح منعقد ہونے کے لیے ضروری ہے کہ دو عاقل، بالغ مسلمان مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ بنایا جائے،(۱) اس لیے کہ نکاح کا مقصد اعلان و تشہیر اور بوقت ضرورت ثبوت نکاح کے لیے گواہان کی فراہمی ہے، اور ظاہر ہے کہ یہ ضرورت انسانی گواہوں کے ذریعہ پوری ہو سکتی ہے، یوں تو ہر چیز اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں ہے ہی، اگر یہی بات کافی ہوتی تو گواہ بنانے کا حکم کیوں دیا جاتا؟ اس لیے اس صورت میں نکاح منعقد نہیں ہوگا، چنانچہ فقہ حنفی کی مشہور کتاب خلاصۃ الفتاوی میں ہے:

"تزوج امرأة بشهادة الله ورسوله لا ينعقد وهل يكفر؟ عرف في الفاظ الكفر" (۲)

"اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو گواہ بنا کر کسی عورت سے نکاح کیا تو نکاح منعقد نہیں ہوگا اور کیا ایسے شخص کو کافر قرار دیا جائے گا؟ تو اس جملہ کو الفاظ کفریہ میں شامل کیا گیا ہے"۔

اس جملہ کے الفاظ کفر میں ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا صرف اللہ کی شان ہے، جو شخص نکاح میں اللہ اور رسول کو گواہ بناتا ہے، وہ گویا رسول کو اللہ تعالیٰ کی صفت خاص میں شریک و سہیم ٹھہراتا ہے، اور ظاہر ہے کہ یہ مشرکانہ تصور ہے۔

نکاح میں ایک گواہ نابالغ ہو

سوال:- {1475} نکاح میں دو گواہوں کا ہونا ضروری ہے، مگر کیا یہ بھی ضروری ہے کہ دونوں بالغ ہوں، اگر ایک

(۱) "ولا ينعقد نكاح المسلمين إلا بحضور شاهدين حرين عاقلين بالغين مسلمين رجلين أو رجل وامرأتين" (الهداية: ۲/۲۹۶، كتاب النكاح) محشی۔

(۲) خلاصة الفتاوی: ۲/۵۱۔

بالغ ہو، اور دوسرا نابالغ ہو تو کیا نکاح درست ہو جائے گا؟

(شبیر احمد، VT، ممبئی)

جواب:- نکاح درست ہونے کے لیے دو گواہوں کا ہونا ضروری ہے، نیز دونوں گواہوں کا مسلمان اور عاقل و بالغ ہونا بھی ضروری ہے۔

"و لا ینعقد نکاح المسلمین الا بحضور شاهدین ، حرین، بالغین، عاقلین، مسلمین" (۱)

اس لیے ایک بالغ اور ایک نابالغ گواہ سے نکاح منعقد نہیں ہوگا۔

موبائل فون پر نکاح و طلاق

سوال:- {1476} کیا سعودی اور دوبئی میں رہنے والا موبائل فون پر نکاح کر سکتا ہے؟ طلاق دے سکتا ہے؟

(سید حفیظ الرحمن، پھولانگ)

جواب:- نکاح کے لئے ضروری ہے کہ ایجاب و قبول ایک ہی مجلس میں ہو، اس لئے موبائل پر نکاح کرنا درست نہیں، البتہ نکاح کا وکیل بنایا جا سکتا ہے، اور وکیل اپنے مؤکل کی طرف سے ایجاب یا قبول کر سکتا ہے، اس طرح نکاح منعقد ہو جائے گا۔ (۲)

طلاق کے سلسلہ میں صحیح طریقہ تو یہ ہے کہ ایک دوسرے کو ملاقات کر کے سمجھائیں، اگر طلاق ناگزیر ہو جائے تو طلاق دیں، تاہم طلاق واقع ہونے کے لئے شوہر و بیوی کا ایک جگہ موجود رہنا ضروری نہیں، اگر خط یا کسی اور ذریعہ سے شوہر بیوی تک طلاق کی اطلاع پہنچ دے تو اس سے بھی طلاق کے احکام جاری ہو جاتے ہیں، اس لئے موبائل فون کے ذریعہ اگر مرد نے

---

(۱) القدوری، ص: ۱۶۱۔

(۲) دیکھئے: الفتاوی الهندیة ۱/۲۶۹ ۔ محشی۔

طلاق دی اور اس کی آواز پہچاننے میں کوئی التباس نہ ہو تو یہ بھی طلاق واقع ہونے کے لئے کافی ہے، لیکن چونکہ موبائل پر دی گئی طلاق پر کوئی گواہ نہیں ہوتا اور آواز میں اشتباہ بھی ہو سکتا ہے، اس لئے بہتر ہے کہ تحریر کے ذریعہ طلاق دے یا فون کرتے وقت دو اشخاص کو گواہ بنالے، تاکہ آئندہ مرد و عورت کے لئے طلاق کو ثابت کرنا آسان ہو۔

فون پر نکاح

سوال:- {1477} ۲۵/ جولائی کے "روزنامہ منصف" میں یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ بہار کی تنظیم انور کا نکاح سعودی عرب میں مقیم ذکی امام سے ٹیلیفون پر ہوا ہے، جب کہ فقہ کی کتابوں میں شادی کے لئے چار شرائط کو ضروری قرار دیا گیا ہے، جس میں سے ایک شرط یہ ہے کہ دولہا دلہن ایک ہی محفل میں ہوں۔　　(سیدہ فاطمہ، مستعد پورہ)

جواب:- ٹیلیفون پر نکاح سے متعلق مسئلہ اس سے پہلے بھی آچکا ہے، حاصل یہ ہے کہ اگر ٹیلیفون ہی پر عاقدین میں سے ایک نکاح کی پیشکش کرے اور دوسرا اسے قبول کرے تو نکاح منعقد نہیں ہوگا، کیونکہ نکاح کے درست ہونے کے لئے ضروری ہے کہ ایک ہی مجلس میں ایجاب و قبول ہو اور اسی مجلس میں گواہان ایجاب و قبول کو سنیں، البتہ اگر عاقدین میں سے ایک شخص سعودی عرب میں ہو اور وہ ٹیلیفون کے ذریعہ ہندوستان میں کسی کو اپنے نکاح کا وکیل بنادے اور وکیل دو گواہوں کے سامنے اپنے مؤکل کی طرف سے نکاح کا ایجاب کرے اور دوسرا فریق اسے قبول کرے تو نکاح منعقد ہو جائے گا؛ کیونکہ اس صورت میں ایک ہی مجلس میں ایجاب و قبول پایا گیا، کتب فقہ میں اس کی نظیر موجود ہے۔(۱)

---

(۱) دیکھئے: الفتاوی الہندیۃ: ۲۶۹/۱۔

انٹرنیٹ وغیرہ پر نکاح

سوال:- {1478} انٹرنیٹ، ویب سائٹ، ٹیلکس، ای میل، ٹیلیفون کانفرس اور ٹیلی گرام پر نکاح کرنا درست ہے یا نہیں؟ (محمد عاشق صدیقی، محلہ، مظفر نگر، یوپی)

جواب:- نکاح میں ضروری ہے کہ ایجاب وقبول ایک ہی مجلس میں ہو، سوال میں جن صورتوں کا ذکر ہے، اس میں ظاہر ہے کہ بات کرنے یا تحریری طور پر اپنی بات کو پیش کرنے والے کی مجلس الگ ہوتی ہے اور مخاطب کی مجلس الگ؛ اس لیے ان ذرائع ابلاغ کے ذریعہ نکاح کا ایجاب وقبول درست نہیں؛ البتہ کسی شخص کو ایجاب وقبول کا وکیل بنایا جاسکتا ہے اور وہ اپنے موکل کا نکاح کرسکتا ہے۔(۱)

عاقدین کی عمر میں تناسب

سوال:- {1479} میری عمر ۲۴ رسال ہے، اور میں ایک ۱۵ رسال کی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہوں، کیا عمر کے لحاظ سے اسلامی نقطۂ نظر سے یہ رشتہ مناسب ہوگا؟

(محمد اطہر، حیدرآباد)

جواب:- اسلام میں نکاح کے لئے لڑکے اور لڑکی کے لئے کوئی مخصوص عمر متعین نہیں، اور یہ بات مناسب بھی ہے، کیونکہ مختلف لوگوں کی مصلحتیں الگ الگ ہوتی ہیں، تاہم رسول اللہ ﷺ کے عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ میاں بیوی کی عمر میں ایک تناسب ہونا چاہئے، اور سن وسال کا بہت زیادہ فرق نہیں ہونا چاہئے، حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح کے لئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ نے بھی پیغام دیا، جن کی عظمت وفضیلت محتاج اظہار نہیں، لیکن حضور ﷺ نے ان کے

(۱) دیکھئے: رد المحتار: ۴/۱۳ - محشی۔

رشتہ کے لئے حضرت علی ﷺ کے پیغام کو پسند فرمایا (۱) کہ ان دونوں حضرات کی عمر میں بہت زیادہ فرق نہیں تھا، حضرت جابر بن عبداللہ ﷺ نے ایک بیوہ خاتون سے نکاح کیا، حالانکہ وہ خود کنوارے تھے، تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ کسی کنواری سے کیا ہوتا، پھر جب حضرت جابر ﷺ نے اپنی مصلحت بتائی تو آپ ﷺ خاموش ہوگئے، (۲) بظاہر عمر کا جو فرق آپ نے لکھا ہے وہ مناسب ہی ہے۔

نکاح کی کم سے کم عمر

سوال:- (1480) اسلامی نقطہ نظر سے شادی کے لئے لڑکے اور لڑکی کی کم سے کم کیا عمر ہونی چاہئے؟

(محمد ساجد، پانی پوری، مہاراشٹر)

جواب:- شرعاً نکاح کے لئے کوئی عمر معتبر نہیں، یہاں تک کہ نابالغ کا نکاح بھی معتبر ہو جاتا ہے، (۳) لیکن بہتر ہے کہ بالغ ہونے کے بعد نکاح کیا جائے، قرآن مجید میں بھی اس کی طرف اشارہ موجود ہے، (۴) عام حالات میں ایسی عمر میں نکاح کر دینی چاہئے کہ عفت و عصمت کی حفاظت کے لئے کوئی خطرہ نہ ہو۔

نکاح کے لئے عمر اور نکاح کی استطاعت؟

سوال:- (1481) نکاح کے لئے عمر اور استطاعت کے متعلق شریعت کے کیا احکام ہیں؟ استطاعت سے کیا مراد ہے، آج کل کا پڑھا لکھا مسلمان اچھی نوکری نہ پانے کی وجہ

---

(۱) موسوعۃ حیاۃ الصحابیات، ص: ۷۲۱۔ محشی۔
(۲) صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۵۰۷۹، باب تزویج الثیبات۔ محشی۔
(۳) البحر الرائق: ۳/ ۲۰۶۔ محشی۔
(۴) النساء: ۶۔

سے اگر کسی معقول ذریعۂ معاش کا انتظام نہیں کرتا ہے، تو اس
کا یہ کہنا کس حد تک صحیح ہوگا کہ ابھی استطاعت نہیں ہے؟
(حافظ شیخ محبوب، لام، گلبرگہ)

جواب:- نکاح کے صحیح ہونے کے لئے عمر کی کوئی قید نہیں، اولیاء نابالغ کا نکاح کردیں تو نکاح منعقد ہو جائے گا، لیکن قرآن و حدیث کے مجموعی مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ خصوصی حالات کو چھوڑ کر عام حالات میں نکاح کی ایک عمر ہونی چاہئے، چنانچہ ارشاد باری ہے: ﴿حَتّٰى إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ﴾ (۱) یہاں اللہ تعالیٰ نے عمر نکاح کا پہونچنے کا ذکر کیا ہے، مفسرین متفق ہیں کہ یہاں عمر نکاح سے بلوغ مراد ہے، چنانچہ علامہ سیوطیؒ لکھتے ہیں:

" أي صار أهلا له بالاحتلام أو السن وهو
استكمال خمس عشر سنة " (۲)

اس لئے بالغ ہونے کے بعد جلد سے جلد نکاح ہونا چاہئے۔

استطاعت سے مراد خانہ داری کی ضروریات کی تکمیل ہے، ارشاد نبوی ﷺ ہے: "من استطاع منكم الباءة فليتزوج "(۳) " تم میں سے جو نکاح فراہم کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو اسے نکاح ضرور کرلینا چاہئے۔" "باءة " کا ماخذ " تبوء " ہے، جس کے معنی ٹھکانہ دینے کے ہیں، ٹھکانہ کم سے کم سامان بقاء کی فراہمی کے لئے بولا جاتا ہے، ملا علی قاریؒ نے اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے: "أي كونه الباءة من المهر والنفقة "(۴)

آج کل لوگوں نے اپنے ذہن میں جو ایک مخصوص معیار مقرر کرلیا ہے، اور اس کے

---

(۱) النساء: ۶۔
(۲) تفسیر جلالین: ۷۰۔
(۳) صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۳۴۰۰، محشی۔
(۴) مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح: ۳/۳۰۲۔

حصول تک خود کو نکاح کے لئے غیر مستطیع قرار دیتے ہیں، وہ شریعت اسلامی کے مزاج سے ہم آہنگ نہیں۔

نکاح کی مقررہ عمر

سوال:- (1482) ازروئے قانون نکاح کے لئے کم سے کم عمر مقرر ہے کہ لڑکیوں کا ۱۸/ سال اور لڑکوں کا ۲۰/ سال سے پہلے نکاح نہیں ہو سکتا، کیا ازروئے شریعت اس طرح کی شرط درست ہے؟ (محمد عبدالقیوم صدیقی، مفت پیٹ)

جواب:- نکاح کے لئے اس طرح کی کوئی شرط اسلامی نقطۂ نظر سے درست نہیں ہے، اسلام میں گو یہ بات پسندیدہ ہے کہ بالغ ہونے کے بعد ہی نکاح کیا جائے، تاکہ میاں بیوی صحیح طریقہ پر اپنے مزاج و مذاق کے مطابق رشتہ کا انتخاب کرسکیں، لیکن چونکہ بعض دفعہ نابالغی کے نکاح ہی میں مصلحت ہوتی ہے، اس لئے حالت نابالغی میں بھی نکاح درست ہے، خود قرآن مجید میں اس کی طرف واضح اشارہ موجود ہے، (۱) رسول اللہ ﷺ کا نکاح حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نابالغی کی ہی حالت میں ہوا، (۲) اور بالغ ہونے کے بعد ایک مدت تک لڑکے لڑکیوں کو نکاح سے روکنا اسلامی نقطۂ نظر سے درست نہیں، اس سے اخلاقی نقصان تو ہے ہی، بعض دفعہ یہ پابندی سماجی مصلحت کے بھی خلاف ہو جاتی ہے، والدین یا ان میں سے کوئی زندگی کے آخری اسٹیج میں ہو اور وہ چاہتا ہو کہ اپنے لڑکے یا لڑکی کی شادی کردے، تاکہ وہ آئندہ بے سہارا نہ ہو، ایسے میں عمر کی وجہ سے ان کے نکاح کو روک دینا یقیناً مصلحت کے مغائر بات ہوگی، اس لئے مسلمانوں کو حکومت سے مطالبہ کرنا چاہئے کہ یا تو اس قانون کو ختم ہی کیا جائے یا کم سے کم مسلمانوں کو اس سے مستثنیٰ رکھا جائے۔ وباللہ التوفیق۔

---

(۱) النساء: ۳۔ محشی۔

(۲) صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۳۴۷۹۔ محشی۔

نکاح میں عجلت

سوال:- (1483) بالغ ہونے کے بعد ایک مسلمان مرد کی شادی کب ہونی چاہئے؟ جب کہ:

(الف) اسے معاشی وسعت حاصل ہو۔

(ب) وہ معاشی طور پر کسی کی کفالت کا بار برداشت نہ کرسکتا ہو؟ (ایک قاری، ناندیڑ)

جواب:- (الف) نکاح بھی انسان کے لئے ایک بنیادی ضرورت ہے، اور اس سے دین واخلاق اور قلب ونگاہ کی حفاظت متعلق ہے، اسی لئے اسلام نے نکاح کی حوصلہ افزائی کی ہے اور تجرد کی زندگی کو ناپسند کیا ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اے نوجوانو! تم میں سے جو نکاح اور اس کی ضروریات کی استطاعت رکھتا ہو اسے نکاح کرلینا چاہئے، کہ یہ نگاہ کو پست رکھنے والی اور عصمت کی حفاظت کرنے والی ہے، اور جو اس کی طاقت نہ رکھتا ہو اسے روزہ رکھنا چاہئے کہ یہ گناہوں کے لئے ڈھال ہے"(۱)

اس لئے جو صاحب استطاعت ہو اسے نکاح میں عجلت کرنی چاہئے، عام حالات میں تو یہ مسنون ہے، اور اگر برائی میں پڑ جانے کا اندیشہ ہو تو واجب ہے: " ویکون واجب عند التوقان "(۲)

(ب) جو لوگ واقعی صاحب استطاعت نہ ہوں یعنی معمولی سطح پر بھی زندگی بسر کرنے کی

---

(۱) مشکوۃ شریف حدیث نمبر: ۳۰۸۰، بحوالہ بخاری مسلم۔

(۲) رد المحتار: ۵/۶۳۔

گنجائش نہ ہو تو اس کے لئے نکاح میں تاخیر کرنا جائز ہے، البتہ ایسے شخص کو چاہئے کہ روزے کی کثرت رکھیں، دینی لٹریچر پڑھتے رہیں، اور دینی کاموں میں مشغول رہیں، تا کہ برائی کی طرف کم سے کم ذہن منتقل ہو اور محنت کر کے نکاح کے لئے مطلوب ضروری وسائل حاصل کرنے کی کوشش کریں، اور بلند سے بلند تر معیار زندگی کی تلاش میں نکاح کو موخر نہ کریں۔

عمر رسیدہ لوگوں کا کم عمر لڑکیوں سے نکاح

سوال:- {1484} خلف ممالک سے عمر رسیدہ لوگ جن کے پیٹ میں آنت، نہ منہ میں دانت، یہاں آتے ہیں، دلالوں کے ذریعہ جواں سال لڑکیوں سے نکاح کرتے ہیں، کچھ دن عیش کر کے اپنی ہوس پوری کر کے واپس چل دیتے ہیں، بعض ایسے لوگ ان منکوحہ لڑکیوں کو اپنے ساتھ لے جاتے ہیں، جو پہلی بیوی کے سامنے ماماؤں کی طرح رہتی ہیں، کیا اس طرح ایک سے زائد نکاح جائز ہے؟

(عزم رحمانی، راجیو نگر)

جواب:- اسلام نے ایک سے زیادہ نکاح کی اجازت دی ہے، لیکن سنجیدہ جذبہ کے تحت، جس کا مقصد ایک ضرورت کی تکمیل ہو، محض چند روزہ ہوس رانی مقصود نہ ہو، اور یہ بھی ضروری ہے کہ آدمی محسوس کرتا ہو کہ وہ اپنی بیویوں کے درمیان عدل برت سکے گا، ان امور کی رعایت کے بغیر دوسرا نکاح کرنا گناہ ہے، البتہ اگر نکاح کر لیا جائے تو نکاح منعقد ہو جائے گا، اور نکاح کے شرعی احکام جاری ہوں گے، شریعت میں یہ بات بھی مطلوب ہے کہ زوجین کی عمر میں مناسبت ہونی چاہئے، لیکن اس کی رعایت واجب نہیں، عمر رسیدہ لوگوں کے کم عمر لڑکیوں سے نکاح کرنے میں جہاں ان کی ہوس نفسانی کو دخل ہے، وہیں لڑکیوں کے والدین کی حرص وطمع کو

اور اس سے زیادہ جہیز اور گھوڑے جوڑے کی ظالمانہ رسم کو، اس لئے ان برائیوں کا سد باب کئے بغیر محض ان کو برا بھلا کہنا بے فائدہ ہے۔

نکاح کی طاقت نہ رکھنے والوں کو روزہ کا حکم

سوال:- [1485] ہم نے ایک حدیث میں پڑھا تھا کہ جو شخص کسی مجبوری کی وجہ سے نکاح نہ کر سکتا ہو، اسے کثرت سے روزہ رکھنا چاہئے، اس حدیث میں روزہ رکھنے کا مقصد سمجھ میں نہیں آیا۔ (سید حلیم، نامپلی)

جواب:- یہ حدیث صحیح ہے اور خود امام بخاریؒ نے اسے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے،(۱) روزہ رکھنے سے انسان میں ضبط نفس کی قوت پیدا ہوتی ہے، اسی لئے روزہ رکھنے کو تقویٰ کا سبب قرار دیا گیا، اگر کوئی شخص نکاح کی ضرورت محسوس کرتا ہو، لیکن مالی استطاعت نہ ہو، تو ظاہر ہے کہ اب اس کے لئے ضبط نفس کے سوا کوئی چارہ نہیں اور ضبط نفس میں روزہ رکھنے سے مدد ملتی ہے، اس لئے ایسے شخص کو روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

جس کے پاس نفقہ کا انتظام نہ ہو؟

سوال:- [1486] ذریعۂ معاش کے سلسلہ میں اگر کوئی یہ کہے کہ میرے پاس نان و نفقہ کے لئے معقول انتظام نہیں، اسے یہ مشورہ دیا گیا ہے کہ اللہ رازق ہے وہ انتظام کردے گا، دوسری بات یہ ہے کہ ہر بندہ اپنا رزق اللہ کے یہاں سے لیکر آیا ہے، اور حصول رزق کے لئے اللہ پر بھروسہ نہ کرنا در اصل اللہ کے رزاق ہونے پر ایمان مضبوط نہ ہونے کا

(۱) صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۱۹۰۵، کتاب النکاح۔

ثبوت ہے، کیا یہ بات صحیح نہیں ہے کہ کسی صحابی ﷺ نے جب
رسول اکرم ﷺ سے نکاح کے بعد معاشی پریشانی کا ذکر کیا تو
آپ ﷺ نے انھیں ایک اور نکاح کرنے کا مشورہ دیا، اس
سلسلہ میں ایک دوسرا واقعہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بالغ مرد
کے پاس استطاعت نہ رکھنے کی صورت میں روزہ رکھنے کا
مشورہ دیا، ان دو مشوروں کے تعلق سے ہماری رہنمائی کریں۔
(محمد صدیق، الام، گلبرگہ)

جواب :- آپ نے جن دو روایتوں کا ذکر کیا ہے، دونوں اپنی اپنی جگہ صحیح ہیں، رسول اللہ ﷺ بہت سے احکام مخاطب کی رعایت سے دیا کرتے تھے، بعض صحابہ ﷺ سے آپ ﷺ نے ان کا کل مال اسلام کے لئے قبول فرمالیا، (۱) بعض سے کچھ ہی حصہ قبول فرمایا، (۲) آپ ﷺ نے خود مجذوم شخص کے ساتھ کھانا تناول فرمایا، (۳) لیکن بعض کو مجذوم سے بچنے کا حکم ارشاد فرمایا، (۴) یہ اصل میں مخاطب کی قوت ایمانی اور اس کی قناعت واستغناء کی صلاحیت پر مبنی تھا، اصولی بات تو یہی ہے کہ بیوی کے ضروری اخراجات ادا کرنے پر قادر ہو، اس کے بعد نکاح کرے، ہر عورت سے اس بات کی توقع رکھنا کہ وہ صبر وقناعت کی تصویر بنی رہے گی اور ہر مرد سے اس امر کی امید باندھنا کہ کتنی ہی مشقت وابتلاء آئے وہ حرام وحلال کی حدود پر قائم رہے، خلاف واقعہ ہوگا، اس لئے یہ اصولی حکم ہے۔

لیکن واقعی کوئی شخص اتنا قوی الایمان ہو کہ وہ یہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ نے اس عورت کے لئے جو رزق مقرر کیا ہے، ہمارے نکاح میں آنے کی وجہ سے وہ رزق ہمارے حصہ میں آئے گا، جیسا

---

(۱) سیرت حلبیہ: ۵/ ۳۹۷۔
(۲) حوالۂ سابق۔ محشی۔
(۳) الجامع للترمذي، حدیث نمبر: ۱۸۱۷۔ محشی۔
(۴) صحیح البخاري، حدیث نمبر: ۵۷۰۷۔ محشی۔

کہ حدیث میں آیا ہے کہ" انسان کو عورتوں اور اس کے زیر عیال کمزوروں کی وجہ سے رزق دی جاتی ہے" (۱) عورت کے بارے میں اطمینان ہو کہ وہ مشکل معاشی حالات میں بھی صبر وقناعت کا ثبوت دے گی تو اس کے لئے وہ روایت اسوہ ہوگی جس میں باوجود تنگ دستی کے نکاح کرنے کا حکم دیا گیا، (۲) گویا پہلا حکم اصلی اور قانونی ہے اور دوسرا حکم "احسانی" ہے۔

موجودہ زمانہ اور حالات میں صحیح یہی ہے کہ پہلے بیوی کا نفقہ ادا کرنے کا اہل ہو پھر نکاح کرے، البتہ مسائلِ زندگی کے سلسلہ میں "ضروریات" اور "خواہشات" کا فرق ملحوظ رکھنا چاہئے کہ خواہشات کے لئے کوئی حد نہیں ہے۔

بارات

سوال:- (1487) شادی کے لئے بارات لے جانے کا تصور اسلام میں نہیں ہے، لیکن آج کل جو شادیاں ہوتی ہیں، اس میں شادی کرنے والوں کے درمیان کافی دوری رہتی ہے، ایسی صورت میں منکوحین کی مدد کے لئے کچھ لوگوں کا جانا ضروری ہے، اس شکل میں شرعی نقطۂ نگاہ سے کس حد تک گنجائش ہے؟ (محمد امتیاز، اِلم، گلور)

جواب:- رسم کے طور پر بارات کا لے جانا اور بات ہے اور دوری کی وجہ سے از راہِ ضرورت چند آدمیوں کا ساتھ چلا جانا امر آخر ہے، لہٰذا اس کی گنجائش ہے۔

شادی کے بعد غیر محرم عورتوں کو سلام

سوال:- (1488) نکاح کے بعد منکوح، منکوحہ کے

---

(۱) صحیح البخاري، حدیث نمبر: ۲۸۹۶۔ محشی۔
(۲) صحیح البخاري، حدیث نمبر: ۵۰۸۷۔ محشی۔

گھر جاتا ہے اور آنگن میں کھڑے ہوکر گھر کی تمام خواتین کو
سلام کرتا ہے اور پھر اسے تحفہ اور پیسہ دیا جاتا ہے، ظاہر ہے یہ
عمل ایک نامحرم کو محرم کے سامنے لانے کا غیر اسلامی فعل ہے،
لیکن اس سوال کا کیا جواب دیا جائے کہ یہ دلہا کو پہچاننے کے
لئے کیا جاتا ہے، اسی طرح منکوحہ کے گھر آنے پر
ایک رسم منہ دکھائی یا رونمائی ہوتی ہے جس میں عورتوں کے
علاوہ تمام مرد بھی منکوحہ کو دیکھتے ہیں، اس کے پیچھے بھی وہی
دلیل دی جاتی ہے کہ اس سے کہیں ضرورت پڑی تو پہچاننے میں
دقت نہ ہو، اس سلسلہ میں ایک سوال یہ ہے کہ جن حضرات
کے نزدیک چہرے کا پردہ نہیں ہے ان کے لئے یہ فعل کیسے غلط
ہے؟ (خواجہ معین الدین، حبا کالونی، شاہین نگر)

جواب:— نوشہ کا غیر محرم عورتوں کو سلام کرنا، ان کے درمیان جانا، یا دلہن کو غیر محرم مردوں کا دیکھنا قطعاً جائز نہیں، جن لوگوں نے "چہرہ" کو پردہ سے مستثنیٰ رکھا ہے ان کا مقصود بھی محض اتنا ہے کہ اتفاقاً چہرہ پر نظر پڑ جائے تو قباحت نہیں، عورتوں کا بناؤ سنگار اور آرائش کے ساتھ خصوصیت سے مرد کے سامنے آنا اس کے ناجائز ہونے پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے۔(۱)

نکاح کے بعد رخصتی میں تاخیر کرنا

سوال:—[1489] ابھی مجھے ایک دوست کی لڑکی کی
شادی میں شرکت کا اتفاق ہوا، لڑکے اور لڑکی کا نکاح ہوگیا،
نکاح کے بعد زوجین زنانی اسٹیج پر لائے گئے، لوگوں نے
تحائف پیش کئے، لیکن معلوم ہوا کہ ابھی دولہا اور دلہن کو ملنے

(۱) [illegible] ۲۹/۳، ط: [illegible]۔

نہیں دیا جائے گا، بلکہ لڑکا ڈیڑھ سال بعد امریکہ سے تعلیم مکمل کرنے کے بعد آئے گا، تب وداعی تقریب ہوگی، تو کیا اسلامی نقطۂ نظر سے نکاح کے بعد ایک عرصہ تک زوجین کو ایک دوسرے سے ارتباط رکھنے سے روک دینا درست ہے؟

(ایم، اے عقیدت عزیزی، پدا پلی)

جواب:- اگر دولہا اور دلہن دونوں بالغ ہوں، تو مناسب بات یہی ہے کہ نکاح کے ساتھ ہی لڑکی کی رخصتی بھی کردی جائے، کیونکہ نکاح کے بعد تجرد کی زندگی پسندیدہ عمل نہیں اور نکاح کا ایک مقصد عفت و عصمت کی حفاظت بھی ہے اور یہ مقصد اس کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا، البتہ کسی مصلحت کی وجہ سے اگر زوجین رضامند ہوں تو رخصتی میں تاخیر بھی کی جا سکتی ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح پہلے ہوا اور چند سال کے بعد رخصتی ہوئی۔(۱)

مسجد میں نکاح

سوال:- (1490) ہمارے محلہ کی ایک مسجد میں ایک صاحب کا نکاح ہوا، اس پر ایک دوسری مسجد کے سربراہ اور قبرستان کے مالک نے کہا کہ جن صاحب کا مسجد میں نکاح ہوا ہے، وہ حرام ہے اور چاہئے کہ توبہ کرکے دوسری مرتبہ نکاح کریں؟ (غازی امیر الدین، مغلپورہ)

جواب:- مسجد میں نکاح کو نادرست قرار دینا درست نہیں، بلکہ مسجد میں نکاح کرنا مستحب ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نکاح کا اعلان کرو اور اسے مسجد میں رکھا کرو" اعلنوا النکاح واجعلوہ فی

(۱) صحیح مسلم، حدیث نمبر:۳۴۷۹، بیتی۔

المساجد"(۱) اسی حدیث کی روشنی میں فقہاء نے مسجد میں منعقد نکاح کو مستحب قرار دیا ہے:
"مباشرة عقد النكاح في المساجد مستحب"(۲)

اوقات مکروہہ میں نکاح

سوال:- (1491) اوقات مکروہہ ثلاثہ (عند الطلوع والـزوال والغروب) میں کیا عقد نکاح کی بھی ممانعت ہے؟ اگر ہے تو کیسی ہے؟ ہر دو صورتوں کا جواب بالدلیل عنایت فرمائیں۔ (محمد محسن علی مظاہری)

جواب:- اوقات مکروہہ میں صرف نماز کی کراہت ہے، دوسری عبادات اور اذکار مکروہ نہیں، چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں مروی ہے کہ "يذكر الله في كل احيانه"(۳) نکاح کا معاملہ عام عبادات اور اذکار کے مقابلہ میں اس لحاظ سے کمتر ہے کہ یہ خالص عبادت نہیں۔ بلکہ عقد اور معاملہ بھی ہے، لہذا ان اوقات میں نکاح کرنا درست ہوگا، اور کوئی کراہت نہ ہوگی۔

رمضان المبارک میں نکاح

سوال:- (1492) کیا کوئی شخص ماہ رمضان میں نکاح کرسکتا ہے؟ (سید حفیظ الرحمن، نظام آباد)

جواب:- رمضان المبارک میں نکاح کرنے میں کچھ حرج نہیں، روزہ کی حالت میں بھی نکاح کیا جاسکتا ہے، نکاح ایجاب وقبول کا نام ہے، گویا نکاح زبان کا فعل ہے، اور زبان سے صادر ہونے والے الفاظ سے روزہ نہیں ٹوٹتا، اگر وہ جائز ہوں، تو اس میں کوئی کراہت اور

---

(۱) الجامع للترمذي، حدیث نمبر: ۱۰۸۹۔
(۲) الفتاوى الهندية: ۳۲۱/۵۔
(۳) صحيح البخاري: ۱۳۲/۱، صحيح مسلم: ۸۲۰/۱، سنن أبي داؤد: ۱۸/۱، سنن ابن ماجة: ۳۰۲/۱، محشی۔

قباحت بھی نہیں ہے، ہاں، اگر رمضان المبارک کے بعد تک مؤخر کرنے میں کوئی دشواری نہ ہو اور اندیشہ ہو کہ نکاح کے بعد روزہ کا احترام قائم نہیں رکھ سکے گا، تو نکاح کو رمضان سے مؤخر کر لینا بہتر ہے۔ واللہ اعلم۔

دوسری شادی نہ کرنے کا عہد

سوال:- {1493} میری والدہ نے انتقال سے پہلے والد سے عہد لیا تھا کہ وہ دوسری شادی نہیں کریں گے، چنانچہ اپنے عہد کے مطابق ابھی تک شادی نہیں کی، حالانکہ ہماری والدہ کے انتقال کو تیس سال کا عرصہ ہو چکا ہے، کیا وہ اب اپنی خدمت کے لیے دوسرا نکاح کر سکتے ہیں؟ (... فرسٹ لانسر)

جواب:- جس شخص کو بیوی کی حاجت ہو اس کے مجرد رہنے اور تنہا زندگی بسر کرنے کو اسلام میں پسند نہیں کیا گیا، اگر کسی شخص نے مرحومہ بیوی سے کوئی وعدہ کیا ہو تب بھی اس کا پورا کرنا واجب نہیں، کیوں کہ ایسی صورت میں اس کے گناہ میں پڑ جانے کا کافی اندیشہ ہے اور گناہ کے مواقع سے بچنا واجب ہے، ایسی باتوں میں مخلوق کی اطاعت واجب نہیں، والد کی خدمت میں یہ بات بھی داخل ہے کہ اگر اس کو خدمت یا ضرورت کے لئے بیوی درکار ہو تو اولاد خود اپنے والد کا نکاح کردے اور اپنی سوتیلی ماں کے اخراجات کو بھی پورا کرے، علامہ حصکفی فرماتے ہیں:

"و علیہ نفقۃ زوجۃ أبیہ و أم ولدہ بل و تزویجہ أو تسریہ" (۱)

دوسرا نکاح

سوال:- {1494} زید کی شادی کو ایک مدت گزر چکی

(۱) الدر المختار علی ھامش رد المحتار: ۳۴۳/۵۔

ہے اور وہ کئی بچوں کا باپ ہے، اب ایک دوسری عورت کی طرف اس کی رغبت ہے، اس لئے چاہتا ہے کہ اس سے دوسرا نکاح کرلے، حالانکہ پہلی بیوی اس کی ضرورت کے لئے کافی ہے تو کیا زید کے لئے دوسرا نکاح کرنا درست ہے؟

(ایک قاری، ٹولی چوکی)

جواب: – موجودہ حالات میں ایک ہی بیوی پر اکتفا کرنا بہتر ہے، کیونکہ ہندوستان کے ماحول میں اکثر ایک سے زیادہ نکاح خاندان میں بکھراؤ اور انتشار کا سبب بن جاتا ہے اور جب پہلے سے ایک طرف رغبت اور دوسری طرف سے بے رغبتی کی کیفیت پائی جاتی ہو تو زیادہ اندیشہ یہی ہوتا ہے کہ شوہر ان دونوں کے درمیان انصاف قائم نہیں رکھ سکے گا اور جب یہ اندیشہ ہو کہ ایک سے زیادہ بیویوں کے درمیان عدل نہیں کرسکتا تو دوسرا نکاح کرنا جائز نہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اگر عدل نہ کرسکو تو ایک ہی بیوی پر اکتفا کرو: ﴿ إِنْ لَمْ تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً ﴾(۱) چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"وإذا كانت لها امرأة وأراد أن يتزوج أخرى وخاف أن لا يعدل بينهما لا يسعه ذلك وإن كان لا يخاف يسعه ذلك"(۲)

"اگر کسی شخص کی ایک بیوی ہو اور وہ دوسری عورت سے نکاح کرنا چاہے اور اسے اندیشہ ہو کہ وہ ان دونوں کے درمیان عدل نہیں کرپائے گا تو اس کے لئے دوسرا نکاح کرنے کی گنجائش نہیں، اور اگر اس کا اندیشہ نہ ہو تو گنجائش ہے"

---

(۱) النساء: ۳- محشی۔

(۲) الفتاوی الهندية: ۱/۳۴۱۔

علامہ ابن ہمامؒ " فتح القدیر " میں لکھتے ہیں:

"اس سے ہمیں معلوم ہوا کہ چار نکاحوں کا حلال ہونا اس شرط سے مقید ہے کہ ناانصافی کا خوف نہ ہو اور اگر اس کا خوف ہو تو ایک سے زیادہ نکاح کی ممانعت ہے۔"(۱)

افسوس کہ آج کل اکثر و بیشتر دوسرا نکاح کسی جائز ضرورت اور سنجیدہ جذبہ کے تحت عمل میں نہیں آتا اور اسی لئے شادی کے بعد دونوں بیویوں کے درمیان عدل کے تقاضے پورے نہیں کیے جاتے!۔

پوشیدہ طریقہ پر نکاح ثانی

سوال:- (1495) ایک شخص کی عمر ۳۹ رسال ہے، اور وہ شادی شدہ ہے، وہ ایک اور نکاح کرنا چاہتا ہے، اور اس کی ایسی استطاعت بھی ہے، لیکن اپنی پہلی بیوی سے اس نکاح کو چھپانا چاہتا ہے، کیا ایسا کرنا شرعاً درست ہے؟

(احمد حسین، مقام نامعلوم)

جواب:- دوسرے نکاح کے لیے ضروری نہیں کہ یہ بات پہلی بیوی کے علم میں لائی جائے، لیکن دو باتیں ضروری ہیں، اول یہ کہ اس میں بیوی سے متعلق حقوق دو عورتوں کی نسبت سے ادا کرنے کی صلاحیت ہو، دوسرے وہ اپنے اندر اس بات کا اطمینان پاتا ہو کہ وہ دونوں کے ساتھ مساویانہ برتاؤ کر سکے گا، اور کسی کے ساتھ ناانصافی نہیں کرے گا،(۲) عام طور پر پردۂ راز میں رکھ کر جو نکاح کیے جاتے ہیں، ان میں تمام امور میں عموماً اور شب گزاری کے معاملہ میں خصوصاً عدل کی رعایت نہیں ہو پاتی ہے، علاوہ اس کے ہندوستان میں خواتین میں سوکنوں کو

(۱) فتح القدیر: ۳/ ۲۹۹، باب القسم۔ محشی۔
(۲) النساء: ۳۔ محشی۔

برداشت کرنے کا حوصلہ نہیں، اور مردوں میں عام طور پر عدل کی پوری رعایت کا اہتمام نہیں، اس لیے بہتر یہی ہے کہ اگر مجبوری نہ ہو تو ایک ہی نکاح پر اکتفاء کیا جائے، اور اگر دوسری شادی کی جائے تو پہلی بیوی کو اعتماد میں لے کر، تا کہ جہاں تک ممکن ہو، باہمی ناچاقی سے بچا جا سکے۔

بیوہ کا نکاح ثانی

سوال:- (1496) مرحوم محمد رشید صاحب کی زوجہ نکاح ثانی کی بھی عمر رکھتی ہیں، ان حالات میں نکاح ثانی کرنا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟ نیز نکاح ثانی کرانے کی ذمہ داری کس پر ہے، اگر اس کے والدین موجود ہوں، پھر بھی وہ اس جانب متوجہ نہ ہوں تو مرحوم کے ورثاء واقارب کرا سکتے ہیں یا نہیں؟

(نظام الدین، ورنگل)

جواب:- اسلام بیوگی کی زندگی کو پسند نہیں کرتا اور چاہتا ہے کہ خواتین بے نکاح نہ رہیں؛ اس لیے ان کے والدین کو توجہ کرنا چاہئے، اور وہ متوجہ نہ ہوں تو دوسرے اقرباء ورشتہ داروں کو اس طرف توجہ کرنی چاہئے، البتہ عورت پر اس معاملہ میں جبر نہیں کرنا چاہئے۔

دوسری شادی پر زوجہ اولیٰ کی ناراضگی

سوال:- (1497) میرے شوہر میری موجودگی میں دوسری شادی کرنے کے خواہش مند ہیں، اور آئندہ انصاف کا وعدہ کر رہے ہیں، لیکن میری جانب سے انکار کی وجہ سے دوسری شادی نہیں کر پا رہے ہیں تو میرا یہ عمل موجب گناہ تو نہ ہوگا؟

(ملکہ بیگم، پنچل گوڑہ)

جواب:- اسلام نے سماج کو صاف ستھرا اور پاکیزہ رکھنے کے لئے مرد کو چار تک نکاح

کی اجازت دی ہے، بشرطیکہ وہ محسوس کرتا ہو کہ وہ ایک سے زیادہ بیویوں کے درمیان عدل کر سکے گا، (۱) لہٰذا اگر آپ کو اپنے شوہر کے بارے میں اطمینان ہو کہ وہ انصاف کو قائم رکھ سکتا ہے، تو اس پر اصرار نہ کرنا چاہئے کہ وہ دوسری شادی نہ کرے، کیونکہ اگر ایک ضرورت مند شخص کو جائز راستہ سے روکا جائے تو بعض اوقات وہ ناجائز اور گناہ کا راستہ اختیار کر لیتا ہے۔

بیوی کے انتقال کے بعد دوسرا نکاح

سوال:- (1498) میری پہلی بیوی کا انتقال ۱۹۹۳ء میں دوران حج بھگدڑ کی وجہ سے ہو گیا، اس وقت میری دو بن بیاہی لڑکیاں تھیں، اب میں نے دونوں کا نکاح کر دیا ہے۔ ۱۹۹۵ء میں میں نے ایک خاتون سے نکاح کیا، جن کا ذہنی توازن ٹھیک نہیں تھا، دماغی ڈاکٹر کو بھی دکھایا لیکن کوئی افاقہ نہیں ہوا، چنانچہ میں نے اس کو طلاق سہ بارہ دیدی، مجھ کو اس سے کوئی اولاد نہیں ہے، اور پہلی بیوی سے بھی کوئی اولاد نرینہ نہیں ہے، مجھے خاصا وظیفہ ملتا ہے، بینکوں میں میری رقمیں بھی ہیں، صحت بھی ماشاء اللہ ٹھیک ہے، میں ایک اور نکاح کرنا چاہتا ہوں، لیکن بیٹیاں مشورہ دے رہی ہیں کہ میں ایسا نہ کروں، اور اپنا مکان وغیرہ بیچ کر ان کے ساتھ رہوں، تو کیا مجھے نکاح کرنا چاہیے، یا لڑکیوں کے ساتھ ان کے سسرال میں رہنا چاہئے؟

(علی یوسف، ملک پیٹ)

جواب:- شریعت نے کسی بھی ایسے مسلمان کے لیے جو اپنے اندر نکاح کی صلاحیت پاتا ہو، تجرد کی زندگی کو ناپسند کیا ہے، آپ کی بہت سی ضروریات ایسی ہوتی ہیں جن کو بیٹی تو کیا

---

(۱) النساء: ۳۔

بیٹے بھی پوری نہیں کر سکتے، اس لئے بیٹیوں کو چاہئے کہ وہ نہ صرف یہ کہ اپنے والد کے نکاح میں رکاوٹ نہ بنیں، بلکہ خود اس میں تعاون کریں، اور ان کی عمر اور سن وسال کے مناسب کسی خاتون کا انتخاب کر کے ان کا نکاح کرا دیں، کہ یہ بھی باپ کی خدمت ہی کا ایک حصہ ہے، البتہ آپ کو چاہئے کہ رشتہ کے انتخاب میں عمر کے توازن کو ملحوظ رکھیں، عمر میں عدم توازن کی وجہ سے بعض اوقات کبر سن کی شادی ایک آزمائش بن جاتی ہے، اس لئے ہم دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سوائے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے جن کی غیر معمولی ذکاوت وذہانت کی وجہ سے اللہ کے حکم سے آپ ﷺ ان کو کم عمری میں اپنی حرم میں لائے، باقی تمام ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی عمر اور آپ ﷺ کی عمر مبارک میں توازن تھا۔ (۱)

بیوی کے مرض کی وجہ سے دوسرا نکاح

سوال:- (1499) اگر بیوی کسی ایسے مرض میں مبتلا ہو جائے جس کی وجہ سے شوہر اس سے ازدواجی تعلقات قائم نہ کر سکے تو کیا اس صورت میں شوہر کے لیے اس کی اجازت ہوگی کہ وہ اس بیوی کی موجودگی میں دوسری شادی کر لے، اگر عورت اور اس کے والدین اجازت نہ دیں تب بھی وہ نکاح ثانی کر سکتا ہے یا نہیں؟ (عبدالرؤف، بشارت نگر، حیدرآباد)

جواب:- اگر مرد دوسرے نکاح کی ضرورت محسوس کرتا ہے، اور اس کو اعتماد ہے کہ دوسرے نکاح کی صورت میں وہ دونوں بیویوں کے درمیان عدل کر سکے گا تو اس کے لئے شرعاً دوسرا نکاح کرنا جائز ہے، (۲) اس کے لئے بیوی یا اس کے والدین کی اجازت ضروری نہیں، البتہ ہندوستان کے ماحول میں چوں کہ دوسرا نکاح عام طور پر باہمی افتراق اور دو خاندانوں

(۱) نبی رحمت ص: ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۳۔ محشی۔
(۲) النساء: ۳۔ محشی۔

کے درمیان نفرت کا باعث ہو جاتا ہے، اس لئے بہتر ہے کہ مذکورہ صورت میں اولاً ڈاکٹروں سے رجوع کیا جائے، اور علاج کی تدبیر کی جائے، اور اگر اطباء اس بیماری کو ناقابل علاج کہتے ہوں تو اس کے والدین کے سامنے حقیقت حال رکھ دی جائے، ان کو اعتماد میں لے کر نکاح کیا جائے، اور نکاح کے بعد خوراک و پوشاک رہائش اور شب گزاری میں دونوں سے برابری کا سلوک کیا جائے۔

عہد شکنی کر کے دوسرا نکاح

سوال:- {1500} میرے شوہر عالم ہیں، وہ میرے سر پہ ہاتھ رکھ کر قسم کھاتے تھے کہ میں دوسرا نکاح نہیں کروں گا، لیکن انہوں نے چھپ کر عملیات کے لئے آنے والی ایک خاتون سے نکاح کر لیا، کیا مرد اپنی بیوی اور ماں کی اجازت کے بغیر اس طرح قسم کھا کر پھر دوسرا نکاح کر سکتا ہے اور اس کا یہ نکاح ہو جائے گا؟ (ایک بہن)

جواب:- شریعت نے عدل کی شرط اور ایک سے زیادہ بیوی کی ضرورت کو پورا کرنے کی صلاحیت کی شرط کے ساتھ ایک سے زیادہ نکاح کی اجازت دی ہے، اس کے لئے بیوی یا ماں کی اجازت شرعاً ضروری تو نہیں، لیکن گھر کو اختلاف و انتشار سے بچانے کے لئے اگر ان حضرات کو اعتماد میں لے لیا جائے تو بہتر ہے، نیز اگر کسی مرد نے اپنی بیوی سے دوسرا نکاح نہ کرنے کا وعدہ کیا ہو تو چونکہ وعدہ کو پورا کرنا اخلاقاً واجب ہے، اس لئے مرد کا یہ قدم اٹھانا وعدہ خلافی میں شمار ہوگا، اب جب کہ آپ کے شوہر دوسرا نکاح کر چکے ہیں تو بہتر ہے کہ آپ اپنی سوکن کو بہن سمجھ کر انہیں برداشت کریں، اور صبر و ضبط سے کام لیں، اس سے آپ کو ذہنی سکون بھی حاصل ہوگا اور ان شاء اللہ آخرت میں بھی آپ کو حکم شریعت کے تحت خلاف طبیعت بات کو برداشت کرنے کا اجر و ثواب حاصل ہوگا۔

محرم کے مہینہ میں نکاح

سوال:- (1501) میرے بھائی کی شادی ماہ محرم میں ہے، اکثر لوگ کہتے ہیں کہ ماہ محرم میں شادی نہیں کرنی چاہئے اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ پندرہ محرم کے بعد شادی کر سکتے ہیں، تو کیا ماہ محرم میں شادی کر سکتے ہیں؟ اگر کر سکتے ہیں تو کس تاریخ کے بعد مناسب ہے؟ (افضل حسین، نظام آباد)

جواب:- جو لوگ ماہ محرم یا اس کے بعد کے دنوں میں شادی کرنا ناپسند کرتے ہیں، وہ در اصل اسے سوگ اور ماتم کا مہینہ قرار دیتے ہیں، یہ اسلامی روح اور اس کے مزاج کے بالکل خلاف ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو، اس کے لئے جائز نہیں کہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ منائے، البتہ بیوی شوہر پر چار مہینے دس روز تک سوگ منائے گی۔

" لا يحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخر أن تحد على ميت فوق ثلث ليال إلا على زوج اربعة أشهر و عشرا " (1)

اسلام نے جن چیزوں کو حلال اور جائز قرار دیا ہے، ان کو ناجائز اور حرام کہنے میں ایمان کا خطرہ ہے، اس لئے بہتر ہے کہ آپ اپنے بھائی کی شادی اسی ماہ کے کسی تاریخ میں کریں، تا کہ معاشرہ سے غلط رسم مٹ سکے۔

سوال:- بعض حضرات محرم کے مہینہ میں شادی کرنا نہیں چاہتے ہیں، تو بتایا جائے کہ اس ماہ میں شادی کر سکتے

(1) صحیح البخاری:۸۰۳/۲، صحیح مسلم:۴۸۶/۱۔

ہیں یا نہیں؟ (نظام الدین، دربھنگہ)

جواب:- اسلام میں کوئی مہینہ، کوئی دن یا کوئی وقت منحوس اور نامبارک نہیں، اور محرم کا مہینہ تو بہت سی فضیلتوں کا حامل ہے، خود یوم عاشوراء کے بھی بڑے فضائل ہیں، سوء اتفاق ہے کہ اسی دن رسول اللہ ﷺ کے نواسے اور محبوب حضرت حسین ﷺ کی مظلومانہ شہادت کا دل دوز واقعہ پیش آیا، لیکن اس واقعہ کی وجہ سے یہ سمجھ لینا کہ اس دن یا اس مہینہ میں شادی نہ کی جائے، نہایت ہی غلط ہے، کیونکہ اسلام تو دلیروں اور جانثاروں کا دین ہے، کوئی مہینہ اور کوئی تاریخ نہیں، جس میں کسی صحابی، یا اسلام کے کسی بڑے مجاہد اور سپوت کی شہادت کا واقعہ پیش نہ آیا ہو، تو کیا پھر اس کی وجہ سے ان تمام مہینوں اور دنوں میں نکاح سے پرہیز کیا جائے گا؟ اسلام سے پہلے شوال کے مہینہ میں عرب شادی بیاہ نہیں کرتے تھے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے شوال ہی میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمایا اور شوال ہی میں آپ کی رخصتی ہوئی، اس لئے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس بات کو پسند کرتی تھیں کہ ان کے خاندان کی عورتوں کا نکاح شوال میں ہوا کرے،(۱) اس عمل سے یقیناً آپ ﷺ کا مقصود یہ بھی رہا ہوگا کہ یہ بات کہ فلاں خاص مہینہ میں نکاح نہ کیا جائے، لوگوں کے ذہن سے نکل جائے، پس، محرم کے مہینہ میں نکاح کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔

(۱) الجامع للترمذی: ۱/۲۰۷۔

محرم وغیر محرم رشتے

سالی سے نکاح

سوال:- {1502} کیا بیوی کے رہتے ہوئے اس کی بہن سے نکاح کیا جا سکتا ہے؟ (محمد عرفات، باکارم)

جواب:- بیک وقت دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے اور قرآن مجید میں اس کی صراحت موجود ہے: ﴿ وَ اَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ ﴾ (۱)

سوتیلی بہن کی بیٹی سے شادی

سوال:- {1503} میں اپنی سوتیلی بہن کی بیٹی سے شادی کرنا چاہتا ہوں، میری سوتیلی بہن نے میری والدہ کا دودھ نہیں پیا ہے اور میں اپنے والد کی دوسری بیوی کا لڑکا ہوں اور اس لڑکی کی ماں دوسری بیوی سے ہے۔ (محمد قاسم)

جواب:- وہ لڑکی آپ کی بھانجی ہے اور اس کی ماں آپ کی بہن، اس لئے آپ اس

(۱) النساء: ۲۳ بیچ۔

سے نکاح نہیں کرسکتے، قطعاً حرام ہے، بھانجی، بہن کے رشتہ کے لئے ماں باپ دونوں میں اشتراک ضروری نہیں، باپ شریک بھائی بہن ہو، بھی کافی ہے۔(۱)

دیور نامحرم ہے

سوال:- {1504} اسلام نے دیور کو نامحرم قرار دیا ہے، اگر دیور ہم عمر یا چھوٹا ہو تو کیا اس سے بات کی جاسکتی ہے؟

(ایکس، دوائی، زبیدہ، مچھت بازار)

جواب:- دیور نامحرم ہیں اور اس کا حکم بھی وہی ہے جو دوسرے نامحرموں کا ہے، اصل تو یہی ہے کہ دیور سے بھی مکمل پردہ کیا جائے، لیکن اگر مشترک مکان ہو، مکمل پردہ میں بہت مشقت ہو اور بظاہر فتنہ کا کوئی محرک نہ ہو، تو چہرہ اور ہاتھ اس کے سامنے کھول سکتے ہیں، اور اگر کوئی ضروری امر درپیش ہو، تو بقدر ضرورت گفتگو بھی کرسکتے ہیں، ضرورت سے زیادہ گفتگو یا ہنسی، مذاق، جیسا کہ ہندوستان میں رواج ہے، یہ جائز نہیں، اس میں فتنہ کا بہت اندیشہ ہوتا ہے، اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "دیور موت ہے" الحمو الموت "(۲)—— کیونکہ دن رات کی ملاقات اور بے تکلفی کی وجہ سے اس میں اندیشہ اور زیادہ ہے، اس میں احتیاط کرنی چاہئے۔

بیوی کی موت کے بعد اس کی بھانجی سے نکاح

سوال:- {1505} کیا بیوی کے مرنے کے بعد سالی کی لڑکی سے شادی کی جاسکتی ہے؟ جب کہ ان کے درمیان

---

(۱) قال في المدارك قوله تعالى: ﴿و أخواتكم لأب و أم أو لأب أو لأم و عماتكم من الأوجه الثلاثة و خالاتكم كذلك، و بنات الأخت كذلك" (دیکھئے: ﴿وَحُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ﴾ الآية (تفسير مدارك التنزيل: ۱/۱۹۹) محشی۔

(۲) صحيح البخاري، حدیث نمبر: ۵۲۳۲/۲۔ محشی۔

کوئی اور رشتہ نہ ہو۔ (حبیب حسن الحامد، گلبرگہ)

جواب:- سالی کی بیٹی سے اس کی خالہ کے نکاح میں رہتے ہوئے، نکاح اس لئے حرام ہے کہ اس سے ایک ہی شخص کے نکاح میں خالہ اور بھانجی کا جمع ہونا لازم آتا ہے، اور یہ جائز نہیں، اس سلسلہ میں حدیثیں بھی موجود ہیں۔(۱) لہذا جب خالہ کا انتقال ہو چکا تو اب اس کی بھانجی کو نکاح میں لانے میں کچھ حرج نہیں۔

بیوہ بھاوج سے نکاح

سوال:-(1506) زید کی بیوی کا انتقال ہو چکا ہے، وہ اپنے حقیقی بھائی مرحوم کی بیوہ سے نکاح کا ارادہ رکھتا ہے، تاکہ اس کے بچوں کو اپنی سرپرستی میں لے کر ان کی تربیت اور پرورش کر سکے، زید کا یہ ارادہ جائز ہے یا نہیں؟

(محمد جاوید، بہار)

جواب:- مرحوم بھائی کی بیوہ سے اگر زید کا حرمت کا کوئی رشتہ نہ ہو تو یہ نکاح بالکل جائز ہے۔(۲)

مطلقہ بھاوج سے نکاح

سوال:-(1507) کیا بڑے بھائی کے طلاق شدہ بیوی سے چھوٹا بھائی نکاح کر سکتا ہے؟ (عرفات، پاکارم)

جواب:- طلاق شدہ بھاوج سے نکاح کرنا جائز ہے، جن عورتوں سے ہمیشہ کے لئے نکاح کرنا حرام نہیں ہے، بلکہ محض دوسرے کی منکوحہ ہونے کی بنیاد پر نکاح حرام ہے، ان پر

---

(۱) صحیح البخاری، حدیث نمبر:۵۱۰۸/۴، محشی۔
(۲) النساء:۲۴، محشی۔

اگر اپنے شوہر کی جانب سے طلاق ہو جائے تو ان سے نکاح حلال ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے کچھ رشتہ داروں کا ذکر کیا جن سے نکاح حرام ہے اور پھر ان کے علاوہ تمام عورتوں سے نکاح کو حلال قرار دیا ہے: ﴿وَ أُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ﴾(۱) بھاوج ان محرمات میں داخل نہیں ہے، اس لئے ظاہر ہے کہ مطلقہ بھاوج سے نکاح کرنا درست ہوگا۔

طلاق شدہ چچی سے نکاح

سوال:- {1508} کیا طلاق شدہ چچی سے بھتیجا نکاح کر سکتا ہے؟

(محمد عرفات، باکارم)

جواب:- اللہ تعالیٰ نے چند مخصوص رشتوں کو حرام قرار دیا ہے، جن میں چچا کی بیوی داخل نہیں ہے، اور ارشاد فرمایا کہ "اس کے سوا عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں" ﴿وَ أُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ﴾(۱) لہٰذا چچی سے اگر حرمت کا کوئی اور رشتہ نہ ہو تو عدت گذرنے کے بعد نکاح کیا جا سکتا ہے۔

رشتہ کی بہنوں کا نکاح میں اجتماع

سوال:- {1509} بیوی کے رشتہ کی بہنیں، جیسے: ماموں زاد، خالہ زاد، پھوپھی زاد بہنوں سے بیوی کی موجودگی میں نکاح جائز ہے یا نہیں؟

(محمد جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

جواب:- شریعت نے دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنے سے منع کیا ہے،(۳) لیکن

---

(۱) النساء:۲۴۔ محشی۔

(۲) النساء:۲۴۔ محشی۔

(۳) ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ ... وَ أَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ﴾(النساء:۲۳) مرتب۔

قرآن و حدیث اور کتب فقہ میں جب کہیں بھائی بہن کے رشتے ذکر کئے جاتے ہیں تو ان سے سگے یا رضاعی بھائی بہن مراد ہوتے ہیں، چچا، پھوپھی، خالہ، ماموں کی اولاد کو عرف میں بھائی بہن کہلاتے ہیں، لیکن قانون شریعت کی نگاہ میں وہ بھائی بہن نہیں ہیں —— دو بہنوں سے ایسی دو بہنیں مراد ہیں جن کے ماں باپ ایک ہوں، یا دونوں کی ماں ایک ہو، یا دونوں کا باپ ایک ہو، یا ان دونوں کے درمیان رضاعی بھائی بہن کا رشتہ ہو، اس طرح کہ دونوں نے ایک عورت کا دودھ پیا ہو، یا ایک نے دوسرے کی ماں کا دودھ پیا ہو، ایسی دو عورتوں کو نکاح میں جمع نہیں کیا جاسکتا: "سواء کانتا اختین من النسب أو من الرضاع "(۱) خالہ زاد، چچا زاد، پھوپھی زاد اور اس طرح کے رشتہ کی بہنوں کے ساتھ نکاح میں اجتماع ہوسکتا ہے۔

دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنا

سوال:- {1510} زید کی شادی ۱۹۸۰ء میں "ش" سے ہوئی ہے، اس عورت کو چار بچے ہیں، پچھلے چھ سال سے س نے اپنی منکوحہ بیوی کی چھوٹی بہن "س" سے جسمانی تعلقات جاری رکھے ہوا ہے، "س" سے بھی ایک لڑکا ہے، اس کے بعد یہ پتہ چلا کہ دو حقیقی بہنیں ایک ساتھ ایک شخص کے نکاح میں حرام ہیں، "ش" فی الوقت الگ تھلگ رہ رہی ہے، وہ اپنے شوہر کے ساتھ رہنے سے انکار کرتی ہے، اور وہ دوسری جگہ زندگی بسر کر رہی ہے، دوسری بہن "س" بغیر نکاح کے زید کے ساتھ رہ رہی ہے، وہ زید کو چھوڑنے کے لئے راضی نہیں ہے، کیونکہ اسے زید سے ایک بچہ بھی ہوا ہے، دونوں بہنوں کو اپنی کی ہوئی غلطیوں کا احساس ہوا ہے، اور اب پچھتا رہی ہیں،

(۱) الفتاویٰ الهندیۃ: ۱/۲۷۷۔

اب آگے انہیں کیا کرنا چاہئے؟

(محمد شفیع "کانے والے" شولاپور)

جواب:- جو صورت آپ نے لکھی ہے وہ نہایت ہی شرمناک بھی ہے اور کھلی ہوئی معصیت بھی، اس لئے مسلمان سماج پر یہ بات واجب ہے کہ زید اور "س" پر اخلاقی دباؤ ڈالے کہ دونوں فی الحال ایک دوسرے سے علیحدگی اختیار کرلیں، دو بہنیں ایک شخص کی نکاح میں نہیں رہ سکتیں، (۱) اب ممکن صورت یہی ہے کہ یا تو "س" سے وہ ترک تعلق کرلے یا اگر "ش" اس کے ساتھ رہنے پر آمادہ نہ ہو تو زید اسے طلاق دیدے اور اس کی عدت گزرنے کے بعد "س" سے نکاح کرلے، ورنہ زید اور "س" دونوں سخت گنہگار ہوں گے اور ان کی اولاد بھی ثابت النسب نہیں ہوگی، اور نہ زید کی وارث بن سکے گی، گویا یہ نہ صرف اپنے ساتھ ظلم ہے، بلکہ بچوں کے ساتھ بھی ظلم کرنے کے مترادف ہے۔

دو بہنوں سے نکاح کی صورت میں اولاد کا حکم

سوال:- {1511} ایک شخص نے پہلے ایک عورت سے نکاح کیا، جس سے کوئی اولاد نہیں، پھر اس کو طلاق دئے بغیر اس کی سگی بہن سے دوسرا نکاح کرلیا، جس سے اولاد ہوئی اور ماشاء اللہ اس وقت وہ جوان اور قابل نکاح ہے، کیا ان کی اس اولاد سے نکاح کرنا درست ہوگا؟ (شکیل، جگاؤں)

جواب:- ایک عورت کے نکاح میں رہتے ہوئے اس کی بہن سے نکاح کرنا حرام ہے، خود قرآن مجید میں اس کی صراحت موجود ہے، (۲) اگر وہ دونوں ایجاب و قبول کربھی لیں تب بھی نکاح منعقد نہیں ہوگا، اس لئے اس شخص کا یہ عمل نہایت ہی نامناسب اور گناہ کا ہے، ایک

---

(۱) النساء:۲۳ محشی۔

(۲) ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ ... وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ﴾ (النساء:۲۳) مرتب۔

دوسرے سے الگ ہو جانے کا مشورہ دینا چاہئے، اگر ناواقفیت کی وجہ سے اس نے ایسا کیا تھا تو ان بچوں کا نسب اس سے ثابت ہوگا، کیوں کہ فقہ کی اصطلاح میں یہ وطی بالشبہ کی صورت سمجھی جائے گی، ورنہ ان کا نسب اس مرد سے ثابت نہیں ہوگا، کیوں کہ جانتے بوجھتے بدکاری سے جو بچے پیدا ہوں، ان کا نسب باپ سے متعلق نہیں ہوتا ہے، جہاں تک نکاح کی بات ہے تو اس کے لئے ضروری نہیں، بلکہ مسلمان ہونا کافی ہے، اس لئے ان بچوں سے نکاح کرنا درست ہے۔

ایک ہی دن میں دو بہن اور دو بھائی کی شادی

سوال:- {1512} میری دو بہنیں ہیں، جن کی شادی دو بھائیوں سے ہو رہی ہے، ہم لوگ یہ دونوں شادیاں ایک ہی دن رکھنا چاہتے ہیں، ہمارے بعض اقرباء کا خیال ہے کہ ایک ہی دن دو بہن یا دو بھائیوں کی شادی کی جائے تو ایک کو تکلیف اور مفلسی آتی ہے، کیا یہ صحیح ہے؟ (ایک بہن)

جواب:- یہ محض توہم پرستی باتیں ہیں، شادی کے مبارک یا نامبارک ہونے کا تعلق نہ دن سے ہے، نہ تاریخ سے اور نہ دو شادیوں کے ایک ہی تاریخ یا الگ الگ تاریخ میں ہونے سے اور نہ اس کی وجہ سے مفلسی آتی ہے۔ ہاں! جس عمل میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت ہوتی، اس میں برکت ہوگی، اور جس میں خدا کی نافرمانی کی جائے گی، وہ عمل بے برکت ہوگا، اس لیے اس کا اہتمام کریں کہ سنت کے مطابق سادگی کے ساتھ شادی کی تقریب انجام دیں، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سب سے بابرکت اور معیاری نکاح وہ ہے جو کم سے کم خرچ سے انجام پائے: "إن أعظم النكاح بركة أيسره مؤنة" (1) اس لئے آپ کے عزیزوں نے جو بات کہی ہے وہ محض وہم ہے، اس کا دین و شریعت سے کوئی تعلق نہیں، البتہ اس پر ضرور توجہ دیں کہ شادی میں کوئی خلاف شرع بات نہ ہو۔

---

(1) مشکوۃ المصابیح: ۲۰۳/۲، طبع: بیروت۔

باپ بیٹے دو بہنوں سے نکاح کریں

سوال:- {1513} کیا باپ اور بیٹا دونوں ایک وقت حقیقی بہنوں سے نکاح کرسکتے ہیں؟ (محمد اکبر، دتا پیٹ)

جواب:- سوتیلی ماں کی بہن سے نکاح جائز ہے، اس لیے یہ صورت کہ باپ بیٹے دو حقیقی بہنوں سے نکاح کرلیں، درست ہے۔(۱)

بھانجی اور تایا زاد بہن سے نکاح

سوال:- {1514} کیا شخص بہن کی لڑکی یا تایا کی لڑکی سے نکاح کرنا جائز ہے؟ (ا۔ قاسم، کڑپہ)

جواب:- بہن کی لڑکی یعنی سگی بھانجی سے نکاح حرام ہے،(۲) تایا زاد اور چچا زاد بہن سے نکاح کرنا جائز ہے۔(۳)

جڑواں بہنوں کا نکاح کس طرح ہوگا؟

سوال:- {1515} حال ہی میں دو جڑواں بہنوں کے آپریشن اور آپریشن کے درمیان وفات کی خبریں اخبارات میں چھپی ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ دو جڑواں لڑکیاں زندہ رہ سکتی ہیں، ایسی صورت میں ان کا نکاح کس طرح ہوگا؟ اور

---

(۱) ﴿و أحل لكم ما وراء ذلكم﴾ (النساء: ۲۴) "فلا تحرم بنت زوجة الابن" (البحر الرائق: ۳/۱۶۹، فصل في المحرمات)، جب لڑکے کی بیوی کی لڑکی حرام نہیں ہے تو اس کی بہن تو بدرجۂ اولیٰ حرام نہ ہوگی۔ محشی۔

(۲) ﴿حرمت عليكم ... و بنات الأخت﴾ (النساء: ۲۳) مرتب۔

(۳) ﴿و أحل لكم ما وراء ذلكم﴾ (النساء: ۲۴) محشی۔

دونوں کا نکاح دو الگ مردوں سے ہوگا یا ایک ہی مرد سے؟

(محمد شہباز فلاحی، مالیگاؤں)

جواب:۔ اگر انہیں الگ کرنا ممکن نہ ہو تو کسی سے ان کا نکاح کرنا جائز نہیں، کیوں کہ دو مردوں سے ان دونوں کا نکاح کیا جائے، تو بے ستری بھی یقینی ہے اور گناہ میں پڑ جانا بھی قریب قریب یقینی ہے اور ایک ہی مرد کے نکاح میں دونوں کو نہیں دیا جا سکتا، اس لئے کہ ایک نکاح میں بیک وقت دونوں بہنوں کا اجتماع حرام ہے اور خود قرآن مجید میں صراحت کے ساتھ اس کی حرمت بیان کی گئی ہے۔(۱)

اور چوں کہ جسمانی اعضاء کے اعتبار سے دونوں کا مستقل وجود ہے، دونوں کا نظام تنفس اور نظام ہضم ایک دوسرے سے مختلف ہے، اس لئے ان کے مجموعہ کو ایک عورت کا وجود قرار نہیں دیا جا سکتا، اس لئے قرآن مجید کی صراحت کے مطابق یہ دونوں ایک مرد کے نکاح میں نہیں آسکتیں۔ ان کے لئے صبر و برداشت ہی کا راستہ ہے اور اگر صبر کی قوت نہ ہو تو ایسی میڈیکل تدبیر اختیار کی جا سکتی ہے کہ ان میں صنفی جذبات کمزور پڑ جائیں اور انہیں برداشت کرنا ممکن ہو جائے۔

سابقہ مطلقہ کی لڑکی سے اپنے لڑکے کا نکاح

سوال:- (1516) سابقہ بیوی جسے میں نے طلاق دے دی ہے اور جس سے مجھے کوئی اولاد نہیں ہوئی، وہ اب کسی اور کی بیوی ہے، کیا میرے لڑکے اور ان کی لڑکی کے درمیان نکاح ہو سکتا ہے؟ (پی، ایم حسین، مشیر آباد)

جواب:- آپ کے لڑکے اور ان کی لڑکی کے درمیان نکاح درست ہے، اس لیے کہ

(۱) النساء:۲۳۔

دونوں کے والد بھی الگ ہیں اور دونوں کی والدہ بھی الگ ہیں، اور نسبی حرمت اس وقت پیدا ہوتی ہے، جب والدین یا ان میں سے ایک میں دونوں کا اشتراک ہو۔(۱)

بھائی کی سالی سے نکاح

سوال:- {1517} کیا میں اپنے بھائی کی سالی سے نکاح کرسکتا ہوں؟ ایک ہی گھر میں بحیثیت بہو دو بہنوں کے آنے میں کیا کوئی قباحت ہے؟ (ایک قاری، محبوب نگر)

جواب:- بھائی کی سالی سے نکاح درست ہے، اگر اس سے رضاعی بہن کا رشتہ نہ ہو، یا حرمت کی کوئی اور وجہ پائی جاتی ہو، ایک گھر میں دو بہنوں کے بہو بن کر آنے میں کچھ حرج نہیں۔

ماموں اور بھانجی میں نکاح

سوال:- {1518} اگر ایک شخص نے حالت کفر میں اپنی بھانجی سے نکاح کیا، بعد میں اس نے اسلام قبول کرلیا، تو چوں کہ حالت کفر کا گناہ معاف ہوجاتا ہے، تو کیا اس کا نکاح باقی رہے گا؟ ایسے متعدد واقعات ہمارے علاقہ میں پیش آرہے ہیں۔ (نصیر الدین، ننگیڑہ)

جواب:- جن عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہے، ان کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ عورتیں جن سے عارضی طور پر نکاح سے منع کیا گیا ہے، دوسری وہ جن سے دائمی حرمت ہے، تو اگر حالت کفر میں ایسی عورتوں سے نکاح کرلیا، جن سے عارضی حرمت پائی جاتی ہے تو قبول اسلام کے

---

(۱) "و أما بنت زوجة أبيه أو ابنه فحلال" (الدر المختار علی هامش رد المحتار ۸۳/۴، فصل في المحرمات) محشی۔

بعد نکاح باقی رہے گا، لیکن جو عورتیں ہمیشہ کے لیے حرام ہیں، اسلام قبول کرنے کے بعد بھی ان کی حرمت باقی رہے گی، ماموں بھانجی کے درمیان ہمیشہ کے لیے نکاح حرام ہے،(۱) اس لیے یہ حرمت اسلام کے بعد بھی باقی ہے، ہاں نکاح کرنے کی وجہ سے جو گناہ اس سے سرزد ہوا اسلام قبول کرنے کی وجہ سے وہ معاف ہوگیا، اسی طرح جو بچے اس نکاح کی وجہ سے قبول اسلام سے پہلے پیدا ہوئے، وہ حلال سمجھے جائیں گے، لیکن آئندہ ایک دوسرے سے علیحدگی اختیار کرلینا ضروری ہوگا۔

پھوپھا سے نکاح

سوال:- {1519} میری حقیقی پھوپھی کے شوہر مجھ سے نکاح کرنا چاہتے ہیں، کیا یہ جائز ہے؟

(.......گلبرگہ، کرناٹک)

جواب:- پھوپھی اور بھتیجی کو نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں،(۲) اس لئے اگر پھوپھی زندہ ہو اور نکاح میں ہو تو آپ سے ان کا نکاح درست نہیں ہوگا، اور یہ بات کہ محض آپ سے نکاح کے لئے وہ آپ کی پھوپھی کو طلاق دے دیں، سخت گناہ ہے، اس لئے آپ اس رشتہ سے معذرت کردیں، اسی میں آپ کی بھلائی اور نیک نامی ہے۔

بیوہ سمدھن سے نکاح

سوال:- {1520} بہو کی ماں یا داماد کی ماں بیوہ ہو

(۱) ﴿ حرمت عليكم امهاتكم و بنتكم و اخواتكم و عماتكم و خلتكم و بنت الاخ و بنت الاخت ... ﴾ (النساء:۲۳) محشی۔

(۲) " عن أبي هريرة ﷺ قال : قال رسول الله ﷺ : " لا يجمع بين المرأة و عمتها و لا بين المرأة و خالتها " (صحيح مسلم:۴۵۲/۱) محشی۔

جائے تو کیا اس سے نکاح درست ہے؟ (محمد کبیر، مالنا پیٹ)

جواب:- بہو کی یا داماد کی بیوہ ماں سے نکاح درست ہے۔(۱)

خالہ زاد ماموں سے نکاح

سوال:- {1521} میری ایک کلی کے خالہ زاد ماموں اس کو بہت پسند کرتے اور وہ بھی ان کو پسند کرتی ہے، میں نے اس سے کہا کہ بھانجی کا رشتہ بیٹی کے برابر ہوتا ہے، اس لئے ان کی شادی نہیں ہو سکتی، اس سلسلہ میں حکم شرعی جاننا چاہتی ہوں۔ (ایک بہن، کریم نگر)

جواب:- پہلی بات تو یہ ہے کہ نکاح زندگی بھر کا رشتہ ہے، اپنے معاملات اپنے بزرگوں کی رائے سے طے کرنا چاہئے، ورنہ اکثر جذباتی فیصلے مستقبل میں ندامت اور پشیمانی کا باعث بن جاتی ہے، آپ اپنی سہیلی کو سمجھائیں کہ کسی مسلمان لڑکی کے لئے کسی غیر محرم کے سامنے ہونا اور ایک دوسرے پر ریجھنا مناسب نہیں —— جہاں تک خالہ زاد ماموں سے نکاح کی بات ہے تو اس کی اجازت ہے، سگے ماموں اور بھانجی کے درمیان نکاح حرام ہے قرآن نے خود اس کی صراحت کی ہے،(۲) اور حرام رشتوں کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا گیا ہے: ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ﴾ (۳) "ان کے علاوہ سے نکاح حلال ہے"

دادی کے بھانجے سے نکاح

سوال:- {1522} میری ایک سہیلی ہے جو اپنی دادی

---

(۱) "لا تحرم أم زوجة ابن" (رد المحتار ۳/۸۵) محشی۔

(۲) ﴿حرمت عليكم امهاتكم وبناتكم واخواتكم وعمتكم وخلتكم وبنت الأخ وبنت الأخت﴾ (النساء: ۲۳) مرتب۔

(۳) النساء: ۲۴۔

کی سگی بہن کے چھوٹے لڑکے سے شادی کرنا چاہتی ہے تو
کیا ان دونوں سے ایک دوسرے کی شادی جائز ہے؟
(مسکان، پانی پوری، مہاراشٹر)

جواب:- ان دونوں کے درمیان نکاح ہوسکتا ہے، حرمت نکاح کا کوئی سبب نہیں۔

خالہ زاد بھائی سے نکاح

سوال:- {1523} میری ایک سہیلی اپنے خالہ زاد
بھائی سے شادی کرنا چاہتی ہے، کیا ایسا کرنا درست ہے؟
(رخسانہ معین، پانی پوری، مہاراشٹر)

جواب:- خالہ زاد بھائی سے شرعاً نکاح جائز ہے، البتہ کسی بھی لڑکی کے لئے یہ مناسب نہیں کہ اپنے والدین کی رائے سے آزاد ہوکر اپنا رشتہ طے کرے، ایسے نکاح جو جذبات میں کئے جاتے ہیں نناوے فیصد نا کام ہوتے ہیں، اور بعد میں فریقین کے لئے پچھتانے کے سوا اور کوئی راستہ نہیں ہوتا، اس لئے رسول اللہ ﷺ نے اس بات کو پسند نہیں فرمایا ہے کہ عورت ولی کے بغیر بطور خود اپنا نکاح کرلے،(۱) بلکہ بعض فقہاء کے نزدیک تو ایسا نکاح ہی درست نہیں ہوتا،(۲) پس خالہ زاد بھائی سے نکاح جائز ہے، لیکن اپنے ولی کی رائے کو شامل کئے بغیر بطور خود اس طرح کے فیصلے کرنا کسی مسلمان لڑکی کے شایان شان نہیں۔

ماموں کی مطلقہ سے نکاح

سوال:- {1524} کیا ایک شخص اپنی ماں کے چچازاد
بھائی کی مطلقہ سے نکاح کرسکتا ہے؟ جب کہ اس عورت سے

---

(۱) الجامع للترمذي : ۱۰۲/۱۔ محشی۔
(۲) الفقه الإسلامي و أدلته : ۸۲/۷۔ محشی۔

اس سے رشتہ کا کوئی اور رشتہ نہیں ہے؟ (آر، سکندر)

جواب:- حقیقی ماموں کی مطلقہ بیوی سے نکاح کرنا درست ہے، یہ تو رشتہ کے ماموں کی مطلقہ بیوی ہے، اس سے تو بدرجہ اولیٰ نکاح درست ہو جائے گا۔

لے پالک سے نکاح جائز ہے

سوال:- {1525} کیا ایسی لڑکی سے نکاح درست ہے؟ جو بچپن سے ہمارے ہی مکان میں پلی بڑھی ہو اور میرے ماں باپ کو اپنے ماں باپ سمجھتی ہو۔

(محمد عرفات، باکارم)

جواب:- ماں باپ اور اولاد کا رشتہ محض سمجھنے اور بولنے سے قائم نہیں ہوتا، بلکہ یہ ایک قدرتی اور فطری رشتہ ہے، اس لئے محض اس وجہ سے کہ ایک شخص نے کسی لڑکی کی پرورش کی ہو اور وہ لڑکی اسے ماں باپ سمجھتی ہو، وہ لڑکی اس پرورش کرنے والے کے بچوں پر حرام نہیں ہوگی اور ان دونوں کا نکاح درست ہوگا۔

داماد اور خسر دونوں محرم ہیں!

سوال:- {1526} (الف) داماد اپنی ساس کے لئے محرم ہے یا نہیں؟

(ب) خسر اپنے بیٹے کی بیوی کے لئے محرم ہے یا نہیں؟

(حبیب صالح، بگیر گہ)

جواب:- جن رشتہ داروں سے ہمیشہ کے لئے نکاح حرام ہے ان کو "محرم" کہتے ہیں اور ان کے ساتھ سفر جائز ہوتا ہے، بشرطیکہ ایسے اسباب نہ ہوں جو فتنہ کا اندیشہ پیدا کرتے ہیں داماد اور ساس اور اسی طرح خسر اور بہو ایک دوسرے پر ہمیشہ کے لئے حرام ہیں، گو داماد کی

بیوی یا خسر کے بیٹے کا انتقال ہو جائے، اس لئے یہ ایک دوسرے کے لئے محرم ہیں۔ (۱)

میاں بیوی سمدھی سمدھن بن سکتے ہیں؟

سوال:- {1527} ایک شخص نے اپنی اہلیہ کی وفات کے بعد ایک بیوہ عورت سے نکاح کرلیا، مرد کی مرحومہ بیوی سے ایک لڑکا ہے اور عورت کے مرحوم شوہر سے ایک لڑکی ہے۔ کیا ان دونوں لڑکے اور لڑکی کا آپس میں نکاح ہو سکتا ہے؟

(محمد شریف احمد، تجر پیٹ)

جواب:- رشتۂ نسب اس وقت ثابت ہوتا ہے، جب دونوں کے باپ یا ماں کم سے کم ایک ہوں، مذکورہ صورت میں دونوں کے والد بھی الگ الگ ہیں، اور والدہ بھی، اس لیے ان دونوں کے درمیان نکاح ہو سکتا ہے۔ (۲)

ربیبہ سے نکاح

سوال:- {1528} زید اپنی مدخولہ بیوی کے مرنے کے بعد اس کے پہلے شوہر سے ہونے والی بیٹی سے نکاح کرنا چاہتا ہے، کیا یہ درست ہے؟　　(منظور عالم، چامل)

جواب:- مذکورہ صورت میں زید پر وہ لڑکی حرام ہے، وہ اس کے لئے اس سے نکاح قطعاً جائز نہیں، خود قرآن مجید میں اس کے حرام ہونے کی صراحت موجود ہے، فرمایا گیا:

﴿وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُمْ﴾ (۳)

---

(۱) النساء: ۲۳۔

(۲) کیوں کہ دونوں میں کوئی وجہ حرمت نہیں پائی جاتی، قرآن مجید میں حرمت نکاح کو بیان کرنے کے بعد ارشاد ہے: ﴿و أحل لكم ما وراء ذلكم﴾ (النساء: ۲۴) محشی۔

(۳) النساء: ۲۳۔ محشی۔

عدت وفات میں نکاح

سوال:- {1529} ایک لڑکی کو بیوہ ہوئے تیس دن نہیں ہوئے تھے کہ اس کے بڑوں نے اس کا دوسرا نکاح کردیا، کیا شرعاً یہ عمل درست ہے؟ (محمد سردار خان، سرائچور)

جواب:- شوہر کے انتقال کے بعد عورت پر عدت وفات گزارنا واجب ہے، جو حاملہ عورتوں کے لئے ولادت ہے(۱) اور دوسری خواتین کے لئے چار ماہ دس دن،(۲) اس سے پہلے نہ صرف نکاح، بلکہ بیوہ عورت کو صراحت کے ساتھ پیغامِ نکاح دینا بھی حرام ہے۔(۳) اور اگر نکاح کر بھی دیا جائے تو نکاح منعقد نہیں ہوگا، اسی لئے جو صورت آپ نے لکھی ہے اس میں نکاح نہیں ہوا، عدت گزرنے کے بعد دوبارہ نکاح کرنا اور اس وقت تک مرد و عورت کا الگ رہنا ضروری ہے۔

طلاق کے بعد دوبارہ نکاح

سوال:- {1530} زید اور ہندہ کی شادی ٹھیک چار سال پہلے ہوئی، صرف پندرہ تیس دن ساتھ رہے، کچھ دنوں پہلے زید نے وکیل کے ذریعہ ہندہ کو طلاق نامہ بھیج دیا، ہندہ بہت ہی دشواری کی حالت میں ہے، دوسری شادی کرنے میں لوگوں کے طعنوں کا اندیشہ ہے، شادی نہ کرے تو ماں، باپ اور بھائی کے لیے بوجھ ہے، اب زید اس سے دوبارہ نکاح کرنا

---

(۱) الطلاق :۴۔

(۲) البقرة :۲۳۴۔

(۳) البقرة :۲۳۵۔

چاہتا ہے تو کیا دوبارہ ان دونوں کا نکاح ہو سکتا ہے۔

(ترنم، مظفر پور)

جواب:- یہ اس بات پر موقوف ہے کہ زید نے کتنی طلاق دی ہے، طلاق نامہ کو دیکھ کر ہی اس بات کا فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ دوبارہ نکاح کی گنجائش ہے یا نہیں، مناسب ہوگا کہ آپ کسی قریبی دارالافتاء سے رجوع کریں، اور طلاق نامہ کا مضمون دکھا کر حکم شرعی معلوم کرلیں، اللہ تعالیٰ آپ کی مشکلات آسان فرمائے۔

بغیر عدت گزارے نکاح

سوال:- (1531) زید کی شادی ہوئے پانچ سال کا عرصہ ہوا شادی کے بعد زید آٹھ ماہ اپنی بیوی کے ہمراہ رہا، اس دوران زید کی بیوی حاملہ ہوگئی اور پھر ایک لڑکی تولد ہوئی، اب چار سال چار ماہ سے زید کا اپنی بیوی سے کوئی ربط قائم نہیں ہے، زید کسی دور مقام پر ہے، معلوم ہونے پر زید کی بیوی کے ذمہ دار حضرات وہاں جا کر بیوی کی رضامندی سے خلع لے کر آئے ہیں، اب زید کی بیوی دوسرا نکاح کرنا چاہتی ہے، اس کے لیے عدت کے دن گزارنا ضروری ہے یا نہیں؟ زید کی بیوی بغیر عدت کے اگر نکاح کرلے تو کیا یہ نکاح درست ہوگا؟

(باکو درم، آرماے)

جواب:- خلع دراصل ایک معاہدہ ہے جو شوہر اور بیوی کے درمیان طے پاتا ہے، جس میں شوہر حق طلاق معاوضہ لے کر دیدیتا ہے، اس لیے یہ طلاق بائن کے حکم میں ہے، اور شریعت نے طلاق واقع ہونے کی صورت میں عورت کو عدت گزارنے کا حکم دیا ہے، چنانچہ ارشاد باری ہے:

﴿وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ﴾(۱)

یہی بات فقہاء نے بھی لکھی ہے کہ وہ عورت جسے طلاق بائن دی گئی ہو تین حیض عدت میں گزارے گی:

"إذا طلق الرجل امرأته طلاقا بائنا أو رجعيا أو وقعت الفرقة بغير طلاق و هي حرة ممن تحيض فعدتها ثلاثة اقراء"(۲)

اس لیے اس عورت پر عدت واجب ہوگی۔اس عورت کا بغیر عدت گزارے کسی دوسرے مرد سے نکاح کرنا سخت گناہ ہے، نیز یہ نکاح باطل بھی ہے، یہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوا، کم سے کم اب صحیح طور پر نکاح کرلیں، تاکہ آئندہ زندگی معصیت سے محفوظ رہے۔

عدت کے بعد نکاح

سوال:- {1532} راقم نے ایک مطلقہ خاتون سے ختم عدت کے تین ماہ بعد روبرو محفل عقد نکاح ثانی کیا قبل نکاح قاضی صاحب نے طلاق نامہ سابق شوہر اور زرمہر ونفقہ عدت کے جو کہ صدر قاضی شریعت پناہ بلدہ کے جاری کردہ تھے، بعد از ملاحظہ نکاح پڑھایا اور میرے نام سیاہ نامہ جاری کیا تقریبا دو ماہ میری زوجیت میں رہنے کے بعد میری بیوی اپنے برادر کلاں کی عیادت کے لیے امریکہ روانہ ہوئیں (مجھ سے تین ماہ کے قیام کی اجازت لے کر) لیکن تین ماہ سے زیادہ عرصہ وہاں قیام ہے اور میری زوجہ کے برادر کلاں حقیقی نے

(۱) البقرة: ۲۲۸۔ محشی۔

(۲) الهداية: ۳۰۲/۲۔

مجھے بذریعہ خط لعن طعن کرتے ہوئے میرے نکاح کو غلط اور
ناجائز ٹھہرا رہے ہیں، اور مجھے اپنی زوجہ سے کسی قسم کا ربط ضبط
نہ رکھنے، خط وکتابت یا ٹیلی فون پر بات نہ کرنے کی سختی کے
ساتھ ذریعہ خط ہدایت دیے ہیں، نکاح میری زوجہ کی دوسرے
بڑے بھائی نے اپنے اقرباء کی گواہی سے بہ حیثیت وکیل
کاغذات نکاح پر اور لڑکی کی رضامندی حاصل کرتے ہوئے
دستخط کیے اور لڑکی کا دستخط بھی موجود ہے۔

(محمد سلیم خاں، باغ جہاں آرا، یاقوت پورہ)

جواب:- اگر اس خاتون کو پہلے شوہر نے طلاق دیدی، اور طلاق کے بعد عدت گذر گئی،
جوان عورتوں کے لیے تین ماہواری کا آنا(۱) اور نابالغ لڑکیوں اور سن رسیدہ عورتوں کے لیے تین
ماہ کا گذر جانا، نیز حاملہ عورتوں کے لیے بچہ کا پیدا ہو جانا ہے،(۲) اور وہ عاقل و بالغ ہوں، انھوں
نے اس نکاح کو قبول کیا ہو تو نکاح منعقد ہو گیا، اب ان کے بھائی کا یہ کہنا کہ نکاح غلط اور ناجائز
ہے، درست نہیں، مناسب ہوگا کہ آپ دونوں کسی ایسے عالم دین یا مفتی کو ثالث بنائیں، جن پر
آپ دونوں اعتماد رکھتے ہوں، اور باہمی نزاع کو حل کر لیں۔

خلع کے بعد دوبارہ نکاح

سوال:- (1533) شادی ہوئے ایک ڈیڑھ سال کے
عرصہ میں دونوں میاں بیوی میں نا اتفاقی کی وجہ سے بیوی نے
قاضی کے ذریعہ شرعی طور پر شوہر سے خلع لے لیا، تین مہینے کا
عرصہ ہوا ہے، اب دونوں طرف ندامت ہونے پر میاں بیوی

---

(۱) البقرة: ۲۲۸۔ محشی۔
(۲) الطلاق: ۴۔ محشی۔

نکاح کرنا چاہتے ہیں، کیا ان دونوں کا دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے؟

(نام نامعلوم، نزل)

جواب:- خلع سے مراد یہ ہے کہ عورت شوہر کو کچھ دے کر طلاق حاصل کر لے، اسی کی ایک صورت یہ ہے کہ اگر مہر ادا نہ کیا ہو تو مہر معاف کر کے طلاق حاصل کر لے، ایسی صورت میں طلاق بائن واقع ہوتی ہے:

"وحکمه ان الواقع به ... أی بالطلاق ...

علی مال طلاق بائن" (1)

طلاق بائن کی صورت میں دوبارہ نکاح کی گنجائش ہوتی ہے، لیکن اگر خلع میں تین بار طلاق دے دی گئی ہو تو پھر دوبارہ نکاح کی گنجائش نہیں۔

شوہر کی موجودگی میں دوسرا نکاح

سوال:- (1534) اگر کوئی عورت اپنے شوہر کو رکھتے ہوئے بھی دوسری شادی کرے تو وہ شادی ہوسکتی ہے؟

(مرزا واجد بیگ، گلشن باغ)

جواب:- اسلام میں نسب کے حفاظت کی بڑی اہمیت ہے، اسی لئے جنسی بے راہ روی پر سخت سزا مقرر کی گئی، بدکاری کی جتنی سخت سزا رکھی گئی کسی اور جرم کی اتنی سخت سزا نہیں رکھی گئی، اگر شوہر طلاق دے دے یا اس کی وفات ہوجائے تو عدت بھی واجب قرار دی گئی، مقصد یہ ہے کہ پہلے شوہر سے علاحدگی کے بعد اتنی مدت گزر جائے کہ اب عورت کے رحم میں اس مرد کی اولاد کے باقی رہنے کا کوئی احتمال نہ رہے، اس لیے ظاہر ہے کہ جو عورت کسی شوہر کے نکاح میں موجود ہو، اس سے دوسرے مرد کا نکاح کیسے ہوسکتا ہے، یہ قطعاً حرام ہے، ایک عورت جب کسی مرد کے نکاح میں چلی گئی تو اب

(1) الدر المختار علی هامش الرد: ۵/۹۱-۹۲۔

دوسرے مرد سے اس کا نکاح اسی وقت ہوسکتا ہے جب یا تو شوہر اسے طلاق دے دے یا شوہر کا انتقال ہو جائے یا کوئی ایسی بات پیش آجائے جس سے عورت مرد پر حرام ہو جاتی ہو، جیسے عورت کے ساتھ خدانخواستہ اس کے خسر یا اس کے سوتیلے بیٹے نے دست درازی کی ہو، اگر یہ صورتیں نہ پائی جائیں تو گو شوہر سے کتنے دنوں سے بھی عورت علاحدہ ہو، نہ اس کے لیے کسی اور مرد سے نکاح جائز ہے اور نہ وہ نکاح ہی درست ہوگا۔ ہاں شریعت میں اس بات کی گنجائش ہے کہ اگر شوہر اس کے حقوق ادا نہ کرتا ہو یا عرصہ سے غائب ہو تو وہ قاضی شریعت کے پاس اپنا مقدمہ لے جائے اور وہ مناسب تحقیق کے بعد نکاح فسخ کردے، ایسی صورت میں وہ شوہر سے علاحدہ ہو جاتی ہے اور اسے دوسرے نکاح کا حق حاصل ہے۔

بہر حال ان صورتوں میں بھی اگر شوہر و بیوی کی یکجائی ہو چکی تھی تو عدت کا گزارنا بھی ضروری ہے، اگر دوران عدت بھی کسی اور مرد سے نکاح کرلے تو نکاح درست نہیں ہوگا اور باہمی ازدواجی تعلقات حرام ہوں گے، واضح ہو کہ جوان عورت کے لیے طلاق کی عدت تین ماہواری کا آنا ہے، حمل کی حالت ہو تو بچہ کی پیدائش ہے۔ (۱) سن رسیدہ اور نابالغہ کے لیے تین ماہ ہے، عدت وفات حاملہ کے لیے بچہ کی پیدائش اور غیر حاملہ کے لیے چار ماہ دس دن گزارنا ہے۔ (۲) اگر نکاح کا رشتہ منقطع نہ ہوا ہو اور عدت نہ گزری ہو تو اس حالت میں کیا گیا نکاح منعقد نہیں ہوا اور اس کا کوئی اعتبار نہیں۔

حاملۂ زنا سے نکاح

سوال:- (1535) زید کا نکاح ایک لڑکی سے ہوا، دو ماہ کے عرصہ بعد لڑکی کا حمل ظاہر ہوا، ڈاکٹر کی جانچ کے مطابق لڑکی کا حمل چار سے پانچ ماہ کا تھا، نکاح کے بعد زید اور لڑکی

---

(۱) الطلاق: ۴۔

(۲) البقرۃ: ۲۳۴۔

میں مباشرت ہوئی تھی، لیکن زید پہلے سے لڑکی کے حمل سے نا
واقف تھا، پہلے سے حمل کے بارے میں لڑکی سے سختی سے
پوچھنے پر لڑکی نے اپنی زبان سے قبول کیا کہ پہلے سے حمل بکر
سے ہوا تھا، اسی اثناء زید اور لڑکی میں علاحدگی بھی ہوگئی، اب
زید کے ذہن میں کئی سوال اٹھے ہوں وہ یہ ہے کہ
(الف) کیا زید کا جو نکاح ہوا وہ شرعی نکاح تھا؟
(ب) کیا زید کو اس لڑکی کو طلاق دینا چاہئے تھا؟
(ج) کیا زید کو اس لڑکی کا مہر ادا کرنا چاہئے؟
(محمد عبد العزیز، حسینی علم)

جواب:- (الف) جس عورت کو زنا سے حمل ہو جائے، اگر حمل کی حالت میں ہی کوئی دوسرا شخص جانتے ہوئے یا انجانے میں نکاح کرلے تو نکاح منعقد ہو جائے گا، البتہ اگر اس کا حاملہ ہونا معلوم ہو تو ولادت سے پہلے اس سے مقاربت کرنا جائز نہیں، ہدایہ میں ہے:

"وإن تزوج حبلى من زنا جاز النكاح ولا يطؤها حتى تضع حملها" (۱)

یہ حکم زنا سے حمل کا ہے، اگر جائز حمل ہو تو اس حالت میں نکاح باطل ہوگا، اور اس کا کوئی اعتبار نہیں۔

(ب) اگر یہ بات ثابت ہو جائے کہ بیوی زنا کی مرتکب ہوئی ہے، تو طلاق دینا جائز ہے، لیکن اگر اس کا یہ جرم ابھی لوگوں کی نگاہ سے چھپا ہوا ہے اور امید ہے کہ عفو و درگزر سے کام لینے کی صورت میں وہ اپنی اصلاح کرلے گی، تو موجودہ حالات میں طلاق سے گریز بہتر ہے، اس لئے کہ ایسی مطلقہ عورت کا دوسرا نکاح سماج میں بدنامی کی وجہ سے بہت دشوار ہے، اور اس میں

---

(۱) الهداية :۳۱۲/۲۔ محشی۔

خطرہ ہے کہ وہ مستقل طور پر گناہ میں پھنستی چلی جائے، البتہ زنا کی وجہ سے جو حمل قرار پایا ہو، چار ماہ کے اندر اس کو ساقط کردینا جائز ہے۔

(ج) جب اس لڑکی سے نکاح منعقد ہو چکا ہے اور شوہر نے اس عورت کی عصمت سے نفع بھی اٹھایا ہے تو اب شوہر پر اس کا پورا مہر ادا کرنا بھی واجب ہے، اس غلطی کی وجہ سے اس کو مہر سے محروم نہیں کیا جاسکتا۔

زانیہ کی لڑکی سے نکاح

سوال:- (1536) الف کے ایک عورت سے ناجائز تعلقات تھے، اب وہ اپنے لڑکے کا نکاح اس عورت کی لڑکی سے کرنا چاہتا ہے، کیا شرعاً یہ نکاح درست ہوگا؟

(حمید الدین، ملک پیٹ)

جواب:- زانی کے لڑکے کا نکاح زانیہ کی لڑکی سے درست ہے۔

"و یحل لأصول الزاني و فروعه أصول المزني بها و فروعها" (1)

البتہ احتیاط بہتر معلوم ہوتی ہے۔

زانیہ سے نکاح

سوال:- (1537) کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ میری بیوی شادی سے پہلے زید سے ناجائز تعلقات رکھتی تھی، شادی کے بعد مجھے اس حقیقت کا علم ہوا، وہ اب حاملہ بھی ہے، آپ بتائیں کہ اب مجھے قرآن اور

---

(1) رد المحتار: ۴/۱۰۷۔

صحیح حدیث کی روشنی میں کیا اقدام کرنا چاہئے؟ (ق، م، ع)

جواب:- زنا سخت گناہ ہے، اگر اسلامی حکومت ہو، اور زنا کرنے والے کے اقرار یا چار عینی گواہوں کی گواہی سے قاضی کے نزدیک زنا کا جرم ثابت ہوجائے تو قاضی کے حکم سے اس پر زنا کی شرعی سزا جاری ہوگی، جو غیر شادی شدہ کے حق میں سو کوڑے مارنا (۱) اور شادی شدہ کے حق میں سنگسار کردیا جانا ہے، (۲) جہاں اسلامی حکومت نہ ہو، وہاں کے لئے یہ سزا نہیں، کیوں کہ شریعت کی ان سخت سزاؤں کے لئے اسلامی ماحول کا ہونا اور برائیوں کے محرکات پر روک لگایا جانا ضروری ہے، البتہ توبہ و استغفار ہر حال میں واجب ہے، اگر صدق دل سے توبہ کی جائے، اور آئندہ اس سے باز رہا جائے، تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس گناہ کو معاف کردیں، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ توبہ کرنے والا ایسا ہے کہ گویا اس نے گناہ ہی نہیں کیا:

"التائب من الذنب كمن لاذنب له" (۳)

اگر کوئی عورت زنا کی مرتکب ہو اور اس سے نکاح کیا جائے تو شرعاً نکاح منعقد ہوجاتا ہے، کیوں کہ نکاح کے درست ہونے کے لئے قرآن و حدیث میں مرد و عورت کے پاک دامن ہونے کی شرط نہیں فقہاء نے لکھا ہے کہ

> "اگر کسی عورت کو زنا کا حمل ہو اور اس حالت میں اس کا نکاح ہوجائے، تب بھی نکاح منعقد ہوجائے گا البتہ جو حمل ثابت النسب ہو، اس حاملہ عورت کا نکاح درست نہیں، کیوں کہ ثابت النسب حمل قابل احترام ہے" (۴)

اس لئے آپ کا نکاح اس عورت سے منعقد ہوگیا، اگر نکاح کے بعد چھ ماہ پورا ہونے پر

---

(۱) النور:۲۔ محشی۔
(۲) الهداية: ۲/۵۰۹۔ محشی۔
(۳) سنن ابن ماجة، حدیث نمبر: ۴۲۵۰۔ محشی۔
(۴) الهداية: ۳/۲۳۔

بچہ پیدا ہوا، تو اس بچہ کی نسبت آپ کی طرف ہوگی اور وہ آپ کا بچہ سمجھا جائے گا، اور اگر چھ ماہ کے اندر بچہ پیدا ہوا تو وہ ثابت النسب بچہ نہیں ہوگا۔

جہاں تک اس عورت کو رکھنے اور طلاق دینے کی بات ہے تو آپ کے لئے شرعا اس کو طلاق دینا جائز ہے، اور اصلاح کی امید نہ ہو تو طلاق دینا بہتر ہے، اور اگر وہ اپنی غلطی پر نادم ہے اور اس کے موجودہ حالات کے تحت امید ہے کہ آئندہ وہ ایسی برائی کا ارتکاب نہیں کرے گی، تو اس کو اپنے نکاح میں رکھنے کی گنجائش ہے، اور ایسی صورت میں آپ کو معاف اور درگزر کرنے کا ثواب بھی مل سکتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

''زانی کا نکاح زانیہ سے ہوگا'' کا مطلب

سوال:- {1538}(الف) زانی نکاح کسی کے ساتھ نہیں کرتا، بجز زانیہ یا مشرکہ کے، اور زانیہ کے ساتھ بھی اور کوئی نکاح نہیں کرتا، بجز زانی یا مشرک کے (سورۂ نور) — ہم کو کس طرح معلوم ہو کہ فلاں شخص زانی یا زانیہ ہے، کیونکہ ہر شخص کے ذاتی حالات تو معلوم نہیں ہو سکتے۔

(ب) اگر زید نے انجانے میں کسی کے ساتھ بدکاری کی ہے، اور گناہ کے بعد ہمیشہ کے لئے توبہ کر لی، تو کیا یہ توبہ مقبول ہے، اور وہ کسی دوسری نیک لڑکی سے شادی کر سکتا ہے؟

(ش، ک)

جواب:- (الف) اس آیت کا مقصد یہ ہے کہ زانیہ سے زانی ہی نکاح پسند کر سکتا ہے، اسی طرح زانیہ ہی زانی کو اپنے لیے بطیب خاطر پسند کر سکتی ہے، رہ گیا کسی شخص کے حالات سے واقف ہونا، تو اگر کسی مرد یا عورت کے بارے میں معتبر ذریعے سے زنا کا ثبوت نہ ہو تو اسے نیک

اور پاک دامن ہی تصور کیا جائے گا، کیونکہ ایک مسلمان کا ایسے شرمناک گناہوں سے محفوظ ہونا ہی متوقع ہے۔

(ب) جب زید نے ہمیشہ کے لیے توبہ کر لی ہے اور اب اس سے مجتنب ہے تو ان شاء اللہ اس کی توبہ مقبول ہوگی، دوسری نیک لڑکی سے اس کا نکاح کر لینا بھی درست ہے۔

نومسلمہ سے نکاح

سوال:- (1539) ایک شخص نے ایک غیر مسلم عورت سے بقول اس کے اسلام قبول کرا کر نکاح کر لیا، وہ عورت کئی بچوں کی ماں اور ایک وفادار شوہر کی بیوی تھی، اس عورت کو اس کے پہلے شوہر نے نہیں چھوڑا تھا، اس صورت میں اس عورت کے ساتھ اس مسلم شخص کا نکاح درست ہے یا نہیں؟

(منور سلطان، دیکھتہ، مدھوبنی)

جواب:- غیر مسلم عورت اسلام لے آئے اور اس کا شوہر مسلمان نہ ہو تو اتفاق ہے کہ اس عورت کا اپنے اس کافر شوہر سے رشتہ ازدواج ختم ہو جائے گا اور اس کا کسی اور مسلمان مرد سے نکاح کرنا جائز ہوگا، البتہ حنفیہ کے یہاں اس کی تفصیل یہ ہے کہ مسلم ملک میں یہ صورت پیش آئے تو قاضی شوہر پر اسلام پیش کرے گا، اگر وہ قبول کرے تو نکاح باقی رہے گا، انکار کرے تو دونوں میں تفریق کا فیصلہ کر دے گا، غیر مسلم ملک ہو تو تین حیض انتظار کرے گی، اگر اس درمیان شوہر کو اسلام کی توفیق ہو جائے تو نکاح باقی رہے گا، ورنہ وہ آپ سے آپ اس مرد کی زوجیت سے آزاد ہو جانے کی اور یہی مہلت کافی ہوگی، عدت بھی واجب نہیں۔

"وإذا أسلمت المرأة في دار الحرب و زوجها کافر ... لم يقع الفرقة عليها حتى تحيض ثلاث

حيض ثم تبين من زوجها ... وإذا وقعت
الفرقة والمرأة حربية فلا عدة عليها و إن كانت
هي المسلمة فكذلك عند أبي حنيفة "(۱)

اگر شخص مذکور نے اسی تفصیل کے مطابق اس عورت سے نکاح کیا تو نکاح درست ہے۔

آغاخانی فرقہ سے نکاح

سوال:- {1540} ہندہ اہل سنت والجماعت سے تعلق
رکھتی ہے اور زید آغاخانی فرقہ سے تعلق رکھتا ہے کیا شریعت کی
رو سے ان میں شادی ہوسکتی ہے؟

(محمد شاہد، پاٹن پوری، مہاراشٹر)

جواب:- آغاخانیوں کے بعض عقائد کافرانہ ہیں، اس لئے مسئولہ صورت میں نکاح درست نہیں، تفصیل کے لئے حضرت مفتی شفیع صاحبؒ کی جواہر الفقہ جلد دوم ملاحظہ ہو۔

قادیانی سے نکاح

سوال:- {1541} میری بہن کی شادی ایک قادیانی
لڑکے سے ہوئی ہے، شادی کو بارہ سال ہوگئے، ان سے تین
بچے بھی ہیں، کیا یہ نکاح جائز ہے؟ اور جائز نہ ہو تو اسے کیا کرنا
چاہئے؟ (بشریٰ خاں، قدیم توپ خانہ)

جواب:- قادیانی کافر ہیں، ان کا کافر ہونا شک و شبہ سے بالاتر ہے، تمام امت مسلمہ کا اس پر اتفاق ہے، پس کسی مسلمان عورت کا قادیانی مرد سے، یا کسی مسلمان مرد کا قادیانی عورت سے نکاح جائز نہیں، اگر ایجاب و قبول کر بھی لیا جائے تو نکاح منعقد نہیں ہوگا، اس لئے

---

(۱) الهداية: ۲/۳۴۷، باب نكاح أهل الشرك۔

آپ کو چاہئے کہ اپنی بہن کو سمجھائیں، اور اس قادیانی مرد سے الگ کریں، ہاں! وہ مرد توبہ کے لئے تیار ہو تو اس سے دوبارہ نکاح کیا جاسکتا ہے، توبہ کی صورت یہ ہے کہ وہ شخص کلمۂ شہادت پڑھے اور کہے کہ رسول اللہ ﷺ پر ہر طرح کی نبوت ختم ہے اور آپ ﷺ کے بعد جس نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا ہے، بشمول مرزا غلام احمد قادیانی کے وہ جھوٹا ہے۔ اس اعتراف کے بعد ہی سمجھا جائے گا کہ اس نے کفر سے توبہ کی ہے، اگر وہ صرف یہ کہے کہ میں محمد ﷺ کو خاتم النبیین مانتا ہوں، تو یہ کافی نہیں، کیونکہ یہ حضرات خاتم النبیین کے لفظ کی غلط، نامعقول اور سلف صالحین سے منقول توضیح سے مختلف تشریح کیا کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان حضرات کو ہدایت اور قبول حق کی توفیق عطا فرمائے۔

موجودہ دور کے اہل کتاب سے نکاح

سوال:- (1542) (الف) کیا ایک مسلمان مرد موجودہ سماج کی کرسچن لڑکی سے شادی کرسکتا ہے؟ اگر شادی کرچکا ہے تو ان کے ازدواجی تعلقات کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

(ب) موجودہ سماج میں کسی مسلمان لڑکی کا کسی اہل کتاب لڑکے سے شادی کرنا کیا شرعاً درست ہے؟

(ابویوسف، میر جملہ تیگ)

جواب:- (الف) جو لوگ نام کے عیسائی اور یہودی ہوں، لیکن عقیدہ کے اعتبار سے خدا کے وجود، نبوت و وحی اور ملائکہ وغیرہ کے قائل نہ ہوں، وہ ملحد ہیں، ان کا شمار اہل کتاب میں نہیں، گو خاندانی نسبت کی بنا پر وہ یہودی یا نصرانی کہلاتے ہوں۔

(ب) جو لوگ مذہبی اعتبار سے واقعی یہودی یا عیسائی ہوں، گو حضرت عیسیٰ کو اللہ کا بیٹا ٹھہراتے ہوں، لیکن عفت و عصمت اور پاکدامنی کا ان کے یہاں لحاظ ہو، تو ایسی عورتوں سے

کسی مسلمان مرد کا نکاح کرنا مکروہ ہے، کیونکہ قرآن میں پاک دامن کتابیہ عورت سے نکاح کی اجازت دی ہے۔

(ج) جو لوگ واقعی اہل کتاب ہوں اور ان کی عورتوں کے بارے میں پاکدامن ہونے کا گمان ہو، لیکن وہ مسلمانوں کا ملک نہ ہو، بلکہ غیر مسلموں کو غلبہ حاصل ہو تو ایسی جگہ کتابیہ عورتوں سے مسلمان مرد کا نکاح کرنا مکروہ تحریمی ہے "یکرہ تزوج نساء اهل الحرب من الکتابیات" (۱)

(د) موجودہ حالات میں مسلم ملکوں میں بھی ایسی عورتوں سے نکاح کرنا کراہت سے خالی نہیں علامہ شامیؒ نے ان سے نکاح کو مکروہ تنزیہی قرار دیا ہے: "یفید کراهة التنزیه فی غیر الحربیة" (۲)

علامہ شامیؒ نے یہ بات اپنے عہد کے لحاظ سے فرمائی ہے، موجودہ دور میں عرب حکمرانوں اور اعلی عہدیداروں کی زوجیت میں یہودی اور عیسائی خواتین کے رہنے نے ایسے فتنے پیدا کئے ہیں اور عالم اسلام کو ایسا ناقابل تلافی نقصان پہونچایا ہے کہ یہ کہنا غلط نہیں ہوگا کہ مغربی تہذیب کے اس دور میں مسلم ملکوں میں کتابیہ عورتوں سے نکاح کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ واللہ اعلم۔

(ب) جہاں تک مسلمان عورتوں کے اہل کتاب مردوں سے نکاح کی بات ہے، یہ قطعاً حرام اور ناجائز ہے، کسی بھی غیر مسلم مرد سے مسلمان عورت کا نکاح نہیں ہوسکتا ہے۔ (۳)

سنی شیعہ کے نکاح وطلاق کے چند مسائل

سوال:- (1543) (الف) ہندہ سنی عورت ہے اور زید شیعہ ہے اور شادی دونوں کے رسم ورواج کے مطابق

(۱) أحکام القرآن للجصاص: ۱/۳۳۷۔
(۲) رد المحتار: ۴/۱۳۵، ط کراچی۔
(۳) البقرة: ۲۲۱۔ محشی۔

ہوئی، شادی ہوئے ۲۲ سال ہوگئے، کیا یہ جائز ہے؟

(ب) شوہر نشہ میں تین طلاق دے چکا ہے، شیعہ حضرات کا کہنا ہے کہ جب تک لکھ کر نہ دے اس وقت تک واقع نہ ہوگی، کیا یہ صحیح ہے؟

(ج) ہندہ نے اپنے سامان جہیز و سونے سے ایک زمین پر مکان تعمیر کیا جو اس کی والدہ کو دیا ہوا ہے، البتہ اس میں شوہر نے مہر پر خرچ کے لئے جو رقم دی تھی، اس میں اپنی سلیقہ شعاری سے بچت کر کے تھوڑا تھوڑا کر کے مکان تعمیر کیا، یہ کس کا حق ہے؟

(د) بچوں کے خرچ کے واسطے شوہر جو خرچ دے وہ عورت کے واسطے حلال ہے یا نہیں؟ (قطب الدین، ورنگل)

جواب: (الف) شیعہ حضرات کے مختلف فرقے ہیں، جن میں بعض کو مسلمان کہا جاسکتا ہے اور بعض پر علماء نے کفر کا فتویٰ لگایا ہے اور ان کے مردوں سے نکاح کی اجازت نہیں دی ہے، ان میں ہندہ کے شوہر اگر یہ عقیدہ رکھتے ہوں کہ قرآن میں تحریف کی گئی ہے جیسا کہ فرقہ امامیہ اثنا عشریہ کا عقیدہ ہے اور خود آیت اللہ خمینی نے اپنی کتاب " کشف اسرار " میں لکھا ہے تو ان سے نکاح درست نہیں ہوا اور ہندہ کو فوراً اس سے علاحدگی اختیار کرلی چاہئے۔

(ب) نشہ کی حالت میں دی ہوئی طلاق بھی امام ابو حنیفہؒ کے یہاں واقع ہوجاتی ہے، اس طرح ہندہ زید پر حرام ہوچکی۔

" وطلاق السكران واقع إذا سكر من الخمر أو النبيذ " (۱)

(۱) الفتاوی الهندية ۱/۳۵۳۔

(ج) اگر شوہر حق شرعی کے مطابق بچوں کی پرورش کا کام ہندہ سے لے اور بچوں کے لئے کچھ دیں تو پرورش کی اجرت کے طور پر ہندہ بھی اپنی بنیادی ضروریات میں خرچ کرلے تو یہ جائز ہوگا۔

(د) شوہر کے پیسوں سے بچا کر وہ اس میں لگایا ہو تو شوہر کی دی ہوئی رقم ہبہ متصور ہوگی، وہ بھی ہندہ ہی کی ملکیت قرار پائے گی۔

غیر مسلموں سے نکاح

سوال:- {1544} آج کل شریعت اسلامیہ کی نافذ کردہ پابندیوں سے فرار اختیار کرنے کے لئے کچھ نام نہاد مسلمان اپنے کو سیکولر کہہ کر فخر محسوس کرتے ہیں، ویسے کچھ لوگ اپنی شادی غیر مسلم عورتوں سے کرکے دونوں میاں بیوی اپنے اپنے مذہب پر عمل پیرا ہوتے ہیں، ایسے لوگوں کے بارے میں شریعت کیا حکم دیتی ہے؟ کیا ان کے جسمانی تعلقات، زنا کے دائرہ میں نہیں آتے؟ اور کیا ان کے بچے جائز ہوں گے؟

(اقبال احمد، تکیہ، آسام، ۱۸/۱/۹۸ء)

جواب:- اسلام نے مشرکین سے نکاح کو حرام قرار دیا ہے، اور خود قرآن مجید میں اس کی صراحت موجود ہے:

﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ وَلَأَمَةٌ مُؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِنْ مُشْرِكَةٍ وَلَوْ أَعْجَبَتْكُمْ﴾ (۱)

غیر مسلموں میں صرف اہل کتاب یعنی یہودیوں اور عیسائیوں کا استثناء ہے کہ ان کی عورتوں

---

(۱) البقرۃ: ۲۲۱۔

سے مسلمان مرد نکاح کر سکتے ہیں، بشرطیکہ وہ واقعی یہودی یا عیسائی ہوں، وہ ان کی مذہبی دعوت کو ماننے والی ہوں اور مسلمان شوہر کے ایمانی، اخلاقی، تمدنی اقدار سے متاثر ہونے کا اندیشہ نہ ہو؛ مشرک عورتوں سے نکاح کے جائز نہ ہونے اور نکاح بھی کرے تو اس کے منعقد نہ ہونے پر امت کا اجماع و اتفاق ہے:

"وحرمة نكاح الوثنية بالإجماع" (۱)

ان کے جسمانی تعلقات واقعی زنا کے درجہ میں ہے، ان سے پیدا ہونے والے بچوں کا نسب ثابت و صحیح نہیں، اس لئے کہ مشرکہ سے نکاح فاسد نہیں بلکہ فقہاء کی اصطلاح کے مطابق باطل ہے، اور نکاح باطل ہونے کی صورت میں پیدا ہونے والا بچہ ثابت النسب نہیں مانا گیا ہے۔

غیر مسلم مرد سے مسلمان عورت کا نکاح

سوال:- (1545) اگر کوئی مسلمان عورت ہندو سے شادی کرلے اور اس کا شوہر اسلام قبول نہ کرے تو کیا عورت اس کے ساتھ زندگی بسر کر سکتی ہے؟

(ذوالفقار، اکبر باغ، حیدرآباد)

جواب:- ہرگز نہیں! کسی غیر مسلم مرد سے خواہ وہ کسی مذہب کا ماننے والا ہو، مسلمان عورت کا نکاح ہی نہیں ہو سکتا، (۲) اس لئے جب تک یہ عورت اس مرد کے ساتھ رہے گی، مسلسل گناہ کی مرتکب ہوگی، اس کی خواتین کو سمجھا کر علاحدگی پر آمادہ کرنا چاہئے، یا کوشش کرنی چاہئے کہ غیر مسلم مرد اسلام لے آئے اور پھر سے نکاح کر دیا جائے۔

---

(۱) الدر المختار علی هامش رد: ۲۹۸/۲۔

(۲) البقرة: ۲۲۱۔

مسلمان لڑکی کا غیر مسلم لڑکے کے ساتھ فرار ہونا

سوال:- {1546} ایک مسلم لڑکی ایک غیر مذہب لڑکے (دھوبی) کے ساتھ فرار ہوچکی ہے، تین ماہ کا عرصہ گزرا ہے، ابھی حرام میں مبتلا ہے، اسی کے ساتھ گزر بسر کررہی ہے، لوگوں کا کہنا ہے کہ اس سے چھڑا کر کسی دوسرے مسلمان سے نکاح کردو، کیا ہم اپنے نظروں سے دیکھتے ہوئے دوسرے بھائی کو دھوکہ دے سکتے ہیں؟ اور لڑکی کا باپ تو بالکل گھر میں لے آنے پر راضی نہیں ہے، اس لڑکی کو مارڈالنے پر تلا ہوا ہے، کیا ایسی لڑکی دین سے خارج ہے؟ کیا دین میں آنے کی گنجائش ہے؟ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے مطابق ہماری رہبری فرمائیں تو نوازش ہوگی۔ (طیب اعظمی، یوپی)

جواب:- کسی مسلمان عورت کا نکاح کئے بغیر کسی شخص کے ساتھ فرار ہوجانا سخت گناہ ہے، اور کافر کے ساتھ تو اور بھی شدید معصیت ہے، کیونکہ کافر سے کسی مسلمان عورت کا نکاح نہیں ہوسکتا۔(۱) لیکن توبہ واستغفار کی وجہ سے بڑے سے بڑا گناہ بھی معاف ہوجاتا ہے، اس کی وجہ سے لڑکی دین سے خارج نہیں ہوتی، لہذا یہ بات مناسب نہیں کہ اب اس لڑکی کو اس کا باپ اپنے گھر نہ آنے دے کہ اس کے نتیجے میں وہ اور برائیوں میں مبتلا ہوتی جائے گی، اور نہ یہ مناسب اور شرعاً درست ہے کہ لڑکی کو مار دیا جائے، صحیح طریقہ یہ ہے کہ اس سے توبہ کرائی جائے، اور اگر وہ غیر مسلم لڑکا اسلام قبول کرنے کو تیار ہوجائے تو اسے کلمہ پڑھا کر اسی سے نکاح کردیا جائے، اور اگر اس کے لئے تیار نہ ہو تو کسی اور مسلمان لڑکے سے اس کا نکاح کردیا جائے، تاکہ وہ حلال اور جائز طریقہ پر اپنی زندگی گزار سکے، اور اگر وہ زنا کی وجہ سے حاملہ ہوگئی ہو اور ابھی چار

(۱) البقرۃ : ۲۲۱۔

ناوے کم کا حمل ہو تو اس بات کی بھی گنجائش ہے کہ اس کا حمل ساقط کردیا جائے، اور اس کے اس گناہ کی تشہیر اور لوگوں سے اس کا تذکرہ بھی درست نہیں، کیونکہ اگر مسلمان سے کسی گناہ کا ارتکاب ہو تو اس کے ساتھ ستر اور پردہ پوشی کا معاملہ کرنا چاہئے، حدیث شریف میں اس کی بڑی فضیلت آئی ہے۔(۱)

غیر مسلم سے کیا ہوا نکاح

سوال:- {1547} ایک شخص مسلمان تھا، اس نے مرتد ہوکر غیر مسلمہ سے شادی کرلی، توفیق الٰہی سے وہ تائب ہوکر مسلمان ہوا، مگر غیر مسلمہ مشرکہ کو وہ نکاح میں رکھے ہوا ہے، جب کہ دونوں کی بولت کو بچے ہیں؟ (مقبل انجم، بجارہ بار)

جواب:- ارتداد سے تائب ہونا حسن توفیق کی بات ہے، اللہ تعالیٰ ان کو استقامت عطا فرمائے، لیکن کسی مسلمان کے لئے یہودی و عیسائی عورت کے علاوہ کسی اور غیر مسلم عورت سے نکاح کرنا یا اس کے ایمان نہ لانے کے باوجود اس نکاح پر باقی رہنا درست نہیں، اسے چاہئے کہ مذکورہ خاتون سے میاں بیوی کا خصوصی تعلق بالکل ترک رکھے، اسے خود بھی اسلام کی دعوت دے اور دوسرے سمجھدار لوگوں کے ذریعہ بھی اسلام کی طرف راغب کرے، اور اس کی ہدایت کے لئے خوب الحاح وزاری کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعاء بھی کرے، بہر حال شوہر کے ایمان لانے کے بعد اگر ۳/ ماہواری آجانے کے باوجود عورت ایمان نہ لائے تو مسلمان مرد کا نکاح اس سے ختم ہوجاتا ہے،(۲) اس لئے وہ شرعاً ان کی بیوی نہیں ہے۔

---

(۱) صحیح البخاري، حدیث نمبر: ۲۴۴۲۔ محشی۔
(۲) البحر الرائق: ۳/ ۳۷۰۔ محشی۔

کرسچن لڑکی سے نکاح

سوال:- {1548} کیا مذہب تبدیل کئے بغیر کرسچن لڑکی سے نکاح کرسکتے ہیں؟ (پی، ایچ، حسین، مشیرآباد)

جواب:- اگر کوئی لڑکی واقعی عیسائی ہو، یعنی نبوت اور خدا کا یقین رکھتی ہو، لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتی ہو اور حضور ﷺ کی نبوت پر اس کا ایمان نہ ہو تو وہ قرآن کی اصطلاح میں اہل کتاب میں سے ہے اور قرآن میں اہل کتاب سے نکاح کو جائز قرار دیا ہے،(۱) اسی لئے فقہاءؒ نے اسے جائز قرار دیا ہے،(۲) لیکن حنفیہ نے دارالکفر میں کتابی عورت سے نکاح کو مکروہ قرار دیا ہے،(۳) کیونکہ اندیشہ ہے کہ مسلمان ان کی تہذیب سے متاثر ہو جائیں، میرا خیال ہے کہ موجودہ زمانہ میں عالم اسلام پر مغربی تہذیب وثقافت کی چھاپ اتنی گہری ہوگئی ہے اور بعض ممالک میں مسلمان کے نکاح میں غیر مسلم عورتوں کے آنے کی وجہ سے ایسے شدید سیاسی، تہذیبی اور مذہبی نقصانات مسلمانوں کو پہنچے ہیں کہ فی زمانہ کتابیہ عورتوں سے نکاح کرنا مطلقاً مکروہ ہونا چاہئے۔ واللہ اعلم۔

مرتد کا نکاح

سوال:- {1549} ایک شخص کو مسجد میں بعض لوگوں نے مرتد قرار دیا، اس نے تحریراً اپنی غلطی قبول کی اور پھر سے مسلمان ہوا، اس کی بیوی پر اس کے عمل سے کیا اثر ہوا؟

(ایک دینی بہن)

---

(۱) المائدۃ :۵۔

(۲) الفتاوی الهندیة:۱/۲۸۱۔

(۳) رد المحتار :۴/۱۳۴۔ محشی۔

جواب:- اگر شوہر مرتد ہوا، اس کو دوبارہ اسلام لانے کو کہا گیا اور اس نے اسلام قبول کرلیا، اس کے مرتد ہونے اور اسلام قبول کرنے کے درمیان بیوی کو تین حیض آنے کی نوبت نہیں آئی تو نکاح برقرار رہے گا۔

عارضی مدت کے لئے نکاح

سوال:- {1550} میرے ایک ساتھی کا کہنا ہے کہ قرآن کریم کی ایک آیت سے عارضی نکاح کی اجازت ثابت ہوتی ہے، تو مقررہ مدت کے لئے کیا گیا نکاح کیا اسلام کی رو سے جائز ہے، یا غیر شرعی اور باطل ہے؟

(عثمان لاری، عزیز باغ کالونی)

جواب:- آپ کے ساتھی کا خیال بالکل غلط ہے، قرآن عارضی اور وقتی نکاح کی اجازت نہیں دیتا، اسلام سے پہلے عرب میں مرد و عورت کے تعلق کی مختلف ایسی صورتیں نکاح سے موسوم تھیں، جو بے حیائی پر مبنی تھیں، یہاں تک کہ یہ بھی ہوتا تھا کہ ایک عورت بیک وقت کئی مردوں کے نکاح میں ہوتی تھی، نکاح کے مروجہ صورتوں میں ایک صورت نکاح متعہ کی تھی، اس نکاح میں مقررہ وقت یا مدت کے لئے عورت مرد کے نکاح میں آتی تھی، یہ بھی کوئی بہتر طریقہ نہیں تھا، شرافت انسانی کا تقاضہ یہی ہے کہ رشتہ نکاح دوام واستحکام پر مبنی ہو، لیکن حکمت کا تقاضہ یہ تھا کہ اسے تدریجاً ختم کیا جائے، اس لئے ابتداء اسلام میں اس کی ممانعت کا اعلان نہیں کیا گیا، غزوۂ خیبر کے موقع سے آپ ﷺ نے اس کی ممانعت کا اعلان فرمایا، خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس کے راوی ہیں۔ (۱) چنانچہ اہل سنت والجماعت کا اس کی حرمت پر اتفاق ہے، اس لئے اسلام میں عارضی اور وقتی نکاح کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں۔

---

(۱) صحیح مسلم: ۱/۴۵۰۔

حرمت مصاہرت

حرمت مصاہرت سے مراد

سوال:- (1551) تمیں جون کے شمارہ میں آپ کے شرعی مسائل کے کالم میں ایک فقہی اصطلاح "حرمت مصاہرت" استعمال ہوئی ہے، اس اصطلاح سے عام اردو قاری ناواقف ہیں اگر اس کی تشریح فرمائیں تو مہربانی ہوگی۔

(ابوزبیر ہاشمی، ریاض)

جواب:- "مصاہرت" کے معنی سسرالی رشتہ کے ہیں محرم رشتہ داروں میں سے کچھ وہ ہیں جو سسرالی رشتہ سے تعلق رکھتے ہیں، جیسے سسر، ساس، اور ان کا پدری یا مادری سلسلہ، بیوی کی بیٹی، شوہر کا بیٹا، انہی رشتہ داروں سے حرمت کو "حرمت مصاہرت" کہا جاتا ہے۔

ویڈیو کی تصویر سے حرمت مصاہرت

سوال:- (1552) آج کل بعض واقعات ایسے پیش

آ رہے ہیں کہ جرائم پیشہ عناصر بعض عورتوں کو اغوا کرکے یا منشیات اور ہوش وحواس کھودینے والی دوائیں پلا کر عورتوں کی برہنہ تصویریں، جو فحش صورتوں پر مبنی ہوتی ہے، لے لیتے ہیں اور ان کے ویڈیو بناتے ہیں، یہ ویڈیو مہنگے داموں فروخت کیے جاتے ہیں، بہت سی شریف خواتین اس استحصال کا شکار ہوچکی ہیں۔ اب اگر کوئی شخص ایسی ویڈیو فلم میں عورت کے ان اعضاء کو دیکھے جن کا دیکھنا حرمت مصاہرت پیدا ہوجانے کا سبب ہے، تو کیا اس کی وجہ سے حرمت مصاہرت ثابت ہوجائے گی، اور اس کی ماں اور بیٹی دیکھنے والے پر حرام ہوجائے گی؟ (عبید الدیان قاسمی، جدہ)

جواب:- امام ابوحنیفہؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک زنا اور دواعی زنا سے بھی حرمت پیدا ہو جاتی ہے،(۱) دواعی زنا میں عورت کی شرمگاہ کو دیکھنا بھی شامل ہے، بشرطیکہ یہ اس کے لیے شہوت وہیجان کا باعث بنا ہو، لیکن یہ حرمت اس وقت ہے جب عین جسم کا مشاہدہ پایا جائے، اگر کوئی صورت یا اس کا عکس آئینہ میں یا پانی میں نظر آئے تو اس سے حرمت ثابت نہیں ہوتی:

"لا تحرم المنظور إلى فرجها الداخل إذا رآه من مرآة أو ماء لأن المرئي مثله بالإنعكاس" (۲)

ویڈیو کی صورت بھی چونکہ عکس کی ہے اس لیے ویڈیو میں اگر اس طرح کی چیزیں دیکھنے میں آئیں تو اس کی وجہ سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوگی۔

---

(۱) البحر الرائق: ۳/۱۷۴، ط: مکی۔
(۲) الدر المختار مع رد: ۳۰/۱۰۹-۱۰۹۔

کیا بیوی کے ساتھ خلاف فطرت فعل سے نکاح ختم ہوجاتا ہے؟

سوال:- (1553) کیا عورت کی پچھلی شرمگاہ سے صحبت کرنے سے عورت نکاح سے خارج ہوجاتی ہے؟

(قاری ایم ایس خان، اکبر باغ)

جواب:- یہ صورت سخت گناہ کی ہے، رسول اللہ ﷺ نے اس سے بہت ہی شدت سے منع فرمایا ہے اور اس کے مرتکب پر لعنت بھیجی ہے،(۱) البتہ اس کی وجہ سے نکاح ختم نہیں ہوتا؛ البتہ چوں کہ یہ فعل شرعی اعتبار سے بھی مذموم و حرام ہے اور طبی اعتبار سے بھی سخت تکلیف دہ اور اذیت کا باعث ہے، اس لئے اگر شوہر اس حرکت سے باز نہ آتا ہو تو وہ دار القضاء میں فسخ نکاح کے لیے درخواست دے سکتی ہے۔

کیا زنا سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے؟

سوال:- (1554) اگر کوئی شادی شدہ عورت زنا کی مرتکب ہوجائے تو کیا اس کا نکاح باقی رہتا ہے؟ اور غیر شادی شدہ لڑکی نے زنا کیا تو اس کا نکاح دوسرے مرد سے ہوجائے گا؟

(ایک بہن، پھولانگ، نظام آباد)

جواب:- زنا سخت گناہ ہے، چنانچہ شادی شدہ مرد و عورت کے لیے زنا کی سزا کسی مسلمان کے مرتد ہوجانے سے بھی زیادہ سخت ہے، لیکن اگر شوہر کے باپ یا اپنے سوتیلے بیٹے سے ایسی قبیح حرکت کی نوبت نہ آئی ہو، بلکہ کسی اور کے ساتھ ملوث ہوئی ہو تو اس سے نکاح نہیں

(۱) سنن ابن ماجۃ، حدیث نمبر:۱۹۲۳، باب النهي عن إتيان النساء في أدبارهن۔

ٹوٹے گا، غیر شادی شدہ لڑکی اس کی مرتکب ہو تو اس کا بھی نکاح کرنا درست ہے، بلکہ سماج کے ذمہ دار لوگوں کا فریضہ ہے کہ اس کا اشاعت ہونے دیں، اور اس کا نکاح کردیں، تا کہ آئندہ وہ آبرومندانہ زندگی بسر کر سکے، لیکن بہر حال زنا شدید گناہ ہے اور اگر کسی مسلمان مرد و عورت سے اس برائی کا ارتکاب ہو جائے تو اسے پورے احساس ندامت کے ساتھ توبہ و استغفار کرنا چاہئے، اور آئندہ اس سے احتیاط کرنا چاہئے۔

* * *

نکاح میں ولی اور کفاءت کا بیان

نکاح میں لڑکی کی اجازت ضروری ہے

سوال:- [1555] میری ایک سہیلی کی شادی اس کی مرضی کے خلاف ہونے والی ہے، وہ ایک لڑکے کو پسند کرتی ہے، جو دین دار اور صوم وصلاۃ کا پابند ہے، اور اس کے والدین جس لڑکے سے اس کا رشتہ طے کررہے ہیں، وہ مالدار تو ہے لیکن دین دار نہیں، تو کیا والدین کا لڑکی کی رضامندی کے خلاف اس کا نکاح کروانا درست ہے؟ اور اگر لڑکی والدین کی اس بات کو نہ مانے تو کیا یہ والدین کی خلاف ورزی ہوگی، اور اس پر گناہ ہوگا؟ (ریحانہ تحریم، نظام آباد)

جواب:- اگر لڑکی بالغ ہو تو باپ پر واجب ہے کہ اس کی رضامندی ہی سے رشتہ کرے، زبردستی اس پر کوئی رشتہ تھوپ دینا جائز نہیں، (۱) یہ بچوں کے ساتھ حق تلفی ہے، اور حق تلفی کسی کی

---

(۱) صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۵۱۳۶، باب لا ینکح الأب و غیرہ البکر و الثیب الخ

بھی ہو، گناہ ہے، اس معاملہ میں چوں کہ شریعت نے نکاح کرنے والوں کی پسند و ناپسند کو زیادہ اہمیت دی ہے، اس لیے اگر ماں باپ کا مرغوب رشتہ لڑکی کو پسند نہ ہو تو اسے مناسب طریقہ پر اس سے انکار کرنے کا حق حاصل ہے، اس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں ،(۱) البتہ لڑکیوں کو بھی یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ ان کے اولیاء زیادہ تجربہ کار اور حالات سے واقف ہیں، اور وہ ان کے بہی خواہ بھی ہیں، اس لیے اگر وہ کسی رشتہ کو مناسب سمجھتے ہوں تو بہتر ہے کہ اسے ترجیح دی جائے، اور اگر اس رشتہ سے طبیعت کو بالکل ہی اباء نہ ہو تو دل کو اس پر راضی کرنے کی کوشش کی جائے، ولی کے لیے بالغ لڑکی پر کسی رشتہ کو تھوپنا گناہ ہے، اور خود لڑکی کے لیے ولی کے انتخاب کو (اگر دل آمادہ ہو سکے) قبول کر لینا مستحب ہے۔

نکاح میں اولیاء کا رویہ

سوال:- {1556} خلاصہ سوال: ۲۷ دسمبر کو محترمہ ریشما خانم کے جواب میں آپ رقمطراز ہیں کہ اولیاء زیادہ تجربہ کار اور حالات سے واقف ہیں، اس لئے اگر وہ کسی رشتہ کو مناسب سمجھتے ہیں تو بہتر ہے کہ اسے ترجیح دی جائے، اس سلسلہ میں عرض ہے کہ:

(الف) آج کل کئی والدین نکاح سے پہلے اپنی اولاد سے اجازت لینا اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں، ان کے مشورہ کے بغیر رشتہ طے کر دیا جاتا ہے اور نکاح کے وقت خاندان کی عزت کے لئے نہ چاہتے ہوئے بھی لڑکی ہاں کہہ دیتی ہے تو کیا اس طرح مجبوراً ہاں کہہ دینے کی صورت میں نکاح ہو جائے گا؟

---

(۱) " و ینعقد نکاح الحرۃ العاقلۃ البالغۃ برضائها ، و إن لم یعقد علیها ولي ، بکرا کانت أو ثیبا " (الهدایۃ : ۳۱۳/۲ ، باب في الأولیاء و الإکفاء) محشی۔

(ب) اگر لڑکا یا لڑکی کسی کو بدچلنی یا آوارگی کی وجہ سے
پسند نہیں کریں اور والدین ذات وجماعت کی وجہ سے اس لڑکی
یا لڑکے کو ترجیح دیں، حالانکہ لڑکی یا لڑکا مکمل کر اس رشتہ کا انکار کر
چکے ہیں تو کیا ایسا نکاح جائز ہوگا؟　　　(غلام غوث، بمبئی)

جواب:- یہ بات میں نے پہلے بھی لکھی ہے کہ لڑکے اور لڑکی سے مشورہ کئے بغیر ان کا رشتہ طے کر دینا جائز نہیں، (۱) بلکہ حق تلفی ہونے کی وجہ سے گناہ ہے، لیکن انسان کے دل میں کیا ہے؟ اس سے دوسرا شخص واقف نہیں ہوسکتا، زبان سے جو بات کہی جائے وہی دوسروں کے لئے علم واطلاع کا ذریعہ ہے، اس لئے اگر لڑکی اور لڑکے کو رشتہ پسند نہ ہو تو اسے جرأت سے کام لے کر ایجاب وقبول اور اجازت کے وقت صاف طور پر انکار کر دینا چاہئے، لیکن اگر وہ زبان سے ہاں کہہ دے، تو نکاح منعقد ہو جائے گا، کیوں کہ ایجاب وقبول زبان کا فعل ہے اور زبان کے بول پر ہی اس کا انحصار ہے۔

میرے جواب کا منشاء یہ ہے کہ بعض دفعہ لڑکے اور لڑکیاں جذبات اور ناسمجھی میں نامناسب رشتے کر لیتے ہیں اور بعد میں نباہ نہیں ہو پاتا، اس لئے وہ مجبور تو نہیں ہیں کہ اولیاء کے رشتہ کو قبول ہی کرلیں، لیکن اگر طبیعت میں اس رشتہ کی طرف رغبت ہو تو اس کو ترجیح دینا بہتر ہے۔

بلا وجہ والد نکاح میں رکاوٹ ڈالے تو؟

سوال:- {1557} میرے والد صاحب شروع ہی سے
غیر ذمہ دار رہے ہیں، میری والدہ نے بڑی محنت ومشقت سے
میری پرورش کی، اب میں اور میرے بھائی برسر روزگار ہیں اور
عمر کافی ہو گئی ہے، والد صاحب ہر رشتہ میں رکاوٹ پیدا کر دیتے
ہیں، وہ نہیں چاہتے کہ میری یا کسی بھائی کی شادی ہو، ان کا

(۱) "لا یجوز للولي إجبار البکر البالغة علی النکاح" (الهداية ۲/۳۱۴) محشی۔

خیال ہے کہ اس طرح آمدنی کا ذریعہ بند ہوجائے گا، میری
والدہ ہم لوگوں کے نکاح کے لئے راضی ہیں، نکاح نہ کرنے کی
صورت میں گناہ کا اندیشہ بھی ہے، تو کیا ہم والد کے رضا اور
شرکت کے بغیر شادی کرسکتے ہیں؟ (مرزا احمد بیگ، حیدرآباد)

جواب: – رسول اللہ ﷺ نے اس بات پر زور دیا ہے کہ جب لڑکے اور لڑکیاں جوان ہو جائیں تو ان کا نکاح ہوجانا چاہئے، آپ ﷺ نے یہ بات خود لڑکوں کو بھی مخاطب کر کے فرمائی (۱) اور والدین کو بھی اس جانب توجہ دلائی، (۲) جوان اور مستطیع آدمی کے لئے تجرد کی زندگی کو آپ ﷺ نے بہت ہی ناپسند فرمایا، حضرت عطیہ بنت بشر مازنی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ نکاح ہماری سنتوں میں سے ہے، جو لوگ تجرد کی زندگی گزارتے ہیں وہ بدترین لوگ ہیں، "فإن من سنتنا النكاح شراركم عزابكم" (۳) چنانچہ قرآن وحدیث کی ہدایات کو سامنے رکھ کر فقہاء نے معتدل حالت میں نکاح کو سنت اور اگر گناہ میں پڑنے کا اندیشہ ہو تو واجب قرار دیا ہے:

"وأما صفته فهو أنه في حالة الاعتدال سنة
مؤكدة وحالة التوقان واجب" (۴)

اس لئے مناسب بات تو یہ ہے کہ آپ اپنے والد صاحب کو صحیح صورت حال اور شریعت کے حکم سے آگاہ کریں اور ان کی رضامندی وشرکت کے ساتھ نکاح کریں، لیکن اگر وہ اس سے انکار کرتے ہوں تو آپ حضرات کے لئے اپنے طور پر نکاح کر لینے میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ بندوں کی نافرمانی سے زیادہ قابل لحاظ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔

---

(۱) صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۳۴۰۰۔ محشی۔
(۲) الجامع للترمذي، حدیث نمبر: ۱۰۷۵، باب ما جاء في تعجيل الجنازة۔ محشی۔
(۳) مجمع الزوائد: ۲۵۰/۴۔
(۴) الفتاوى الهندية: ۲۶۷/۱۔

ولی کی موجودگی میں وکیل کے ذریعہ نکاح

سوال:- {1558} عاقدہ کے قریبی رشتہ دار یعنی تایا، چچا کے موجود ہوتے ہوئے بھی، کیا عاقدہ کی جانب سے کسی اور کو وکیل بنا کر ایجاب وقبول کرایا جاسکتا ہے؟

(نظام الدین، دربھنگہ)

جواب:- اگر لڑکی نابالغ ہو تو قریب ترین ولی کی طرف سے ایجاب یا قبول ضروری ہے، (۱) اور ولی اپنی طرف سے کسی کو وکیل یا قاصد بھی بنا سکتا ہے، کیوں کہ نابالغ کا نکاح ولی کی وساطت کے بغیر نہیں ہوسکتا، بالغ لڑکی خود اپنے نفس کی مجاز ہے، ولی کی وساطت اس کے لئے مستحب ہے، نہ کہ واجب، اسی کو فقہ کی اصطلاح میں ولایت ندب کہتے ہیں، (۲) اس لئے اگر بالغ لڑکی ولی کی موجودگی میں کسی کو اپنا وکیل بنائے اور وکیل کے ذریعہ ایجاب وقبول ہو جائے تو نکاح منعقد ہو جائے گا، البتہ بہتر یہی ہے کہ ولی کے ذریعہ ہی ایجاب وقبول انجام پائے۔

بالغہ لڑکی کا رشتہ اس سے رائے لئے بغیر

سوال:- {1559} ایک بالغہ باکرہ لڑکی کا رشتہ کیا اس کی مرضی اور رضامندی معلوم کئے بغیر کسی سے طے کر سکتے ہیں؟ درانحالانکہ وہ لڑکی کنایہ واشارہ سے اپنی ناخوشی اور ناپسندیدگی کو ظاہر کر رہی ہو۔ (عبدالحمید، رام ناز، جھلواڑ)

جواب:- حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

(۱) " الولاية تنفيذ القول على الغير الخ و هو شرط صحة نكاح صغير " (الدر المختار على هامش رد المحتار ۴/۱۱۵-۱۱۳) محشی ۔

(۲) حوالہ سابق

"شوہر دیدہ عورت کا نکاح اس سے مشورہ کے بغیر اور کنواری
لڑکی کا نکاح اس سے اجازت کے بغیر نہیں کیا جائے"(۱)

چنانچہ فقہاء لکھتے ہیں کہ اگر بغیر اجازت و مشورہ کے نکاح کردیا تو اس نے سنت کی خلاف ورزی کی ، اور اب یہ لڑکی کی اجازت پر موقوف رہے گا۔

"وإن زوجها بغير استئمار فقد أخطأ السنة و
توقف على رضاها" (۲)

اولیاء کو لڑکی کے اس حق کا لحاظ رکھنا چاہئے ، اس کا لحاظ نہ رکھنے اور جبر و دباؤ کی راہ اختیار کرنے کی وجہ سے بعض دفعہ ناخوشگوار واقعات پیش آتے ہیں ، علاوہ اس کے یہ بجائے خود لڑکی کو اس کے شرعی حق سے محروم کرنا اور اس پر ظلم کرنا ہے جس کا گناہ اور عنداللہ قابل مواخذہ ہونا ظاہر ہے۔

لڑکی خود نکاح کرلے

سوال:- [1560] کیا کوئی لڑکی اپنے گھر والوں کی مرضی کے بغیر نکاح کرسکتی ہے؟ اگر نہیں تو کیا یہ مساوات کے خلاف نہیں ہے؟ (محمد آصف، لام، کنکور)

جواب:- بالغ لڑکی کو خود اپنا نکاح کرنے کا حق حاصل ہے ،(۳) البتہ بہتر ہے کہ وہ ولی کو اعتماد میں لے کر نکاح کرے ، ظاہر ہے کہ مرد و عورت کے حالات مختلف ہیں ، عورتیں چونکہ گھر میں رہتی ہیں وہ اپنے منگیتر کے حالات سے کما حقہ واقف نہیں ہوسکتیں ، اس لیے ان کے لیے ولی کی اہمیت زیادہ ہے ، اس میں عورت کے ساتھ ناانصافی نہیں ہے بلکہ اس کے مستقبل کا زیادہ تحفظ پیش نظر ہے۔

---

(۱) الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۱۱۰۷۔
(۲) رد المحتار: ۹۹/۳-۲۹۸۔
(۳) الهداية: ۳۱۳/۲، محشی۔

کم عمر لڑکی کا عمر دراز مرد سے نکاح

سوال:- {1561} بیرون ملک کے لڑکوں سے یہاں کی لڑکیوں کی شادی کی جاتی ہے دونوں کی عمر میں بہت فرق ہوتا ہے، اکثر اوقات یہ شادی محض پیسے کی لالچ میں ہوتی ہے، لڑکیاں اپنے ماں باپ اور بھائی کے لئے پیسے لاتی ہیں، تو کیا یہ نکاح درست ہوگا اور ان کے پیسے قبول کرنا جائز ہوگا؟

(ایم اے عارشد، گلشن باغ چورا)

جواب:- نکاح کے درست ہونے کے لئے عاقدین کا مسلمان ہونا کافی ہے، خواہ وہ کسی علاقہ کے ہوں اور خواہ ان کے درمیان عمر کے اعتبار سے تفاوت کیوں نہ ہو، لہذا یہ نکاح منعقد ہوجائے گا،(۱) ان کا تعلق شرعاً حلال ہوگا، اور اگر اس کا شوہر اپنے سسرال والوں کی مالی اعانت کرے تو یہ اعانت بھی جائز ہوگی، البتہ یہ ضرور ہے کہ محض پیسوں کی حرص میں سن وسال کی مناسبت کی رعایت کئے بغیر شادی کرنا طبی اور نفسیاتی اعتبار سے تو نقصان دہ ثابت ہوتا ہی ہے، بعض اوقات دینی اعتبار سے بھی بہت مضرت کا باعث ہوجاتا ہے اس لئے کوشش کرنی چاہئے کہ چاہے کوئی قلیل المعاش آدمی کیوں نہ ہو، اگر عمر اور اخلاق کے اعتبار سے مناسب ہو تو اس کو ترجیح دی جائے۔

اس میں شبہ نہیں کہ بعض اوقات مال ومتاع کی حرص ماں باپ کو ایسی غیر متوازن شادی پر آمادہ کرتی ہے جو نہایت ہی مذموم اور شرمناک بات ہے، لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ زیادہ تر اس کے باعث وہ نوجوان اور ان کے خدا ناترس والدین ہیں، جو خطیر رقم کی بھیک اور سامان لئے بغیر نکاح کے لئے تیار نہیں ہوتے، اور ایک باعزت عقد کے بجائے اپنے وجود کی قیمت وصول کرتے ہیں، اللہ تعالی سے بے خوف اور رحمت ایمانی سے خالی و عاری ان لوگوں کو اللہ تعالی ہدایت عطا فرمائے۔ وباللہ التوفیق وھو المستعان۔

---

(۱) البحر الرائق :۳/۵۵، مکی۔

شرابی کی بیٹی سے نکاح

سوال:- {1562} میرے بھائیوں ، بہنوں کی شادیاں ہوچکی ہیں، میں غریب لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہوں، مگر اس کے والد کو شراب پینے کی عادت ہے، کیا میرے لیے ایسے نشہ خور شخص کی لڑکی سے نکاح کرنا درست ہوگا؟

(سید فاروق، نرمل)

جواب:- اگر لڑکی خود احکام شریعت کی پابند ہو، تو اس سے نکاح کرنے میں کچھ حرج نہیں، ممکن ہے کہ آپ کا اس گھر میں جانا اس کے والد کے لیے بھی اصلاح کا ذریعہ ہوجائے، نکاح تو کافر کی مسلمان لڑکی سے بھی کیا جاسکتا ہے اور ظاہر ہے کہ شرابی کا گناہ کافر سے کمتر ہے۔

سید کا نکاح دوسری برادری کی لڑکی سے

سوال:- {1563} کیا سید لڑکے کا نکاح سید لڑکی ہی سے ہوسکتا ہے؟ شیخ ، مغل ، پٹھان وغیرہ سے نہیں ہوسکتا ؟ اسلام میں اس کی کیا حیثیت ہے؟

(محمد جہانگیر الدین طالب ، باغ امجد الدولہ)

جواب:- حضرت ابوسعید خدری ﷺ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”تمہارے رب ایک ہیں اور تمہارے باپ بھی ایک ہی ہیں، لہذا تقویٰ کے علاوہ کسی اور وجہ سے کسی عربی کو کسی عجمی پر، اور گورے کو کالے پر فضیلت حاصل نہیں“ (۱)

(۱) مجمع الزوائد، حدیث نمبر: ۱۳۰۹۷۔

نیز حضرت عقبہ بن عامر ﷺ کی روایت میں ہے کہ ''تمہارا نسبی تعلق بہتری کا باعث نہیں'' ''ھذہ لیست بمسبة علی احد ''(۱) اس لئے کسی بھی مسلمان کا نکاح دوسرے مسلمان سے ہو سکتا ہے۔

البتہ چونکہ بعض اوقات مختلف خاندانوں کے رہن سہن اور معاشرت میں فرق ہوتا ہے، اور اس کی وجہ سے اندیشہ رہتا ہے کہ آئندہ نکاح کا دوام و استحکام متاثر ہو جائے اور ناچاقی کی صورت پیدا ہو جائے، اس لئے معاشرتی مصلحت کے تحت فقہاء نے کفاءت کی گنجائش رکھی ہے، اور اس کا اعتبار عورت کی جانب سے رکھا ہے، کہ اگر عورت کا نکاح کسی ایسے مرد سے ہوا جسے سماج میں نسبتاً کمزور سمجھا جاتا ہو، اور یہ نکاح لڑکی نے اپنے طور سے کیا ہو، تو ولی کو اس پر اعتراض کرنے کا حق حاصل ہوگا، یا لڑکی اور اس کے اولیاء کو غلط باور کرا کر نکاح کرلیا گیا ہو تو اس صورت میں بھی اس نکاح کو فسخ کرایا جا سکتا ہے، لیکن لڑکا جس عورت سے بھی نکاح کرے خواہ سماجی اعتبار سے وہ کمزور سمجھی جاتی ہو، نکاح لازم ہو جائے گا کیونکہ مرد کے حق میں یہ بات باعث عار نہیں سمجھی جاتی — بہر حال بہتر یہی ہے کہ رشتوں میں دین اور تقویٰ کو معیار بنایا جائے نہ کہ ذات پات اور برادری کو۔

دھوکہ میں نیم پاگل لڑکی سے شادی

سوال:- {1564} ۲۶/فروری ۱۹۸۹ء کو ایک عقد نکاح انجام پایا، لیکن بعد میں پتہ چلا کہ لڑکی نیم پاگل ہے، لڑکی کے سرپرستوں نے شادی سے قبل اس کی کوئی اطلاع نہیں دی، لڑکی کے سرپرستوں سے اس ضمن میں جب گفتگو کی گئی تو انہوں نے قبول کیا کہ لڑکی پہلے سے پاگل تھی، مگر

---

(۱) مجمع الزوائد، حدیث نمبر: ۷۳۷۴۔

ڈاکٹروں نے مشورہ دیا تھا کہ شادی کر دیجئے ، ہو سکتا ہے کہ اس سے ٹھیک ہو جائے اس لیے ہم نے شادی کر دی ، واضح رہے کہ لڑکی جنسی لحاظ سے بھی بالکل بے حس ہے ، اس کے اندر جنسی جذبات پیدا ہی نہیں ہوتے ہیں ، جس طرح عام طور پر لڑکی جب مباشرت کے لیے ذہنی طور پر آمادہ ہوتی ہے تو اس کے اندام نہانی میں رطوبت پیدا ہو کر جنسی عضو میں کشادگی پیدا ہو جاتی ہے ، اور زنانہ عضو مردانہ عضو کو قبول کرنے پر تیار ہو جاتا ہے ، اس طرح کی کوئی بات پیدا نہیں ہوئی جس کی وجہ سے خلوت صحیحہ نہیں ہو پائی ، لڑکی کی جنسی اور ذہنی معذوری کی وجہ سے ہم اس رشتہ کو منقطع کرنا چاہتے ہیں ، اس سلسلہ میں حسب ذیل باتیں دریافت طلب ہیں:

(الف) آیا اس طرح کا ایجاب وقبول درست ہے اور شرعی اعتبار سے یہ نکاح منعقد ہوا یا نہیں ؟ دنیاوی قانون کے لحاظ سے ذہنی طور پر معذور افراد سے کوئی معاہدہ منعقد ہی نہیں ہوتا۔

(ب) اگر شرعی اعتبار سے نکاح منعقد ہو گیا ہے تو مہر کی ادائیگی کی کیا شکل ہوگی ؟

(ج) لڑکی سے جنسی تعلق اور خلوت صحیحہ نہ ہونے پر مہر کا کیا حکم ہے ؟

(د) چونکہ ہمیں لڑکی کی حالت کے بارے میں جان بوجھ کر دھوکہ اور فریب دیا گیا ہے اس لیے ہم اخراجات کی

طلب کر سکتے ہیں یا نہیں؟

(محمد یوسف الدین، جلی نگر بھی آباد، حیدرآباد)

جواب:- تمام معاملات بشمول نکاح میں دھوکہ دینا ناجائز اور گناہ ہے، تاہم آپ نے جن احکام کے متعلق سوال کیا ہے امام ابوحنیفہ کے یہاں دھوکہ دہی کی وجہ سے ان پر کوئی اثر نہیں پڑیگا(۱) لہٰذا آپ کے سوالات کے جوابات اس طرح ہیں:

(الف) عورت بالکل پاگل نہ ہو بلکہ اس کی دماغی صحت یک گونہ متاثر ہو تو اس کی طرف سے ایجاب وقبول درست ہے، اور اگر مکمل پاگل ہو تو بھی اس کے والد کی طرف سے بطور ولی ایجاب وقبول درست ہوگا، (۲) اس لیے ایجاب وقبول درست ہے اور نکاح منعقد ہو گیا۔

(ب) مہر مقرر واجب ہوگا سوائے اس کے کہ لڑکی معاف کر دے، اور خلع پر معاملہ طے پا جائے۔(۳)

(ج) خلوت صحیحہ سے مراد جماع وہمبستری نہیں ہے بلکہ ایسی تنہائی ہے جس میں جماع پر قدرت ہو سکے سوال میں جو صورت لکھی گئی ہے کہ عورت کے اندر جنسی حس نہیں ہے اور اس کی وجہ سے اندام نہانی میں رطوبت پیدا نہیں ہوتی، یہ ایک طرح کا مرض ہے، اس کے باوجود خارجی طور پر کسی چکنی شئی کا استعمال کر کے مرد جماع پر قادر ہو سکتا ہے، اس لیے اس صورت میں مرد

---

(۱) "ولا يثبت في النكاح خيار الروية والعيب ...فاذا شرط احدهما لصاحبه سلامة عن العمى والشلل ـ فوجد بخلاف ذالك لا يثبت الخيار" (الفتاوى الهندية: ۲۷۳/۱، الباب الثاني فيما ينعقد به النكاح)

(۲) "وفي الكبير والكبيرة تدور مع الجنون عدما او وجودا سواء كان الجنون اصليا بان بلغ مجنونا او عارضا بان طرء بعد البلوغ" (بدائع أما الذي يرجع الى المولى عليه: ۳۴۱/۲) "وهو اى الولى شرط صحة نكاح الصغير والمجنون" (الدر المختار باب الولى)

(۳) "و إذا خلا الرجل بامراته وليس هناك مانع من الوطى فلها كمال المهر" (الهداية: ۳۲۶/۲)

وعورت کی یکجائی خلوت صحیحہ کے حکم میں ہوگی اور پورا مہر واجب ہوگا۔(۱)

(د) امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک کفاءت (برابری حسب ونسب وغیرہ میں) نیز نامردی کے سوا، کسی اور معاملہ میں عاقدین نے اگر ایک دوسرے سے عیب کو چھپایا ہو تو نکاح پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑیگا اور نکاح بہر حال منعقد ہو جائے گا۔

شادی سے متعلق جو اخراجات ہیں ان کے لیے شریعت نے مکلف نہیں بنایا ہے، لوگ بطور خود خرچ کرتے ہیں اس لیے دوسرے فریق سے اس کا مطالبہ صحیح نہیں ہوگا سوائے اس کے کہ اپنی غلطی کا احساس کرتے ہوئے خود ہی دینے کو تیار ہوں۔

گنہگار والدین کی لڑکی سے نکاح

سوال:- {1565} کیا ایسے ماں باپ کی لڑکی سے رشتہ کر سکتے ہیں، جو طلاق کے بعد بھی ساتھ رہ رہے ہیں؟

(بی، ایم حسین، مشیر آباد)

جواب:- کسی بھی مسلمان لڑکی سے نکاح کرنا جائز ہے، اگر یقینی طور پر معلوم ہو کہ فلاں زوجین کے درمیان طلاق مغلظہ ہو چکی ہے پھر بھی وہ ایک ساتھ ہیں، یا طلاق بائن کے باوجود بغیر تجدید نکاح کے ایک ساتھ رہ رہے ہیں تو ان کو اس سے منع کرنا چاہئے اور اگر اندیشہ ہو کہ لڑکی نے بھی ماں باپ کا اثر قبول کیا ہوگا تو بہتر ہے کہ اس جگہ رشتہ کرنے سے گریز کیا جائے۔

اگر کوئی حالت نشہ میں نابالغ لڑکی کے نکاح کی اجازت دیدے؟

سوال:- {1566} کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں:

---

(۱) و الخلوة الصحيحة أن يجتمعا في مكان ليس هناك مانع يمنعه من الوطئ حسا أو شرعا أو طبعاً (الفتاوى الهندية: ۳۰۴/۱)

(الف) زید ایک شرابی کبابی آدمی ہے عرصہ سے شراب کا عادی ہے، زید کا بھائی عمر ہے، ایک مرتبہ زید کے یہاں کچھ عزیزو وساکین کو کھلانے کی تقریب تھی اور اس میں کچھ اشخاص رشتہ دار اور برادری کے تھے، اس تقریب کی چہل پہل میں زید کو اس کے بھائی عمر نے بہلا پھسلا کر الگ لے جاکر شراب پلائی، پھر عمر کے چند ساتھی اس جگہ آئے، اور ایک شخص کو جو کچھ پڑھا لکھا تھا لائے، عمر نے زید کو پلا کر مست کیا ہی تھا، زید سے زید کی نابالغہ لڑکی ھندہ کے نکاح کی اجازت اپنے لڑکے بکر کے لئے مانگی، زید نے اجازت دے دی یا نہیں (واللہ اعلم) فرض کیجئے دی، اس جگہ جہاں عمر کے چند ساتھی آئے تھے، نکاح پڑھا دیا گیا، نکاح ہوجانے کے بعد جب زید کو ہوش آیا اور معلوم ہوا کہ اس کی لڑکی ھندہ کا نکاح عمر کے لڑکے بکر کے ساتھ ہوگیا، زید یہ سنکر بھونچکا رہ گیا اور کہا مجھ کو کچھ نہیں معلوم! میں نے کوئی اجازت نہیں دی ہے، دریافت طلب امر یہ ہے: کہ عمر کے لڑکے بکر کا نکاح زید کی لڑکی ھندہ کے ساتھ شرعاً ہوا یا نہیں؟ جبکہ زید نشہ کی حالت میں تھا، اور عمر کی اجازت مانگنے پر اجازت دے دیا اور یہ سب حالت نشہ میں ہوا اور پھر زید نے صاف کہا اور آج تک کہتا آرہا ہے کہ میں نے کوئی اجازت نہیں دی ہے۔ مجھے نہیں معلوم مجھ سے کیا کہلوایا گیا ہے۔

(ب) مذکورہ بالا منکوحہ کا شوہر کافی عرصہ سے پاگل ہے عام طور ننگا پڑا رہتا ہے، کمرہ میں بند رہتا ہے تقریباً چار

سال کی مدت اسی طرح گزر گئی، طلاق لینے اور خلع کرنے کی توفیق تو اسکے باپ کو ہے نہیں لڑکی اپنا رشتہ کسی اور جگہ کس طرح کرے؟ لڑکی تو پہلے ہی حالت صحت ہی سے ناراض تھی تو اب کس طرح راضی ہو سکتی ہے، صدر شرعی پنچایت نے کہا ہے کہ ہم کو فسخ نکاح کا حق نہیں ہے۔ آخر اس قسم کی منکوحہ عورتوں کی زندگی کس طرح بسر ہو؟ کیا طلاق خود بخود پڑ جائے گی یا حکومت ہند کی عدلیہ کا فیصلہ مان لیا جائے گا، اگرچہ خلاف شرع کیوں نہ ہو، نیز جنون کی جتنی قسمیں ہوں سب کے احکام مدلل طور پر بتلائیں، یا لکھیں، مذکورہ شوہر کا باپ لڑکی کا کوئی سگا بھائی نہ ہونے کی وجہ سے ساری جائداد بدل خلع کے طور پر لینے کے بعد تیار ہو سکتا ہے تو لڑکی کی شادی کس طرح ہوگی، علاوہ بدل خلع کی مقدار شریعت مطہرہ میں کیا ہے؟

(ج) کسی نے دعوی کیا کہ مجھ کو شراب پلائی گئی اور فلاں کام اسی نشہ میں ہوا، گویا شرب خمر کا دعوی کیا، تو اس ضمن میں شرب خمر کا اقرار ہوا کہ نہیں؟ اور اگر ہوا تو "المرء یؤخذ باقرارہ" کا نفاذ ہوگا کہ نہیں؟ اور اگر ہوگا تو کیا پھر مقر سے مزید گواہ طلب کئے جائیں گے کہ فلاں کام بغیر گواہ کے متحقق نہ ہوگا، اگرچہ تم شرب خمر کا اقرار کرتے ہو۔ کیا مقر کی منفعت اور مضرت دیکھی جائے گی؟ اگر دیکھی جائے تو منفعت کا معیار کیا ہوگا؟ اگر شرب خمر کے اقرار کے بعد بھی گواہ ضروری قرار دیا جائے تو جبکہ شراب پلائی گئی، اور اسے ہوش نہ رہا تو وہ گواہ کہاں سے لائے گا؟ لہذا وہ اقرار جس سے حد لگتی ہے، اس

اقرار کے مشابہ یہ صورت ہو جائے گی جس پر حد نہیں لگتی، —— براہ کرم مذکورہ بالا مسائل اور متعلق جزئیات پر نظر غائر ڈال کر ہر شق کا جواب مدلل دینے کی زحمت فرمائیں۔ خصوصاً تیسرے سوال کا جواب بے حد ضروری ہے۔ ﴿وَإِنِ اسْتَنْصَرُوكُمْ فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ﴾ (القرآن) (محمد عامر بستوی، امام مسجد جہاں آرا، ہمایوں نگر حیدرآباد، ۲۸۔)

جواب:- (الف) فقہاء نے لکھا ہے کہ جس شخص کو جنون دائمی نہ ہو، بلکہ وقفہ وقفہ سے جنون کا دورہ پڑتا ہو تو حالت افاقہ ہی کا اس کا تصرف معتبر ہوگا ” وتنفذ تصرفاته في حالة الافاقة “(۱) جس طرح جنون حالت جنون میں مجنون مختوط العقل ہوتا ہے، اسی طرح نشہ کی حالت میں بھی انسان مسلوب العقل ہوتا ہے، اس لیے اگر اس نے نشہ کی حالت میں اجازت دے بھی دی ہو اور یہ بات گواہوں سے ثابت بھی ہو تو اس کا تصرف معتبر نہ ہونا چاہیے۔ فقہاء نے توکیل کے بارے میں لکھا ہے کہ:

” من شرط الوكالة أن يكون التوكيل ممن يملك التصرف ويلزمه الأحكام وإذا وكل الحر العاقل البالغ، والماذون مثلها جاز “ (۲)

(ب) اور اگر یہ نکاح صحیح بھی قرار دیا جائے تو اگر اس سے منسوب شوہر فاسق یا غیر کفو ہو تو عورت کے بالغ ہونے کے بعد خیار بلوغ حاصل ہوگا، شیخ عبدالرحمان الجزیری فقہ حنفی کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

” وصح إنكاح الأب أو الجد الصغير و الصغيرة بغبن فاحش و من غير كف ء لا

(۱) الفتاوی الهندية: ۲/۲۹۔

(۲) الهداية: ۳/۱۶۲۔

غیرهما ، و قال في شرحه : أي لو فعل الأب و الجد عند عدم الأب ، لا يكون للصغير و الصغيرة حق الفسخ بعد البلوغ ، و إن فعل غيرهما فلهما أن يفسخا بعد البلوغ "(۱)

(ج) جنون ان اسباب میں سے ہے جن کی وجہ سے قاضی شرعی یا اس کی عدم وجودگی میں شرعی پنچایت عورت کا نکاح فسخ کر سکتی ہے، البتہ عورت پر از خود طلاق واقع نہ ہوگی، یہی رائے احناف میں امام محمدؒ کی ہے، اور اسی پر فتویٰ ہے، "بدائع" نے امام محمدؒ کے مسلک کو ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

"خلوه من كل عيب يمكنها المقام إلا بضرر كالجنون ، و الجذام ، و البرص ، شرط لزوم النكاح حتى يفسخ به النكاح "(۲)

(د) اقرار اسی وقت اور اسی حد تک معتبر ہے جہاں تک کہ اس کا اثر صرف اس کی ذات تک محدود رہتا ہو، اگر اس کے اقرار کا اثر دوسروں پر بھی پڑے تو اس کے حق میں اس کا اقرار معتبر نہ ہوگا، شراب پلائے جانے کا دعویٰ ایک ایسا دعویٰ ہے، جس کا اثر دوسروں تک متعدی ہوتا ہے، اس لئے جب تک شہادت نہ ہو یا خود مدعیٰ علیہ کی طرف سے تسلیم نہ ہو قابل قبول نہ ہوگا، نیز اقرار کا معتبر ہے، شراب خوری حد میں چونکہ فقہاء کے درمیان اختلاف رائے بھی ہے، اس لئے فقہاء نے اس مسئلہ میں اقرار کو بھی بے وقعت غیر معتبر قرار دیا ہے، فتاویٰ عالمگیری میں ہے "لا يحد السكران بإقراره على نفسه "(۳) هذا ما عندي والله أعلم بالصواب علمه أتم و أحكم ۔

---

(۱) رد المحتار ۲/۳۰۳، نیز دیکھئے فتح القدیر ۳/۱۸۵، مرتب۔
(۲) بدائع الصنائع ۲/۳۲۷۔
(۳) الفتاویٰ الهندية ۲/۱۶۱۔

مرتد مسلمان لڑکی سے نکاح

سوال:- {1567} مرتد لڑکی سے سید، شیخ، یا پٹھان لڑکا کا نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟

(محمد انور خاں متعلم مدارصاحب)

جواب:- نکاح کے درست ہونے کے لیے صرف اس قدر ضروری ہے کہ مسلمان لڑکی کا شوہر مسلمان ہو اور مسلمان مرد کے لیے بہتر ہے کہ مسلمان بیوی ہو، اگر عیسائی یا یہودی عورت ہو اور نبوت وآخرت وغیرہ پر ایمان رکھتی ہو، تو اس سے بھی نکاح درست ہے، لیکن مکروہ ہے، البتہ دوسری مشرک خواتین ہندو، بدھسٹ، سکھ، قادیانی عورت سے نکاح حرام ہے، نکاح کے درست ہونے کے لیے مسلمانوں کی کسی خاص برادری سے ہونا ضروری نہیں، جو لوگ مرتد برادری سے ہوں اور مسلمان ہوں وہ دوسرے مسلمانوں کی طرح ہمارے دینی بھائی ہیں، ہمیں چاہئے کہ ان بھائیوں کو بھی اپنے سماج میں عزت ومقام دیں، ان سے سماجی روابط رکھیں اور ان کے ساتھ اچھوتوں کا سلوک نہ کریں، اس سلسلہ میں دوسرے مسلمانوں کے غلط رویہ کی وجہ سے ارتداد کا فتنہ پھوٹ جاتا ہے، اور باطل طاقتوں کو انہیں اچک لینے کا موقع ملتا ہے۔

مہر کا بیان

مہر مؤجل کس طرح ادا کرے؟

سوال:- {1566} مہر مؤجل ادا کرنے کی شرعی مدت کیا ہوتی ہے؟ زید نے آج سے ۲۹ سال پہلے اپنی بیوی سے ۲۵ ہزار روپیہ سکہ رائج الوقت اور پانچ سرخ دینار کے عوض نکاح کیا تھا، وہ وہی رقم مہر ادا کرنا چاہتا ہے، جو ۲۹ سال پہلے مقرر کیا تھا، کیا یہ بیوی کے حق میں شرعی حیثیت سے درست ہوگا یا نہیں؟ جب کہ وہ ۲۵ لاکھ سے زیادہ کا مالک ہے، شرعی نقطۂ نگاہ سے اس مہر کی کیا حیثیت ہے؟ کیا بیوی کو انتظار کروا کر تاحیات یہ مہر ادا کیا جا سکتا ہے؟ نیز سرخ دینار سے کیا مراد ہے؟ (انیس فاطمہ، گن فاؤنڈری)

جواب:- مہر مؤجل سے ایسا مہر مراد ہے جو فوراً واجب الاداء نہ ہو، اگر مہر ادا کرنے کی کوئی مدت عقد کے وقت متعین ہوگئی ہو، مثلاً پانچ سال یا دو سال وغیرہ، تو اس مدت کے اندر مہر

ادا کرنا واجب ہے، اور اگر کوئی مدت متعین نہیں ہوئی تھی تو جب بیوی مہر کا مطالبہ کرے اور شوہر مہر ادا کرنے کے موقف میں ہو تو مطالبہ کے وقت مہر ادا کردینا ضروری ہے، کیونکہ مہر شوہر کے ذمہ دین ہے، اور جب بھی دین والا دین کا مطالبہ کرے، اس کا ادا کرنا واجب ہے ۔

اگر بیوی نے اس درمیان مہر کا مطالبہ کیا اور شوہر نے باوجود مطالبہ اور مہر کی ادائیگی پر قدرت کے مہر ادا نہیں کیا تو مناسب ہے کہ مطالبہ مہر کے وقت ۲۵ ہزار روپیہ میں جتنا سونا آتا تھا، اتنا سونا شوہر ادا کردے، تاکہ اس کی تاخیر کی وجہ سے بیوی کو جو نقصان پہنچا ہے اس نقصان کی تلافی ہو جائے ، اس بات کا بھی واضح کردینا مناسب ہوگا کہ مسنون طریقہ یہ ہے کہ سونا اور چاندی کے ذریعہ مہر مقرر کیا جائے ، تاکہ زمانہ گذرنے کے ساتھ مہر بے قیمت نہ ہو جائے ، رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں درہم اور دینار سے مہر بندھے جاتے تھے اور درہم اور دینار سونے اور چاندی کے سکے تھے ، انہی کے ذریعہ مہر مقرر کیا جاتا تھا ، سرخ دینار سے سونے کی وہ مقدار مراد ہوتی جو نکاح نامہ میں لکھی ہوتی ہے ، نکاح نامہ میں سرخ دینار کی قیمت بارہ گرام سونا لکھی گئی ہے ، اس حساب سے پانچ سرخ دینار ساٹھ گرام سونے کے برابر ہوئے ۔

مہر کی ادائیگی گواہوں کی موجودگی میں؟

سوال:- (1569) کیا عورت کو مہر ادا کرتے وقت گواہوں کا ہونا ضروری ہے؟ کیا تنہائی میں بھی مرد اپنی زوجہ کو مہر ادا کرسکتا ہے؟ (محمد اسمٰعیل، شاہ پور، گلبرگہ)

جواب:- مہر ادا کرنے کے لئے گواہان کا ہونا ضروری نہیں، البتہ اگر بعد میں خدا نخواستہ اختلاف پیدا ہو جائے، ایک فریق کا دعویٰ ہو کہ مہر ادا کردیا گیا ہے اور دوسرے فریق کو اس سے انکار ہو تو اس وقت اپنے دعویٰ کو ثابت کرنے کے لئے گواہان کی ضرورت پڑ سکتی ہے، اس لئے بہتر ہے کہ مہر دیتے وقت گواہ بھی رکھے جائیں ۔(۱)

---

(۱) الهداية: ۳/ ۳۲۸، محشی ۔

مہر میں دیئے گئے مکان کا ہبہ

سوال:- {1570} زید نے اپنا ذاتی مکان اپنی بیوی کو مہر میں دے دیا، اس کی موجودہ مالیت دس لاکھ روپے ہے، زید کی نو لڑکیاں اور ایک لڑکا ہے، جن میں دو کا انتقال ہو چکا ہے، زید کی بیوی یہ مکان صرف ایک لڑکا، ایک لڑکی اور ایک نواسہ جس کی والدہ کا انتقال ہو چکا ہے کو دینا چاہتی ہے، ایک لڑکے کو ۱۲ را آنہ، ایک لڑکی کو ۲ را آنہ اور نواسہ کو ۲ را آنہ، کیا از روئے شرع یہ درست ہے؟ (سید شکیل احمد، کنجل گوڑہ)

جواب:- اگر زید کی بیوی نے اس تفصیل کے مطابق ہبہ کردیا، تو ہبہ شرعاً اور قانوناً نافذ ہوگا، لیکن کسی معقول وجہ کے بغیر اپنی اولاد میں سے کسی کو دینا اور کسی کو محروم کر دینا مناسب نہیں، حضرت عمرہ بنت رواحہ کی خواہش پر ان کے شوہر حضرت نعمان بن بشیر ﷺ نے ان کو کچھ مال دینا چاہا، اور اس پر حضور ﷺ سے گواہ بننے کی خواہش کی، تو آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کیا اپنی تمام اولاد کو دے رہے ہو؟ انھوں نے عرض کیا: نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد میں عدل سے کام لو، (۱) اس لیے یہ بات بہتر نہیں ہے کہ اپنی اولاد میں سے بعضوں کو دیا جائے اور بعض کو نہیں، یا بعض کو زیادہ دیا جائے اور بعض کو کم۔

غیر مدخولہ بیوی کا مہر اور عدت

سوال:- {1571} زید نے نکاح کیا، اور دخول سے پہلے اس کا انتقال ہوگیا، ایسی صورت میں زید کی بیوی کو کتنا مہر ملے گا؟ اور کیا وہ دوسری شادی کرسکتی ہے؟

(فضل حق، سدا سیو پیٹ)

---

(۱) صحیح مسلم: ۲/۳۷۔

جواب:- ایسی صورت میں زید کی بیوہ کو پورا مہر ملے گا، اگر نکاح کے بعد شوہر کے ساتھ بیوی کی ایسی تنہائی ہو جائے جس میں کوئی چیز صحبت سے مانع نہ ہو، یا زوجین میں سے کسی کی موت واقع ہو جائے تو پورا مہر واجب ہو جاتا ہے،(۱) شوہر کی وفات کی صورت میں عورت پر عدت وفات واجب ہے، جو غیر حاملہ عورت کے لیے چار ماہ دس دن ہے، اس عرصہ کے گزارنے کے بعد وہ دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔

دینارِ شرعی اور دینارِ سرخ

سوال:- {1572} میری بیوی کا مہر پانچ ہزار روپے اور دو دینار شرعی اور دو دینار سرخ ہے، یہ کتنی رقم ہوئی؟ جو مجھے اپنی بیوی کو ادا کرنی چاہئے، کیا میں کچھ رقم ادا کر کے کچھ معاف کرا سکتا ہوں؟ (ناصر علی، بنجارہ ہلز، حیدرآباد)

جواب:- دکن کے مطبوعہ نکاح نامہ میں ایک دینار شرعی کو ۳ رگرام سونا اور ایک دینار سرخ کو ایک تولہ یعنی ۱۲ رگرام سونا مانا گیا ہے، اس لیے ان دیناروں کی یہی قیمت سمجھی جائے گی، پس آپ کے ذمہ پانچ ہزار روپیہ اور ۳۰ رگرام سونا آپ کی بیوی کا ہے، سونے کی قیمت گھٹتی بڑھتی رہتی ہے، ادائیگی کے وقت قیمت معلوم کر کے ادا کر دیں، بہتر یہی ہے کہ آپ پورا مہر ادا کریں، اگر اس کی استطاعت نہ ہو اور بیوی اپنی خوشی سے مہر کا کچھ حصہ معاف کر دے تو اس کی گنجائش ہے۔

مہر فاطمی بہتر ہے یا شوہر کی حیثیت سے؟

سوال:-(1573) مہر کی مقدار متعین کرنے میں معیار

---

(۱) "وإذا خلا الرجل بامرأته و ليس هناك مانع من الوطئ ثم طلقها فلها كمال المهر" (الهداية ۲:/۳۲۵) محشی۔

کیا ہونا چاہئے؟ مہر فاطمی بہتر ہے یا شوہر کی حیثیت ملحوظ ہو؟
ایک صاحب نے شرعی مہر کی مقدار ۱۲ اوقیہ چاندی بتائی ہے،
کیوں کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کی صاحبزادیوں کا مہر ۱۲
وقیہ یا اس کے قریب قریب تھا، ایک اور صاحب نے کہا کہ مہر
کی مقدار شوہر کے تین مہینے کی تنخواہ یا آمدنی کے برابر ہونی
چاہئے۔ اس سلسلہ میں حکم شرعی کیا ہے؟ (غفار قادری، پربھنی)

جواب:- شریعت میں مہر کی کم سے کم مقدار تو متعین کی گئی ہے، جیسا کہ بعض احادیث کی روشنی میں حنفیہ اور مالکیہ کا نقطۂ نظر ہے۔ (۱) لیکن زیادہ سے زیادہ مقدار متعین نہیں، حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور اکثر ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کا مہر ۱۲ اور ساڑھے بارہ اوقیہ یعنی ۴۸۰ ریا ۵۰۰ درہم تھا، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اتنا ہی مہر رکھنا ضروری ہے، —— یہ کہنا کہ تین ماہ کی تنخواہ یا آمدنی کے برابر مہر ہونی چاہئے، بالکل بے اصل بات ہے، شریعت کی ہدایت اور نبوی معمولات سے اندازہ ہوتا ہے کہ مہر اتنا زیادہ نہیں ہونا چاہئے کہ شوہر ادا ہی نہ کر پائے اور اتنا کم بھی نہیں ہونا چاہئے کہ بالکل معمولی رقم ہو، بلکہ خطیر قابل ادائیگی رقم ہو، جس میں شوہر کی آمدنی اور بیوی کے خاندانی مہر دونوں کی رعایت ہو، اور اگر فوری مہر ادا نہ کر رہے ہوں تو سونے اور چاندی سے مہر متعین کیا جانا چاہئے، لیکن تاخیر کی وجہ سے اس کی مقدار کم نہ ہونے پائے۔

مہر کی ادائیگی

سوال:- (1574) میری شادی ۱۹۹۲ء میں ہوئی، میری بیوی کا مہر دینار و نقد ملا کر انیس ہزار روپیہ ہوتا ہے، حالانکہ میں نے بہت کچھ زیور بار، بچوں پر بہت خرچ کیا، لیکن مہر کی ادائیگی کی طرف ذہن نہیں گیا، اب وسائل میرے پاس

---

(۱) الفقه الإسلامي و أدلته ۷: ۲۵۱، فى المهر كمية.

نہیں ہیں، صرف ایک مکان میرے نام پر ہے، جس کا کرایہ آتا ہے، انیس ہزار روپیہ ادا کرنے کا موقف نہیں ہے، کسی بھی وقت موت آسکتی ہے، مشورہ دیں کہ مجھے کیا کرنا چاہیے؟

(خواجہ ناظم الدین، حیدرآباد)

جواب:- بیوی کا مہر اسی طرح واجب ہے، جیسے دین، موجودہ حالات میں دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ آپ کی بیوی کسی دباؤ کے بغیر اپنی رضا و رغبت سے مہر معاف کردے، دوسری صورت یہ ہے کہ آپ کی وفات کے بعد آپ کے متروکہ مکان سے پہلے بیوی کا مہر ادا کیا جائے، پھر ورثاء کے درمیان اس کی تقسیم ہو، یوں تو شرعاً ایسا ہی کرنا واجب ہے، لیکن بہتر ہے کہ آپ حین حیات ایک وصیت نامہ بھی لکھ دیں، تاکہ آپ کے بعد ورثہ کو توجہ ہو اور عند اللہ بھی آپ بری الذمہ قرار پائیں اور اگر آپ کی زوجہ کو جلد مہر ادا کرنے پر اصرار ہو تو یہ ہوسکتا ہے کہ آپ ماہانہ ایک مقررہ قسط ادا کرتے جائیں۔

طلاق بائن کے بعد نکاح اور مہر

سوال:- (1575) طلاق بائن کے بعد میاں بیوی پھر سے نکاح کرنا چاہیں تو کیا پھر سے مہر مقرر کرنا ہوگا؟

(عائشہ راوی، صنعت نگر)

جواب:- طلاق بائن سے نکاح ختم ہو جاتا ہے، البتہ اگر تین طلاق نہ دی گئی ہو، تو دوبارہ نکاح کی گنجائش رہتی ہے، چوں کہ یہ نیا نکاح ہے اور نکاح کے ساتھ مہر ضروری ہے، اس لیے اس نکاح میں بھی مہر مقرر کرنا اور اس کے مطابق دوبارہ ادا کرنا ضروری ہے۔(۱)

(۱) " و إذا تزوج امرأة و دخل بها ثم طلقها بائنا ثم تزوجها في العدة ثم طلقها قبل الدخول بها في النكاح الثاني كان عليه مهر النكاح الأول ، و هو كامل بالنكاح الثاني " (الفتاوى الهندية :۱/۳۲۳) کش۔

زیورات کے ذریعہ مہر کی ادائیگی

سوال:- (1576) کچھ ہی دنوں کے بعد میرے ایک دوست کی شادی ہے، وہ چاہتے ہیں کہ مہر کی جو رقم انہیں ادا کرنی ہے، اسے شادی کے موقع سے زیورات کی شکل میں کوئی چیز بنا کر دے دیں، کیا اس سے مہر ادا ہو جائے گا؟

(محمد عبدالحمید، بورابنڈہ)

جواب:- بہتر طریقہ یہی ہے کہ نکاح کے وقت ہی مہر ادا کر دیا جائے، یا کم سے کم صحبت سے پہلے مہر ادا کر دے، اس لئے آپ کے دوست کا یہ سوچنا بہت ہی مناسب ہے، اگر سونا ہی مقرر ہو تو مہر میں اس کو منہا کرنا آسان ہے، اگر روپیہ کے ذریعہ متعین ہو تو اس سونے کی جو مالیت ہو، اتنے حصے کی ادائیگی سمجھی جائے گی، البتہ یہ مناسب ہے کہ نکاح کے وقت صراحت کر دی جائے کہ یہ سونا بطور مہر کے ادا کیا جا رہا ہے۔

مہر میں سونے کی موجودہ قیمت کا اعتبار ہوگا

سوال:- (1577) زید کی شادی ۱۹۹۵ء میں ہوئی، جس میں مبلغ گیارہ سو روپے اور دو سرخ دینار مقرر ہوئے، دو سرخ دینار دو تولہ سونے کے مماثل ہے، زید کو مہر ادا کرنا ہو تو سونے کی قیمت اس وقت کی یا موجودہ قیمت کی ادا کرنی ہوگی؟

(ع، ق، م، صلاح پوری)

جواب:- جس وقت مہر ادا کر رہا ہے اس وقت کی قیمت کا اعتبار ہوگا، کیوں کہ اصل میں سونا ادا کرنا واجب ہے، لہٰذا جب بھی قیمت ادا کی جائے ضروری ہے کہ ادا کرتے وقت اس رقم میں سونے کی اتنی مقدار خریدی جا سکے۔

"حتی لو تزوجها علی ثوب أو کیل أو موزون
و قیمته یوم العقد عشرۃ فصارت یوم القبض
أقل لیس لها الرد وفی العکس لها ما نقص " (۱)

غیر مدخولہ کا مہر اور عدت

سوال:- {1578} زید نے نکاح کیا اور دخول سے
پہلے اس کا انتقال ہو گیا، ایسی صورت میں زید کی بیوی کو کتنا مہر
ملے گا؟ اور کیا وہ دوسری شادی کر سکتی ہے؟ (نور محمد، بنگلور)

جواب:- ایسی صورت میں زید کی بیوہ کو پورا مہر ملے گا، اگر نکاح کے بعد شوہر کے ساتھ بیوی کی ایسی تنہائی ہو جائے جس میں کوئی چیز صحبت سے مانع نہ ہو یا زوجین میں سے کسی کی موت واقع ہو جائے تو پورا مہر واجب ہو جاتا ہے، (۲) شوہر کی وفات کی صورت میں عورت پر عدت وفات واجب ہے، جو غیر حاملہ عورت کے لئے چار ماہ دس دن ہے۔ (۳) اس عرصہ کے گزر جانے کے بعد وہ دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔

مہر فاطمی کی مقدار

سوال:- {1579} مہر فاطمی کی مقدار کیا ہے؟ قول
مشہور کی رہنمائی کریں اور موجودہ زمانہ میں روپیہ کے اعتبار

(۱) الفتاوی الهندیة :۱/۳۰۳۔
(۲) " و تجب العشرة إن سماها أو دونها و یجب الأکثر منها إن سمی الأکثر و یتأکد عند الوطئ أو خلوة صحت من الزوج أو موت أحدهما " (الدر المختار علی هامش رد المحتار:۴/۲۷۰-۱۶۹) محشی ۔
(۳) البقرة :۲۳۴ ۔ محشی ۔

سے کیا مقدار ہوتی ہے؟ (مولانا شمیم اختر، جمرہ)

جواب:- حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مہر کے بارے میں قول مشہور یہ ہے کہ وہ پانچ سو درہم ہے، اس کی مقدار ایک سو اکتیس تولہ تین ماشہ چاندی ہوتی ہے، آج کل چوں کہ دس گرام کا تولہ مروج ہے، اس لحاظ سے ۱۵۳ رتولہ چاندی کی مقدار ہوگی، (۱) چوں کہ سونا اور چاندی کی قیمت میں مسلسل اتار چڑھاؤ ہوتا رہتا ہے، اس لئے آپ خود بازار سے اتنی مقدار کی چاندی کی قیمت دریافت کرلیں اور یہ بات ذہن میں رکھیں کہ اگر نکاح میں مہر فاطمی کا تعین ہوا تو جس وقت مہر ادا کیا جائے اس وقت کی قیمت کا اعتبار ہوگا۔

شوہر کی موت کے بعد مہر معاف کرانا

سوال:- {1580} کچھ لوگ خاوند کے مرنے کے بعد مہر معاف کراتے ہیں، کیا اس سے مہر معاف ہو جاتا ہے اور کیا یہ طریقہ درست ہے؟ (سید زاہد فردین، یاقوت پورہ)

جواب:- اگر عورت کسی جبر و دباؤ کے بغیر اپنی خوشی سے مہر معاف کردے تب ہی مہر معاف ہوگا، جبر و دباؤ کے تحت معاف کردے یا عورت مہر معاف کرنے کے وقت مرض وفات میں ہو تو مہر معاف نہیں ہوگا:

"لابد من صحة حطها من الرضیٰ حتی لو کانت مکرهة لم یصح وأن لا تکون مریضة مرض الموت" (۲)

اس سے قطع نظر بھی یہ نامناسب اور ناشائستہ طریقہ ہے، اگر مرد نے ترکہ چھوڑا ہو تو ہونا یہ چاہئے کہ ترکہ میں سے پہلے مہر کی رقم ادا کی جائے پھر ترکہ کی تقسیم عمل میں آئے۔

---

(۱) دیکھئے: جدید فقہی مسائل: ۱/۲۹۳۔ محشی۔

(۲) الفتاوی الهندیة: ۱/۳۱۳۔

بیوی مرحوم شوہر کا مہر معاف کردے

سوال:- {1581} کسی شخص نے بیوی کا مہر ادا نہیں کیا تھا، البتہ نیت ادا کرنے کی تھی، اسی اثناء میں اس کا انتقال ہو گیا، بعد میں بیوی نے مہر معاف کردیا، کیا ایسی صورت میں مہر ادا ہو جائے گا؟ (محمد غوث الدین قدیر، سالار خ پور، کریم نگر)

جواب:- حقوق معاف ہونے کے لئے صرف اس قدر ضروری ہے کہ معاف کرنے والا اپنی رضامندی سے معاف کردے، جس کے ذمہ حق باقی تھا، اس کا زندہ رہنا ضروری نہیں، لہٰذا اگر شوہر کی وفات ہوگئی اور بیوی نے بغیر کسی جبر و دباؤ کے مہر معاف کردیا تو یہ معاف ہونے کے لئے کافی ہے، البتہ کوشش کرنی چاہئے کہ مہر جلد سے جلد زندگی میں ادا کردے، تاکہ عنداللہ وہ اس قرض سے سبکدوش سمجھا جائے اور بیوی کے معاف کرنے کی احتیاج باقی نہ رہے، نیز اگر شوہر نے کچھ ترکہ چھوڑا ہو تو جیسے اس کے دوسرے قرض ادا کئے جائیں گے، بیوی کا مہر بھی ادا کیا جائے گا، یہ مناسب نہیں کہ ترکہ تو دوسرے ورثاء آپس میں تقسیم کرلیں اور بیوہ پر دباؤ ڈال کر مہر معاف کرادیں۔

جوڑے کی رقم اور مہر

سوال:- {1582} میری شادی والدین کی مرضی سے ہوئی، میرے والدین نے جوڑے کی رقم دس ہزار روپے لی ہے، بات چیت کے دوران میرے خسر صاحب نے فرمایا کہ جوڑے کی رقم دس ہزار لے رہے ہیں، تو مہر بھی اتنا ہی باندھا جائے، اب میں جوڑے کی رقم واپس کرنا چاہتا ہوں، تو کیا

اب بھی دس ہزار رقم بطور مہر ادا کرنا ہوگا؟

(احمد بھائی، عاشورخانہ، تاڑبن)

جواب:- جوڑے کی جو رقم آپ نے یا آپ کے والدین نے حاصل کی، وہ قطعاً گناہ اور حرام ہے، اور جلد سے جلد اس کا واپس کر دینا واجب ہے، فقہاء کی تصریحات سے بھی یہی روشنی ملتی ہے:

"ولو أخذ أهل المرأة شيئاً عند التسليم فللزوج أن يسترده؛ لأنه رشوة" (۱)

مہر کی رقم دس ہزار روپے کچھ زیادہ نہیں ہے، اور وہ تو بہر حال آپ پر ادا کرنا واجب ہے، اس لئے جوڑے کی رقم واپس کرنے کی وجہ سے مہر کی رقم میں کوئی کمی نہیں ہو سکتی، آپ مہر بھی ادا کریں اور جوڑے کی رقم بھی واپس کریں، اور اپنے والدین کو سمجھائیں کہ جو گناہ انہوں نے ناجائز رقم کا مطالبہ کر کے کیا ہے اس کے لئے اللہ سے مغفرت کے طلب گار ہوں۔

نکاح کے وقت قاضی کا بھول کر مہر کی مقدار بڑھانا

سوال:- (1583) سہیل کی شادی ایک دینی اجتماع میں ہوئی، شادی سے پہلے مہر کی رقم گیارہ سو روپیہ مقرر ہوئی تھی، اجتماع میں ایک ساتھ بہت سی شادیاں ہو رہی تھیں، ان میں اکثر لوگوں کا گیارہ ہزار مقرر تھا، قاضی صاحب نے غلطی سے سہیل کا نکاح بھی گیارہ ہزار مہر پر پڑھا دیا، سہیل اس کو گیارہ سو ہی سمجھا اور قبول کیا، لڑکی جب مکان پر آئی تو سہیل نے اس مہر کا تذکرہ کیا، لڑکی نے کہا کہ وہاں غلطی سے ہوا ہے،

(۱) الفتاوی الهندية: ۱/۳۲۷۔

مہر، تو وہی مہر ہے جو پہلے سے مقرر تھا، شادی کے فارم پر بھی
گیارہ سو ہی درج ہے، اس صورت حال میں کس کے ذمہ کتنا
مہر لازم ہے؟ (عالیہ پروین، جالے، دربھنگہ)

جواب:- مہر میں دراصل اسی مقدار کا اعتبار ہوتا ہے جو نکاح کے وقت طے پائی ہے، اگر غلطی سے بھی نکاح کے وقت گیارہ ہزار روپیہ کہہ دیا گیا اور شوہر نے قبول کرلیا تو وہی مہر اس کے ذمہ لازم ہوگی، (۱) البتہ بعد میں نکاح نامہ پر گیارہ سو کا اندراج اور زوجہ کا گیارہ سو روپیہ مہر تسلیم کرنا گویا کہ زوجہ کا گیارہ سو کے علاوہ مہر مقررہ کی بقیہ رقم معاف کردینا ہے اور زوجہ کا اپنی مرضی سے مہر مقررہ کا کچھ حصہ معاف کردینا درست ہے، (۲) اس لئے مہر گیارہ سو روپیہ ہی سمجھا جائے گا۔

پچاس سال پہلے مقرر کیا ہوا مہر

سوال:- (1584) پچاس سال پہلے زید کی شادی ہوئی
تھی اور دو سو پچاس (۲۵۰) روپیہ مہر طے ہوا تھا، تو اب اسے
کیا مہر ادا کرنا چاہئے؟ (محمد مصطفی حسین، بورحسن)

جواب:- ایسی صورت میں بہتر ہے کہ پچاس سال پہلے دو سو پچاس روپے میں جتنا سونا آیا کرتا تھا اتنا سونا یا اس کی قیمت ادا کردی جائے، کیوں کہ بعض حضرات کے نزدیک اصل اعتبار سونے ہی کا ہے، اور زیادہ تر اہل علم کے نزدیک مقررہ سکہ ہی اصل ہے، تو اگر آج کے

---

(۱) "و تجب العشرة إن سماها أو دونها و يجب الأكثر منها إن سمى الأكثر و يتأكد عند الوطئ أو خلوة صحت ألخ - قوله: و يتأكد أي الواجب من العشر أو الأكثر و أفاد أن المهر يجب بنفس العقد مع احتمال سقوطه بردتها ألخ" (الدر المختار على هامش رد المحتار: ۱۶۹/۳) محشی۔

(۲) "و ان حطت عن مهرها صح الحط" (الفتاوى الهندية: ۳۱۳/۱)

دوسو پچاس روپے ادا کردیئے جائیں تو بعض حضرات کی رائے پر مہر ادا ہوگیا اور بعض حضرات کی رائے پر مہر ادا نہیں ہوا، اور اگر اتنے سونے کی قیمت ادا کردی جائے تو تمام لوگوں کے نزدیک مہر ادا ہوجائیگا اور یقیناً یہ شریعت کے مزاج عدل سے بھی قریب ہوگا۔

ایجاب وقبول کے فوراً بعد شوہر کی وفات ہوجائے

سوال:- {1585} اگر ایجاب وقبول کے فوراً بعد مباشرت کے بغیر شوہر کا انتقال ہوجائے تو مہر کی کیا مقدار واجب ہوگی؟ مہر کون ادا کرے گا، عدت کے کیا احکام ہوں گے؟ کیا اسی وقت محفل میں دوسرے نوشہ کا انتخاب کیا جاسکتا ہے؟ (عبدالرشید، بشارت نگر)

جواب:- تین صورتوں میں بیوی کا پورا مہر واجب ہوتا ہے، میاں بیوی کے درمیان ہمبستری ہوئی ہو، یا ایسی تنہائی یا یکجائی ہوئی ہو جس میں کوئی چیز صحبت سے مانع نہیں تھی، یا صحبت یا یکجائی سے پہلے ہی زوجین میں سے کسی ایک کا انتقال ہوجائے۔ (۱) لہٰذا دلہن کا پورا مہر مقررہ شوہر متوفی کے متروکہ میں سے واجب ہوگا، جو حکم میت کے ذمہ باقی رہ جانے والے دوسرے دیون کی ادائیگی کے ہیں، وہی مہر کے بھی ہیں، یعنی مرحوم کے متروکہ میں سے پہلے مہر ادا کیا جائے گا، پھر میراث جاری ہوگی، اور میراث میں بھی بیوی حق دار ہوگی۔ عدت وفات ہر اس عورت پر واجب ہے جس کا نکاح صحیح ہوچکا ہے۔ (۲) لہٰذا اس دلہن پر بھی عدت وفات واجب ہے، کیونکہ عدت کا مقصد شوہر کی وفات پر حزن کا اظہار ہے، اور وہ اس کے حق میں بھی پایا جاتا ہے، اس لئے عدت گزارنے سے پہلے اسی مجلس میں یا مجلس کے بعد کسی اور مرد سے اس عورت کا

---

(۱) رد المحتار :۲۳۳/۴، زکریا۔
(۲) رد المحتار :۵/۱۹۷، زکریا۔

نکاح حرام ہے۔(۱) بیوہ عورت کے لئے عدت گزارنے کے جو احکام ہیں، یعنی بناؤ سنگار اور زیبائش و آرائش سے اجتناب اور شوہر کے گھر میں ایام عدت پورے ہونے تک قیام بشرطیکہ جان و مال اور عزت و آبرو کو خطرہ نہ ہو، یہی حکم اس کمسن بیوہ دلہن کے لئے بھی ہے۔

مہر میں اضافہ و کمی

سوال:- {1586} مہر کی مقرر کردہ رقم شادی کے بعد گھٹائی یا بڑھائی جا سکتی ہے؟

(محمد ضمیر عالم سہیلی، جالے، دربھنگہ)

جواب:- اگر عورت اپنی رضامندی سے مہر کا کچھ حصہ معاف کردے یا شوہر مہر میں کچھ اضافہ کردے تو ایسا کرنا جائز ہے،(۲) اور اگر اس کے پیچھے زوجین کے معاشی حالات کار فرما ہوں، مثلاً: عورت محسوس کرے کہ شوہر کے معاشی حالات ایسے نہیں ہیں کہ وہ پورا مہر ادا کر سکے اور اسی بناء پر اس نے مہر کا کچھ حصہ معاف کردیا تو ظاہر ہے کہ یہ بہتر طریقہ ہے اور صلہ رحمی میں داخل ہے۔

مہر ادا کرتے وقت گواہوں کا ہونا

سوال:- {1587} مہر ادا کرنا ہو تو کیا گواہوں کا ہونا ضروری ہے؟ کیا تنہائی میں بیوی کو شوہر مہر ادا کر سکتا ہے؟

(ع،ک، شاہ پور)

جواب:- پوشیدہ اور علانیہ ہر دو طریقے سے مہر ادا کرنا درست ہے، تاہم اگر بیوی کی

---

(۱) رد المحتار: ۱۸۸/۵۔ محشی۔

(۲) " إن زادها في المهر بعد العقد لزمته الزيادة ... و إن حطت عنه مهرها صح الحط " (الهداية: ۳۲۵/۲، باب المهر) محشی۔

جانب سے انکار کا اندیشہ ہو تو بہتر ہے کہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورت کی موجودگی میں مہر ادا کرے، تاکہ انکار کی صورت میں شوہر گواہوں کے ذریعہ اپنے مدعیٰ کو ثابت کر سکے، صاحب ہدایہ فرماتے ہیں:

"و ما سوى ذالك من الحقوق يقبل فيها شهادة رجلين أو رجل وامرأتين ، سواء كان الحق مالاً أو غير مال مثل النكاح والطلاق ۔ (۱)

دباؤ ڈال کر مہر معاف کرانا

سوال:- {1588} شوہر کے انتقال کے بعد میت کی تعزیت میں آئی ہوئی خواتین بیوہ عورت کو مہر معاف کر دینے پر اصرار کرتی ہیں اور کہتی ہیں کہ کہہ دو میں نے تمہارا مہر معاف کر دیا تو اس طرح لوگوں کے اصرار پر بیوی مہر معاف کر دے تو کیا اس سے مہر معاف ہو جائے گا، جب کہ بیوی نے دل سے مہر معاف نہیں کیا ہے؟　　(جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

جواب:- مہر معاف کرنے کے لئے دباؤ ڈالنا قطعاً جائز نہیں، اور اگر دباؤ ڈال کر عورت سے مہر معاف کرا بھی لے تو اس کا اعتبار نہیں، (۲) مہر شوہر کے ذمہ عورت کا دَین ہے، جب شوہر کا انتقال ہو جائے تو شوہر کے ترکہ میں سے پہلے مہر ادا کرنا چاہئے، پھر تمام ورثاء کو اس کا حصہ ملنا چاہئے، یہ بہت ہی ظالمانہ رسم ہے جو بعض جگہ چل پڑی ہے۔

---

(۱) الهداية: ۱۳۸/۳۔

(۲) مہر معاف نہیں ہوگا۔ "لا بد في صحة حطها من الرضى حتى لو كانت مكرهة لم يصح و من أن لا تكون مريضة مرض الموت هكذا في البحر الرائق" (الفتاوى الهندية: ۳۱۳/۱) محشی۔

مہر کے ساتھ جوڑے کی رقم یا سامان کی واپسی کا مسئلہ

سوال:- {1589} کیا فرماتے ہیں علماء دین، مفتیان شرع متین مسئلۂ ذیل کے بارے میں کہ تین طلاق واقع ہوئی تو کیا مہر کے ساتھ جوڑے کی رقم یا سامان وغیرہ حاصل کرنے کا حق بیوی کو حاصل ہے یا نہیں؟ امید کہ تفصیلاً جواب دے کر ممنون فرمائیں گے۔

(ذوالفقار علی بیگ، مدرس راستا پیٹھ، تلنگانہ)

جواب:- مہر ونفقۂ عدت کی ادائیگی واجب ہے، زوجہ کے تمام سامان مجوزہ کی واپسی بھی ضروری ہے، ---- جوڑے کی رقم جو شوہر کو دی گئی ہے وہ ہبہ نہیں ہے، بلکہ فقہی جزئیات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ رشوت کے حکم میں ہے، اس لئے اس کی واپسی بھی ضروری ہے۔(۱)

مہر میں روپیہ کے بجائے زمین

سوال:- {1590} کوئی شخص اپنی بیوی کو مہر کی رقم کے عوض زمین دے سکتا ہے؟ اس کی نیت یہ ہو کہ مہر کی رقم دینے پر بیوی استعمال کرلے گی اور زمین خود اپنے استعمال میں آئے گی کیا ایسا کرنا درست ہے؟ (محمد عبد الصمد، زیبا باغ)

جواب:- اگر مہر روپے میں طے پایا ہو تو مہر کے طور پر روپیہ ہی دینا واجب ہے، ہاں!

---

(۱) "وإذا طلق الرجل امرأته ، فلها النفقة والسكنى في عدتها رجعيا كان أو بائنا" (الهداية :۲/۴۴۳، رد المحتار :۳/۲۶، ط: پاکستان)

"أخذ أهل المرأة شيئا عند التسليم فللزوج أن يسترده : لأنه رشوة"

(الدر المختار علي هامش رد:۴/۳۶۲، ط:نعمانية)

اگر بیوی خود روپیہ کے بجائے کوئی سامان لینے کو تیار ہو، تو پیسے کے بجائے سامان بھی دیا جا سکتا ہے، لیکن محض اس نیت سے روپیہ کے بجائے زمین دیا کہ میں خود مہر سے استفادہ کرسکوں، قطعاً جائز نہیں اور ناکل حرام میں داخل ہے، مہر خوش دلی کے ساتھ عورت کو دے دینے کا حکم ہے اور اس کے بعد اسے تصرف کا پورا اختیار ہے، ہاں اگر عورت خود ہی مہر کا کچھ حصہ شوہر کو اپنی رضامندی سے کسی دباؤ کے بغیر دیدے تو کچھ حرج نہیں۔

﴿ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِیْٓـًٔا مَّرِیْٓـًٔا ﴾(1)

---

(1) النساء:۴۔

میاں بیوی کے حقوق و فرائض

جنسی اتصال کے لیے وقت کی قید نہیں

سوال:- (1591) ایک شخص جس کو رات میں سونے کا وقت بہت کم ملتا ہے، جس کی وجہ سے وہ اکثر دن میں آرام کرتا ہے، اور بیوی سے زیادہ تر دن میں ہی جنسی خواہش پوری کرتا ہے، تو کیا اس کا یہ عمل درست ہے؟ یا بہتر ہے کہ وہ شخص رات میں جنسی خواہش پوری کرے؟ (ایک قاری، باغ امجد الدولہ)

جواب:- شریعت میں اس طرح کی کوئی تحدید منقول نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کا مقصد ازدواجی تعلق سے عفت و عصمت اور نسل کی افزائش ہے اور اس میں وقت کی کوئی قید نہیں، البتہ یہ ظاہر ہے کہ شب کا وقت زیادہ ستر کا محل ہے اور اس فعل میں زیادہ سے زیادہ ستر مطلوب ہے۔

آسیب زدہ عورت سے جماع

سوال:- (1592) زید اور ہندہ شوہر و بیوی ہیں،

دونوں کی عمر تقریباً ۵۱ سال ہو چکی ہے، ہندہ کو ماہواری حیض
آنا بند ہو گیا ہے، بعض لوگوں نے کہا کہ حیض بند ہو جانے کے
بعد ہمبستری ناجائز ہے، کیا یہ صحیح ہے؟ (ایک قاری، گلبرگہ)

جواب:- اسلام نے نکاح کے دو مقاصد قرار دیے ہیں، توالد و تناسل اور عفت و عصمت، ان دونوں میں سے عفت و عصمت ہی کو زیادہ اہمیت دی گئی ہے، عورت کے حیض بند ہو جانے کے بعد ظاہر ہے کہ توالد و تناسل کا امکان باقی نہیں رہا، تاہم اس کے ذریعہ ہمبستری کر کے مرد اپنی نفسیاتی ضرورت کی تکمیل تو کر سکتا ہے، اس لیے اس میں کوئی مضائقہ نہیں اور بالکل درست ہے، لیکن اگر بیوی بوڑھی ہو اور جماع کی متحمل نہ ہو، اس کی وجہ سے اسے ضرر لاحق ہو تو ایسی صورت میں جماع کرنا درست نہیں۔(۱)

سن رسیدہ بیوی سے ازدواجی تعلق

سوال:- (1593) پینتالیس سال کے بعد عام طور پر
عورت کا حیض بند ہو جاتا ہے کیا اس کے بعد ان کا شوہر اس
سے ہمبستری کر سکتا ہے؟ (محمد شریف، بازار گھاٹ)

جواب:- کسی عورت سے ہم بستری کا جائز ہونا تین شرطوں کے ساتھ درست ہے اول یہ کہ وہ اس کے نکاح میں ہو، دوسرے عورت حیض یا نفاس کی حالت میں نہ ہو، تیسرے عورت جسمانی اعتبار سے جنسی تعلق کی صلاحیت رکھتی ہو،(۲) یعنی اس میں ہم بستری کی طاقت ہو اور ڈاکٹروں نے اس سے منع نہ کیا ہو، لہذا ماہواری بند ہونے کے بعد بھی اگر عورت کے اندر

---

(۱) "و في الأشباه من أحكام غيبوبة الحشفة فيما يحرم على الزوج وطأ زوجته مع بقاء النكاح قال : و فيما إذا كانت لا تحتمله لصغر أو مرض أو سمنة فعلم من هذا كله أنه لا يحل له وطؤها لما يؤدي إلى إضرارها" (شامی :۲/۵۳۹) ملخص۔

(۲) رد المحتار :۲/۵۳۹۔

ہم بستری کو برداشت کرنے کی قوت ہو تو اس سے اس طرح کا تعلق رکھنا درست ہے کیونکہ وہ اس کے لیے موت تک حلال ہے۔

دو بیویوں کے درمیان برابری

سوال:- {1594} زید کی دو بیویاں ہیں دونوں کو زید نے الگ الگ مکان دے رکھا ہے زید کا قیام زیادہ تر اپنی پہلی بیوی کے پاس ہی ہوتا ہے، لیکن دوسری بیوی کی ضروریات کی بھی تکمیل کرتا ہے، اس کو زید سے کوئی شکایت نہیں ہے، صرف ایک بات کی شکایت ہے کہ زید راتوں میں اپنی پہلی بیوی کے پاس ہی رہتا ہے، جب بھی زید دوسری بیوی کے ساتھ شب بسری کرنا چاہتا ہے، تو اس کا سالا یہ کہتا ہے کہ زید اپنی پہلی بیوی کی حق تلفی کررہا ہے، کیا زید کے سالے کا یہ کہنا صحیح ہے اور کیا زید کے اس فعل پر شرعاً کوئی مواخذہ ہوگا یا نہیں؟

(محمد سعید شاد عالم، یاقوت پورہ، حیدرآباد)

جواب:- اسلام نے ایک سے زیادہ نکاح کی اجازت اس وقت دی ہے، جب دونوں بیویوں کے درمیان عدل و مساوات کا برتاؤ کرے، یہ مساوات و برابری کھانے پینے میں اور شب گذاری میں ضروری ہے ورنہ اس میں ناانصافی اور کمی بیشی ظلم اور سخت گناہ ہے، اور حدیث میں ایسے شوہروں کے لیے سخت وعید آئی ہے،(۱) اس لیے زید پر ضروری ہے کہ وہ باری باری ایک ایک شب دونوں بیویوں کے یہاں گزارے، آنحضور ﷺ کا یہی معمول تھا،(۲) جماع

---

(۱) عن أبي هريرة عن النبي ﷺ قال: من كان له امرأتان يميل لأحدهما على الأخرى جاء يوم القيامة و أحد شقيه مائل. (سنن نسائي حديث نمبر: ۳۳۹۴، الجامع الترمذي، حديث نمبر: ۱۱۴۱، سنن أبي داؤد، حديث نمبر: ۲۱۳۳) محشی۔

(۲) مشكوة المصابيح: ۲۷۹/۲، باب القسم – محشی۔

ہمبستری کا تعلق چوں کہ طبعی نشاط سے ہے، اس لیے فقہاء اس معاملہ میں تعداد کے لحاظ سے برابری واجب قرار نہیں دی ہے، (۱) البتہ یہ ضروری ہے کہ ایک بیوی سے بالکل جنسی اعتبار سے بھی قطع تعلق نہ کرے اور جس رات جس بیوی کے یہاں باری کے اعتبار سے قیام ہو، اگر اس کے ساتھ کوئی عذر نہ ہو تو اس سے مباشرت کرلے، زید کے سالے کی مذکورہ بات خلاف شرع ہے۔

ایک شب میں دو بیویوں کی باری

سوال:- {1595} اگر کسی شخص کی ایک سے زیادہ بیویاں ہوں تو ارشاد نبوی ﷺ کے مطابق اس کو ایک رات ایک بیوی کے پاس اور دوسری رات دوسری بیوی کے پاس گزارنی چاہئے، لیکن اگر کوئی شخص آدھی رات ایک بیوی کے پاس اور آدھی رات دوسری بیوی کے پاس گزارے تو کیا یہ جائز ہے؟

(محمد جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

جواب:- شریعت میں باری کی تقسیم کا جو حکم دیا گیا ہے، اس کا مقصد یہ ہے کہ تمام بیویوں کے ساتھ عدل اور برابری کا سلوک کیا جائے، ایسا نہ ہو کہ آدمی ایک ہی بیوی کی طرف پوری طرح جھک جائے اور دوسری کے ساتھ نامنصفانہ سلوک کرے، پس اگر بیویاں اس بات پر رضامند ہوں کہ بجائے ایک ایک شب کے وہ روزانہ آدھی آدھی شب اپنی باری رکھا کریں گی تو اس میں بھی کچھ حرج نہیں، البتہ اس بات کو ملحوظ رکھنا ہوگا کہ باری کی تقسیم کا منشا موانست اور دلداری کے علاوہ صنفی تقاضہ کو پورا کرنا بھی ہے، تو ایک ہی رات کو دو بیویوں میں تقسیم کرتے ہوئے اس پہلو کو بھی ملحوظ رکھے تاکہ کسی ایک کے ساتھ زیادتی اور ناانصافی نہ ہو۔

---

(۱) الہدایۃ: ۲/۳۴۹، باب القسم۔

اسلام میں بیوی کے لئے احکام

سوال:- {1596}(الف) میں جدید اور اعلیٰ تعلیم یافتہ آدمی ہوں، میرے خاندان میں بھی برقعہ یا پردہ کا رواج نہیں رہا، یہ جاننے کے باوجود سسرال والوں نے مجھ سے رشتہ کیا، اب وہ آہستہ آہستہ برقعہ پہننے کی ترغیب دینے لگے ہیں، اور وہ بھی نقاب والا۔

(ب) ہمارے یہاں عورتوں کے گھر سے باہر جانے پر کوئی پابندی نہیں، لیکن انہوں نے گھر سے باہر جانے پر پابندی لگادی، یہاں تک کہ ماں باپ کے یہاں جانے پر بھی، صرف اتنی اجازت ہے کہ اگر کوئی بہت اہم کام ہو تو چٹھی پر لکھ کر جایا کریں کہ کہاں جارہے ہیں؟

(ج) ان باتوں کی خلاف ورزی پر پہلے ڈانٹتے تھے، اب مارتے ہیں، تو کیا شوہر بیوی کو مار سکتے ہیں؟

(د) وہ اپنی آمدنی کا کافی حصہ اپنے غریب رشتہ داروں اور دوسرے دینی کاموں پر خرچ کردیتے ہیں، مجھے یہ پسند نہیں ہے۔

(ہ) میرے ماں باپ مجھے خلع لینے کا مشورہ دے رہے ہیں، تو کیا میں مظالم کی بنیاد پر خلع کا مطالبہ کرسکتی ہوں؟

(و) نکاح نامہ میں جو مہر طے تھا، اس سے زیادہ شوہر نے ادا کردیا ہے، انہوں نے اور ان کے ماں باپ نے مجھے زیورات دیئے تھے، اس کا انہوں نے اپنی خوشی سے مجھے مالک

بنا دیا ہے، اور وہ میرے قبضہ میں ہیں، تو کیا مجھے مہر اور
زیورات واپس کرنے پڑیں گے؟
(ز) کیا اس ضمن میں میرا اصیلا مسلک سے رجوع ہونا
درست ہوگا؟ ہمارے علاقہ میں یہ مسلک ہے، لیکن اس کے
انچارج غیر مسلم ہیں۔ (ب، بنجارہ ہلز)

جواب:- (الف) اسلام میں عورتوں کے لئے اجنبی مردوں کے سامنے نقاب پہننا ضروری ہے، اس کا مقصد ان کی تذلیل نہیں، بلکہ ان کی حفاظت ہے، اگر آپ کے یہاں برقعہ کا رواج نہیں تھا اور آپ ایسے ماحول میں آگئی ہیں جہاں برقعہ کا رواج ہے، تو اللہ کا شکر ادا کریں کہ آپ کو بہتر ماحول ملا ہے، اور آہستہ آہستہ اپنے آپ کو بدلنے کی کوشش کریں، اس میں آخرت کی بھی بھلائی ہے اور دنیا میں بھی حفاظت ہے۔

(ب) اسلام نے عورتوں کے لئے حکم دیا ہے کہ وہ اپنے گھر میں رہیں،(۱) ان پر کمانے کی ذمہ داری بھی نہیں رکھی، (۲) مردوں کو حکم دیا کہ وہ محنت و مزدوری کر کے عورتوں کی ضروریات پوری کریں، (۳) اس سے بہتر سلوک اور کیا ہوسکتا ہے؟ اگر آپ شوہر یا کسی محرم کے بغیر باہر نکلیں تو اس سے آپ کی جان اور عزت و آبرو کو خطرہ ہوسکتا ہے، اور اگر حادثہ ہو جائے تو گھر تک اس کی اطلاع کیوں کر ہوگی؟ اس لئے آپ کے شوہر کا بلا اجازت نکلنے پر روکنا شرعاً بھی درست ہے، اور آپ کے لئے بھی بہتر ہے، اور آپ پر اس کی پابندی واجب ہے، ہاں یہ بات درست نہیں کہ آپ کو والدین اور محرم رشتہ داروں سے ملاقات سے روک دیا جائے، کم سے کم ہفتہ میں ایک دن والدین اور مہینہ میں ایک دن دوسرے رشتہ داروں سے ملاقات کا حق حاصل

---

(۱) ﴿ و قرن في بيوتكن ﴾ (الأحزاب:۳۳) مرتب۔
(۲) ﴿ و علی المولود له رزقهن و كسوتهن ﴾ (البقرة:۲۳۳) محشی۔
(۳) حوالہ سابق

ہے، اور فقہاء کے یہاں اس کی صراحت موجود ہے۔(۱)

(ج) چونکہ بے پردہ اجنبی مردوں کے سامنے جانا اور بلا اجازت عورتوں کا گھر سے نکلنا شرعاً جائز نہیں، اور اگر بیوی خلاف شرع بات پر اصرار کرے تو شوہر کو مناسب حد میں رہتے ہوئے تادیب وسرزنش کا حق حاصل ہے، اور اس کا مقصد اصلاح وتربیت ہے نہ کہ تعذیب وایذاء رسانی، البتہ شوہر پر واجب ہے کہ ایسی سرزنش نہ کرے جس سے جسم پھول جائے، پھٹ جائے، خون نکل آئے، ہڈی ٹوٹ جائے، اسی طرح جسم کے نازک حصوں اور چہرہ پر نہ مارے۔(۲)

(د) اگر آپ کا حق ادا کرنے کے بعد غریبوں پر اور دینی کاموں پر خرچ کرتے ہوں تو اس پر آپ کا ناراض ہونا درست نہیں، اور شوہر کو اس کا حق حاصل ہے، جیسا کہ آپ اپنا ذاتی پیسہ اپنے غریب رشتہ داروں اور خیراتی کاموں پر خرچ کرسکتی ہیں۔

(ہ) جو باتیں آپ نے لکھی ہیں ان کی وجہ سے خلع کا مطالبہ کرنا درست نہیں۔ ''رسول اللہ ﷺ نے اس عورت پر لعنت بھیجی ہے جو کسی عذر شرعی کے بغیر خلع کی طلب گار ہو''(۳) اس لئے آپ کو اس سے اجتناب کرنا چاہئے، کیونکہ جن باتوں کو آپ نے مظالم کا نام دیا ہے، وہ مظالم نہیں ہیں۔

(و) خلع کچھ دے کر طلاق حاصل کرنے کا نام ہے، اس لئے خلع میں جس چیز کے لین دین پر معاملہ طے ہو، اس کے مطابق عمل ہوگا، جو صورت آپ نے لکھی ہے، بظاہر اس میں زیادتی آپ کی طرف سے محسوس ہوتی ہے، اس لئے ایسی صورت میں مہر اور شوہر کے دئے ہوئے زیورات خلع میں آپ کو واپس کردینے چاہئیں۔

---

(۱) رد المحتار: ۵/۳۲۳۔ محشی۔

(۲) سنن أبي داؤد: ۱/۲۹۲۔ محشی۔

(۳) " أن رسول الله ﷺ قال: أيما امرأة سألت زوجها طلاقا من غير بأس فحرام عليها رائحة الجنة " عن ثوبان ﷺ، (الجامع للترمذي، حدیث نمبر: ۱۱۸۷، باب ما جاء في المختلعات) محشی۔

(ز) آپ کا پہلا منشاء سے رجوع ہونا قطعاً درست ہے، کیونکہ خود آپ کی لکھی ہوئی تفصیلات کے مطابق آپ کی طرف سے زیادتی ہے، خود زیادتی کرنا اور شوہر کو ہراساں کرنا ظاہر ہے کہ ظلم بالائے ظلم ہے، اس لئے اس سے بچنا چاہئے۔

اخیر میں آپ کے دینی بھائی کی حیثیت سے عرض ہے کہ مغربی تہذیب کتنا ہی ممکن ہے، آپ اس کے ظاہری چمک سے متاثر نہ ہوں، اسلامی تعلیمات میں عورت کے حقوق و مفادات اور اس کے ناموس کا جس قدر تحفظ ہے اور اس میں جو توازن و اعتدال اور خاندانی نظام کو بقاء و استحکام ہے وہ کسی اور قانون میں نہیں۔

کیا شوہر اور سسرال والے دونوں کی خدمت واجب ہے؟

سوال:- {1597} کیا بیوی پر شوہر کی خدمت واجب ہے؟ نیز شوہر کے والدین اور بہن بھائیوں کی خدمت کرنا شرعاً گھر کی بہو پر لازم ہے؟

(حافظ شمس الدین، امام وخطیب جامع مسجد، ستالی)

جواب:- شریعت میں احکام کے دو درجے ہیں، اخلاقی و احسانی اور فقہی و قانونی، کچھ چیزیں دیانۃً انسان پر واجب ہیں، اور ان کی تعمیل کرنا واجب ہے اور ان کی تعمیل نہ کرنا موجب گناہ ہے، لیکن قانوناً اس پر مجبور نہیں کیا جا سکتا، جیسے ایک طرفہ وعدہ کو پورا کرنا، یعنی جو وعدہ دو طرفہ معاہدہ کی بنیاد پر ہو، اس کی تکمیل تو قانوناً بھی واجب ہے اور اخلاقاً بھی، لیکن کسی شخص نے اپنی طرف سے یک طرفہ وعدہ کیا ہو تو اس کو پورا کرنا دیانۃً واجب ہے، قانوناً اور قضاءً واجب نہیں، یہ اخلاقی اور احسانی احکام ہیں، بہت سے احکام وہ ہیں، جن کی تعمیل قانوناً واجب ہے اور اگر وہ اس پر عمل نہ کرے، تو گنہگار بھی ہوگا، اور قانوناً بھی اسے اس کام پر مجبور کیا جائے گا، یہ قانونی احکام ہیں، جن کو فقہ کی اصطلاح میں حکم قضاء بھی کہتے ہیں۔

تو شوہر و بیوی میں سے کوئی اگر دوسرے کی خدمت کا نازمانی تاج ہو یعنی خود اس کام کے کرنے پر قادر نہ ہو، اور دوسرا شخص دستیاب نہ ہو یا دستیاب ہو لیکن اس سے یہ خدمت نہیں لی جا سکتی ہو، تو ایسی صورت میں زوجین میں سے ہر ایک پر دوسرے کی خدمت قانوناً واجب ہے، لیکن اگر شوہر اپنی اس خدمت میں بیوی پر منحصر نہ ہو، اور دوسرے ذرائع سے بھی اپنی اس ضرورت کو پوری کر سکتا ہو، تو ایسی صورت میں بیوی پر شوہر کی خدمت قانونی درجہ میں واجب نہیں، لیکن اخلاق و دیانت کے پہلو سے واجب ہے، اور اگر وہ اس کی خدمت نہ کرے تو گنہگار ہوگی، فتاوی عالمگیری میں ہے:

"إن هذه الأعمال واجبة عليها ديانة و إن كان لا يجبرها القاضي "(۱)

"یہ اعمال اس پر دیانۃ واجب ہیں، گو قاضی اس کو اس پر مجبور نہیں کر سکتا"

علامہ شامیؒ نے بھی یہی لکھا ہے: "فيفتى به ولكنه لا تجبر عليه إن أبت "(۲)

اسی طرح شوہر پر بھی واجب ہے کہ اگر عورت اپنی صحت کے اعتبار سے گھر کا کام کاج کرنے کے لائق نہ ہو تو اسے مجبور نہ کرے، اور اگر وسعت ہو تو کسی کام کرنے والے کا انتظام کرے۔ (۳)

شوہر کے والدین کی خدمت عورت پر اس وقت دیانۃً واجب ہوگی جب کوئی اور خدمت کرنے والا میسر نہ ہو، اگر کوئی دوسرا خدمت کرنے والا میسر ہو تب بھی عورت کو چاہئے کہ اپنے ساس سسر کی خدمت سے دامن نہ کھینچے، کہ یہ اس کا اپنے شوہر کے ساتھ تعاون ہے، کیونکہ اصل میں والدین کی خدمت اس کے شوہر پر واجب ہے، اور شوہر اپنی بیوی اور اس کے بچوں کی

---

(۱) الفتاوى الهندية: ۱/۵۴۸۔

(۲) رد المحتار: ۵/۲۹۱۔

(۳) حوالہ سابق

ضروریات کے لئے مشغول ہے، تو اخلاق و دیانت کا تقاضہ ہے کہ وہ اس فریضہ کی ادائے گی میں شوہر کی مدد کرے، شوہر کے بھائی بہنوں کی خدمت عورت پر واجب نہیں — بہرحال اس مسئلہ میں اعتدال اور میانہ روی کی ضرورت ہے، نہ یہ درست ہے کہ گھر میں دوسری خواتین کام نہ کریں، اور پوری ذمہ داری بہو پر ڈال دیں، اور نہ یہ صحیح ہے کہ بہو اپنی، اپنے شوہر اور ضرورت مند ساس سسر کی خدمت سے بھی دامن کش ہو جائے، رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح کے بعد کام کی تقسیم اس طرح فرمائی تھی کہ باہر کا کام حضرت علی رضی اللہ عنہ کیا کریں اور گھر کا کام حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، جب خواتین جنت کی سردار کے لئے گھر کے کام کاج کو عار نہ سمجھا گیا تو دوسری خواتین کے لئے کیوں کر اس کی گنجائش ہو سکتی ہے؟

شوہر و بیوی کا ایک دوسرے کو نام لے کر پکارنا

سوال:- {1598} کیا شوہر اپنی بیوی کو اور بیوی اپنے شوہر کو نام لے کر پکار سکتے ہیں؟ اکثر یہ بات دیکھنے میں آتی ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو نام سے نہیں پکارتے، بلکہ اپنے لڑکے یا لڑکی کی نسبت سے پکارتے ہیں۔ (رحمت النساء بیگم، قلعہ گولکنڈہ)

جواب:- نام لے کر مخاطب کرنا خلاف ادب ہے، اس لئے بیٹا اپنے باپ کو اور بیوی اپنے شوہر کو نام سے نہ پکارے، فقہاء نے اسے مکروہ قرار دیا ہے: " یکرہ أن یدعو الرجل أباہ والمرأۃ زوجھا باسمہ "(۱) اگر غائبانہ نام سے ذکر کیا جائے تو حرج نہیں، شوہر بیوی کو نام لے کر پکار سکتا ہے، اس میں کوئی مضائقہ نہیں، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات کو نام لے کر مخاطب فرمایا ہے۔(۲) البتہ بلحاظ حیاء لوگوں کی موجودگی کی وجہ سے بال بچوں کی نسبت سے مخاطب کیا جائے تو اس میں بھی کوئی قباحت نہیں۔

---

(۱) الفتاوی الهندیة: ۳۶۲/۱۔
(۲) صحیح البخاري، حدیث نمبر: ۲۰۱۳۔

کیا بیوی شوہر کا نام لے سکتی ہے؟

سوال:- (1599) بیوی اپنے شوہر کا نام لے سکتی ہے یا نہیں؟ (شمیمہ مراد، گلبرگہ)

جواب:- اگر شوہر کا نام اس کے تعارف کے لیے غائبانہ میں لیا جائے مثلاً فلاں شخص کا خط آیا ہے یا فلاں شخص نے یہ بات کہی ہے، تو اس میں حرج نہیں، البتہ اگر شوہر کو مخاطب کرتے ہوئے اس کو نام لے کر پکارنا چوں کہ خلاف احترام محسوس ہوتا ہے اس لیے فقہاء نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے اور یہ کچھ شوہر ہی کے ساتھ مخصوص نہیں، بلکہ اپنے دوسرے بزرگوں کو بھی نام سے مخاطب کرنے سے اجتناب کرنا چاہئے:

"یکرہ أن یدعو الرجل أباہ والمرأۃ زوجھا باسمہ، کذا فی السراجیۃ" (۱)

شوہر اور اس کے اعزہ کی خدمت

سوال:- (1600) کیا بیوی پر شوہر کی خدمت واجب ہے؟ نیز شوہر کے والدین اور بھائی بہنوں کی خدمت کرنا بھی واجب ہے؟ (ابو زبیر ہاشمی، ریاض)

جواب:- بیوی پر شوہر کی خدمت بشرط صحت وقدرت اخلاقاً واجب ہے، اسی طرح شوہر کے والدین اگر ضعیف اور خدمت کے محتاج ہوں تو بہو پر ان کی خدمت کرنا بھی اخلاقاً واجب ہے، البتہ شوہر کے بھائی بہن کی خدمت واجب نہیں۔

بیوی کو ماں کی ملاقات سے روکنا

سوال:- (1601) داماد نمازی ہے لیکن دوسری طرف

---

(۱) الفتاویٰ الہندیۃ: ۳۶۴/۱۔

صورت حال یہ ہے کہ عمر رسیدہ ساس کے ساتھ دس منٹ کی
بحث و تکرار ہوگئی، جس سے تلخی پیدا ہوگئی، ساس بیمار ہے، بیٹی،
نواسہ اور داماد کو یاد کرتی ہے، ایک ماہ گزر گیا، بار بار بیماری کی
اطلاع دی گئی، داماد پھر بھی نہیں آیا اور ان لوگوں کو ملاقات سے
روکے ہوا ہے، شرعاً اس کی یکسوئی کی کیا صورت ہے؟

(حمید بھائی، شیخ پیٹ)

جواب:- (الف) شریعت نے ساس کو ماں ہی کی طرح محرم کا درجہ دیا ہے، گویا ساس بھی ماں کے حکم میں ہے، اور ماں کے بارے میں حکم ہے کہ اگر وہ ظلم بھی کرے تو صبر سے کام لیا جائے، اس میں ان شاء اللہ وہی ثواب ہے جو اپنی بوڑھی ماں کی بات سہنے میں ہے، اور اگر اس کے خلاف کیا جائے تو اندیشہ ہے کہ ماں کی نافرمانی کی وجہ سے عنداللہ جو پکڑ ہوتی ہے اس صورت میں بھی آدمی اس پکڑ سے دوچار ہو۔

(ب) شرعاً داماد کو اس بات کا حق نہیں ہے کہ وہ اپنی بیوی یا بال بچوں کو والدین کی ملاقات سے روک دے، اس لئے فقہاء نے اجازت دی ہے کہ عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر ہی ہفتہ میں ایک دن والدین سے ملاقات کر سکتی ہے۔(۱)

لہذا داماد کو سمجھانا چاہئے کہ آپ اپنے اس عمل سے باز آجائیں، اور قطع رحمی کے گناہ سے بچیں۔

(۱) دیکھئے: الفتاوی الهندية: ۱/۵۵۷۔

نکاح میں دعوت اور ولیمہ کے احکام

نکاح میں دوردراز کے لوگوں کو دعوت

سوال:- (1602) شادی بیاہ میں عام طور پر تمام رشتہ داروں کو مدعو کیا جاتا ہے، اس سے داعی تو معاشی پریشانیوں میں مبتلا ہوہی جاتا ہے، خود مدعوین کو کافی لمبے سفر کا بار بھی سہنا پڑتا ہے، کیا یہ اسراف کے زمرہ میں نہیں آتا؟ کیا رسول اکرم ﷺ کے وقت میں ایسا ہوتا تھا؟ تاہم اس سلسلہ میں ایک بات یہ بھی کہی جاتی ہے کہ اس زمانے میں خاندان کے لوگ ایک جگہ پر ہی رہتے تھے، اس لئے انھیں ایسی ضرورت نہ تھی، لیکن آج جب کہ احباب واقارب دور دور بسے ہیں ملاقات کا یہ موقع کیسے ہاتھ سے جانے دیا جائے؟ شادی کے سلسلہ میں تمام لوگوں کو خبر ہو جائے یہ بات تو حدیث میں بھی ہے، اس لئے اعزا واقارب کو دور سے بلانا شرعی نقطۂ نظر سے کیسا ہے؟

(محمد طیب، لام، گھور)

جواب:- نکاح کے موقع سے نوید اور دور دراز کے رشتہ داروں اور اہل تعلق کو دعوت دینا خلاف سنت ہے اور اسراف بھی، رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح کیا تو آپ ﷺ کے چچا حضرت عباس ؓ (جن کو آپ ﷺ باپ کا درجہ دیتے تھے) مکہ میں موجود تھے، کیوں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح غزوۂ احد کے بعد مدینہ منورہ میں ہوا،(۱) اور حضرت عباس ؓ اس وقت اسلام قبول نہیں کیے تھے، وہ مکہ میں مقیم تھے، اور فتح مکہ کے موقع پر ایمان لائے،(۲) لیکن آپ ﷺ نے ان کو دعوت دینے کے سلسلہ میں کوئی تکلف نہیں فرمایا۔

اگر شادی میں منکرات ہوں؟

سوال:- {1603} جس شادی میں گانا بجانا، ویڈیو گرافی ہو کیا ایسی شادی میں شرکت کرنا جائز ہے؟

(عثمان علی، گنگارم وقار آباد)

جواب:- گانا بجانا، ویڈیو گرافی، نیز فوٹو گرافی گناہ اور معصیت ہے اور جس دعوت میں معصیت کا ارتکاب ہو اس میں شرکت جائز نہیں، مشہور فقیہ علامہ شامیؒ نے اپنے زمانہ میں فسق و فجور کی کثرت کو دیکھتے ہوئے لکھا ہے کہ ہمارے زمانہ میں جب تک معلوم نہ ہو کہ دعوت میں معصیت و بدعت نہیں ہوگی، اس وقت تک اس میں شرکت نہیں کرنی چاہیے۔

"والامتناع أصل في زماننا إلا إذا علم يقينا أن

---

(۱) و من طريق عمر بن علي قال: تزوج علي فاطمة في رجب سنة مقدمهم المدينة و بنى بها مرجعه من بدر و لها يومئذ ثمان عشرة سنة ... فهذا يدفع قول من زعم أن تزوجه بها كان بعد أحد (الإصابة لابن حجر ۳۷۸/۴، حرف الفاء، القسم الأول - محشی -

(۲) صفة الصفوة لابن الجوزي ۳۳۹/۱۔ محشی۔

لابدعة ولامعصية" (۱)

ہمارے اس عہد میں تو بدرجہ اولیٰ جب تک ایسی دعوتوں کے منکرات سے خالی ہونے کا اطمینان نہ ہو جائے، شرکت نہیں کرنی چاہیے، اگر سماج کے سمجھدار اور باشعور لوگ اپنے آپ کو ایسی دعوتوں سے دور رکھیں تو شاید معاشرہ کی کچھ اصلاح ہو سکے۔

شادی کے دعوت نامہ میں والد کے بجائے دوسرے شخص کا نام

سوال:- (1604) ایک لڑکے نے اسلام قبول کرلیا ہے، پہلے اس کا نام ستیا تھا، اب اس کا نام عبدالرحیم ہے، اس لڑکے کی شادی ہوئی تو رقعہ میں والد صاحب کے نام کی جگہ اس کے سیٹھ نے اپنا نام لکھ دیا، کیا یہ درست ہے اور اس طرح نکاح ہو جائے گا؟ (محمد عرفان، پھول باغ)

جواب:- اگر سیٹھ صاحب نے داعی کی حیثیت سے اپنا نام لکھا ہے، نہ کہ والد کی حیثیت سے، تو اس میں کوئی حرج نہیں، اگر والد کی حیثیت سے لکھا ہے، یعنی عبدالرحیم ولد فلاں، تو اس طرح لکھنا درست نہیں، رسول اللہ ﷺ نے ولدیت کے معاملہ میں غلط نسبت کی خصوصی طور پر مذمت فرمائی ہے، (۲) البتہ ایسے مواقع پر ازراہ "توریہ" والد کے نام کی جگہ "عبداللہ" لکھا جا سکتا ہے، کیونکہ ہر شخص اللہ کا بندہ ہے اور بعض اوقات ولدیت میں غیر مسلم کا نام دیکھ کر لوگوں کے ذہن میں تحقیر پیدا ہوتی ہے، جب خود اس شخص کا نام درست تھا اور وہ خود بھی محفل عقد اور لوگوں کے دلوں میں متعین تھا تو نکاح درست ہو گیا۔

---

(۱) رد المحتار :۹/۵۰۱۔

(۲) "عن ابن عباس ﷺ قال : قال رسول الله ﷺ : من انتسب إلى غير أبيه أو تولى غير مواليه فعليه لعنة الله و الملائكة و الناس أجمعين" (سنن ابن ماجة ص:۱۸۷، کتاب الحدود)، نیز قرآن مجید میں بھی اس کی ممانعت وارد ہوئی ہے، چنانچہ ارشاد ہے: ﴿ادعوهم لآبائهم هو اقسط عند الله﴾ (الاحزاب:۵) محشی۔

عقدِ نکاح کا کھانا

سوال:- {1605} عقدِ نکاح کا کھانا مستحب ہے یا نہیں؟ (سید تمکین، نا ندیڑ)

جواب:- عقدِ نکاح سے متعلق ایک تو دعوتِ ولیمہ ہے، یہ مسنون ہے، اگر کوئی عذر نہ ہو اور دعوت میں کسی شرعی منکر کا اندیشہ بھی نہ ہو تو بہتر یہی ہے کہ اس دعوت میں شریک ہو، حضرت عبداللہ بن عمر ﷺ سے مروی ہے کہ جب کہ تم میں سے کسی کو ولیمہ میں مدعو کیا جائے تو اس کو اس میں آنا چاہئے۔(۱) اس دعوتِ ولیمہ میں شریک ہونا بشرطیکہ کوئی منکر شرعی نہ پایا جائے مستحب ہے۔(۲)

آج کل تقریباتِ نکاح میں لڑکی والوں کی طرف سے بھی کھانے کا انتظام کیا جاتا ہے، اگر رسم ورواج کے دباؤ کے تحت وہ کھانے کا نظم کر رہا ہو تو یہ درست نہیں، اگر ایسا نہ ہو اور غیر معمولی اہتمام کے بغیر لڑکی والے شرکاء کے لیے کھانے کا نظم کر دیں تو اس کی گنجائش ہے، رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح کے موقع پر کھانے کا نظم فرمایا ہے۔ یہ بات حدیث سے ثابت ہے۔(۳) آج کل عام طور پر لڑکی والے سماجی دباؤ اور رسم ورواج کے تحت کھانے کا نظم کرتے ہیں، اس لیے اس میں شریک نہ ہونا بہتر ہے، تا کہ ایسے رسم ورواج کی حوصلہ شکنی ہو سکے۔

دلہن والوں کی طرف سے ضیافت

سوال:- {1606} بوقتِ عقدِ نکاح دلہن والوں کی

---

(۱) سنن أبي داؤد، حدیث نمبر: ۳۷۳۵۔
(۲) الهداية: ۴/۴۵۵، كتاب الكراهية۔ محشی۔
(۳) مصنف عبد الرزاق: ۵/۴۸۹-۴۸۹، حدیث نمبر: ۹۷۸۲، تزويج فاطمة رضي الله تعالى عنها۔ محشی۔

طرف سے دعوت طعام ہوتی جاتی ہے، کیا یہ سنت ہے؟ اگر نہیں
تو خلاف سنت ہونے پر اس کا شرعی کیا حکم اور اثر ہے؟
(غلام دستگیر، اے سی گارڈ)

جواب:- اصل میں تو نکاح میں مسنون دعوت ولیمہ ہے، جو مرد کو کرنی ہے اور جو میاں بیوی کی تنہائی کے بعد ہے، لیکن نکاح کے موقع پر بغیر کسی جبر و دباؤ کے لڑکی والوں کی طرف سے بھی ضیافت کی گنجائش ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح پر بکرا ذبح کیا ہے اور اس پر مہاجرین و انصار کو مدعو کیا ہے، جب مرد کھانے سے فارغ ہو گئے تو کھانا ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے پاس بھیجا گیا تا کہ جو خواتین آئیں وہ وہاں کھائیں۔ حضرت عبد اللہ بن عباس ﷺ سے تفصیل کے ساتھ یہ روایت منقول ہے۔ جو مصنف عبد الرزاق کے چار صفحات پر مشتمل ہے۔(۱) پس یہ دعوت طعام سنت تو نہیں ہے نہ عہد صحابہ ﷺ میں اس کا عمومی رواج تھا، اس لیے اس کو رواج دینا بھی مناسب نہیں، البتہ اس کی گنجائش ہے۔

شادی کی دعوت میں خواتین کے دسترخوان پر مرد ویٹر

سوال:- (1607) خواتین شادی کے موقع سے ویٹر گرانی سے تو بچ سکتی ہیں، لیکن دسترخوان پر کھانا رکھنے کے لئے ویٹر کی خاصی تعداد داخل ہو جاتی ہے، جو خواتین کے انتہائی قریب جا کر جب کہ وہ محفل پر ہوتی ہیں، کھانا رکھتے ہیں، ان میں زیادہ تر غیر مسلم ہوتے ہیں، کیا شادی بیاہ کے موقع پر اس کی گنجائش ہے؟　(محمد فضل اللہ خاں، خرم، فرسٹ لانسر)

---

(۱) مصنف عبد الرزاق :۵/۴۸۹-۴۸۶، حدیث نمبر:۹۷۸۲۔

جواب :- یہ صورت قطعاً درست نہیں، عورت کا غیر محرم کے سامنے عام حالات میں بھی بے پردہ ہونا جائز نہیں، اور اس موقع سے تو عورتیں زیبائش اور آرائش کا اہتمام بھی زیادہ کرتی ہیں، لہٰذا فتنہ اور بدنگاہی کا اندیشہ اس صورت میں زیادہ ہے، مسلمانوں کو چاہئے کہ ایسے موقع پر خواتین کے حصہ کے لئے کھانا سپلائی کرنے پر عورتوں کو رکھیں، اور نکاح جیسے مبارک موقع پر ایسی حرکت نہیں کی جائے، جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور غضب کو دعوت دینے والی ہو۔ أعاذنا اللّٰہ منہ۔

نکاح میں غائب اور ولیمہ میں شریک

سوال :- {1608} کوئی شخص نکاح میں شرکت نہ کرسکا، اور ولیمہ میں حاضر ہوا، تو کیا اس کا کھانا درست ہے؟ نکاح اور ولیمہ میں زیادہ اہمیت کس کی ہے؟

(سید حامد خطیب، اودگیر)

جواب :- اگر کوئی شخص ولیمہ میں مدعو ہو تو چاہے وہ نکاح میں شریک نہ ہوا ہو، پھر بھی اسے ولیمہ میں شریک ہونا چاہئے، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے دعوت ولیمہ قبول کرنے کی خاص طور پر ہدایت فرمائی ہے، بخاری و مسلم نے حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب ولیمہ کی دعوت دی جائے تو اس میں شریک ہونا چاہئے: " إذا دعی إلی الولیمة فلیأتها " (۱) اکثر فقہاء نے رسول اللہ ﷺ کے اس حکم کو مستحب کے درجہ میں رکھا ہے۔ (۲)

یوں تو مسلمان بھائی کی دعوت خواہ کوئی بھی ہو اہم ہے، بشرطیکہ اس میں کوئی گناہ کی بات نہ ہو، خواہ نکاح کی مجلس ہو یا دعوت ولیمہ ہو، لیکن نکاح کے بارے میں خاص طور پر دعوت دینے اور دعوت قبول کرنے کی تلقین نہیں ملتی، ہاں آپ ﷺ نے نکاح کے اعلان و تشہیر کا حکم فرمایا ہے،

---

(۱) مشکوۃ المصابیح :۲/ ۲۸۷۔

(۲) دیکھئے: مرقاۃ شرح مشکوۃ :۶/ ۱۵۳۔

برخلاف ولیمہ کے، کہ رسول اللہ ﷺ نے ولیمہ کرنے کی بھی ترغیب دی، اور دعوت ولیمہ قبول کرنے کی بھی تاکید فرمائی، اس سے خیال ہوتا ہے کہ دعوت ولیمہ کی اہمیت نسبتاً زیادہ ہے۔

ولیمہ میں اسراف

سوال:- (1609) دعوت ولیمہ صرف منکوح کے لیے ہے یا منکوحہ کے گھر والوں کے لئے بھی؟ دعوت ولیمہ میں مدعوین کی تعداد کے سلسلے میں شرعی احکام کیا ہیں؟ کہا جاتا ہے کہ ولیمہ سے زیادہ لوگوں کو شادی کی خبر ہوتی ہے اور یہ خوشی کا اظہار ہے، دعوت ولیمہ کرنا کیا صرف منکوح کے لئے ہے؟
(محمد نصیر عالم، جالے، دربھنگہ)

جواب:- ولیمہ کرنا نوشہ کے ذمہ ہے اور سنت ہے، اس میں تکلف و اسراف نامناسب ہے، جتنے لوگوں کو بہ سہولت کھلا سکتا ہو، اتنے ہی لوگوں کو مدعو کرنا چاہئے، شریعت نے اس کے لئے تعداد کی کوئی تحدید نہیں کی ہے اور نہ ایسا کیا جانا ممکن ہے۔

ولیمہ — کچھ ضروری احکام

سوال:- (1610) ولیمہ کب اور کتنے دنوں تک کیا جاسکتا ہے؟ اگر کوئی شخص ولیمہ کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا ہو تو اسے کیا کرنا چاہئے؟　　　　(ظفر خان، مدہول)

جواب:- ولیمہ اصل میں میاں بیوی کے یکجائی کے بعد ہے۔(۱) کیوں کہ اس کا مقصد ایک حلال و جائز تعلق کا اعلان و اظہار ہے، جس رات بیوی کے ساتھ خلوت ہو تو اس دن یا اگلے دن ولیمہ کرلینا چاہئے، اس کو تیسرے دن تک مؤخر کرنے کی بھی گنجائش ہے، لیکن تین دن تک

(۱)　تقریر ترمذی، از شیخ الہند، ص:۲۱۰۔

مسلسل ولیمہ کرنا مکروہ ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" و طعام یوم الثالث سمعة و ریاء "(۱)

"تین دن تک مسلسل ولیمہ کرنا دکھاوا اور نمائش ہے"

ولیمہ سنت یا مستحب ہے، نہ کہ واجب ۔(۲)

دوسال کے بعد ولیمہ

سوال:- (1611) کیا عقد کے دوسرے ہی دن ولیمہ کرنا چاہئے؟ ایک صاحب شادی کے دوسرے ہی دن باہر چلے گئے، اور دوسال کے بعد واپس آئے تب ولیمہ کیا، کیا یہ درست عمل ہے؟ (محمد جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

جواب:- ولیمہ کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ جس دن میاں بیوی کی خلوت ہوئی ہو، اس کے دوسرے دن دعوت کردی جائے، حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کا حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح ہوا تو دوسرے دن آپ ﷺ نے لوگوں کو مدعو کیا اور کھانا کھلایا، (۳) دوسرے دن یا تیسرے دن بھی کھلانے کی گنجائش ہے، اس سے زیادہ تاخیر ثابت نہیں ۔

اگر بوڑھاپے میں نکاح کرلے تو ولیمہ کا حکم

سوال:- (1612) اگر کوئی شخص بیوی کے انتقال کے

---

(۱) بیهقی حدیث نمبر: ۱۴۵۱۲، باب أیام الولیمة) محشی ۔

(۲) " ولیمة العرس سنة " (الفتاوی الهندیة : ۳۴۳/۵، الفصل الثانی عشر فی الهدایا و الضیافات) محشی ۔

(۳) صحیح البخاری حدیث نمبر: ۵۱۶۶ ۔

بعد عمر کے آخری حصہ یعنی ۶۰/سال میں عقد ثانی کرے تو کیا
اس کا ولیمہ واجب ہوگا؟ جب کہ پہلی شادی میں ولیمہ ہو
چکا تھا۔　　　　　　(محمد عبدالرشید، بشارت نگر)

جواب:- رسول اللہ ﷺ نے عمر کے آخری دو تین سالوں میں بھی کئی نکاح فرمائے ہیں، حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آخری نکاح کرکے ولیمہ کا اہتمام ہوا ہے اور ان میں بھی آپ ﷺ کا ولیمہ کرنا ثابت ہے۔(۱) اس لیے جب بھی نکاح کرے ولیمہ کا اہتمام کرنا چاہئے، البتہ ولیمہ واجب نہیں سنت ہے اور ولیمہ کرنے میں ثواب ہے، چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"شادی کا ولیمہ سنت ہے، اس میں بہت ثواب ہے، جب مرد عورت کے ساتھ تنہائی اختیار کرے تو مناسب ہے کہ پڑوسیوں، رشتہ داروں اور دوستوں کو دعوت دے ان کے لیے جانور ذبح کرے اور ان کے لیے کھانا بنائے"(۲)

تاہم جانور ذبح کرنا ضروری نہیں، حضور ﷺ نے ایسا بھی ولیمہ فرمایا، جس میں نہ روٹی تھی نہ گوشت۔(۳) اس لیے ولیمہ میں بہت تکلف کی ضرورت نہیں۔

---

(۱) "عن أنس ﷺ: أن رسول الله ﷺ اعتق صفية و تزوجها و جعل عتقها صداقها و أولم عليها بحيس" (صحيح البخاري: ۲/۷۷۷) محشی۔

(۲) "و وليمة العرس سنة و فيها مثوبة عظيمة و هي إذا خل الرجل بامرأته ينبغي أن يدعو الجيران و الأقرباء و الأصدقاء و يذبح لهم و يصنع لهم طعاما" (الفتاوى الهندية: ۵/۳۴۳) محشی۔

(۳) "وحدثني عن مالك عن يحيى بن سعيد أنه قال لقد بلغني أن رسول الله ﷺ كان يُولِمُ بالوليمة ما فيها خبز و لا لحم" (المؤطأ للإمام مالك: ۱/۳۷۱) محشی۔

ولیمہ میں مدعوئین کی طرف سے تحفہ

سوال:- {1613} عام رواج یہ ہے کہ ولیمہ یا شادی کے موقع پر مہمان ایک لفافہ میں کچھ روپے رکھ کر میزبان کو دیتا ہے، اسے ضروری بلکہ شرعی عمل سمجھا جا رہا ہے، میزبان بھی ان لفافوں کا منتظر رہتا ہے، کیا اس رسم کی دین میں کوئی اصل ہے؟

(حافظ اسعد قریشی، مقام غیر مذکور)

جواب:- یہ کوئی دینی عمل نہیں ہے، اگر کوئی شخص اس کو شرعی عمل سمجھے بغیر کسی سماجی اور اخلاقی دباؤ کے بغیر بطور خود کوئی رقم دے تو یہ جائز ہے اور اس کی گنجائش ہے، کیوں کہ شرعاً یہ ہبہ ہے اور ہبہ کسی بھی شخص کو، کسی بھی موقع پر اپنی رضامندی اور رغبت سے دیا جا سکتا ہے، لیکن اگر سماجی دباؤ کے تحت لوگ اس کو لازم سمجھنے لگیں، یا حکم شرعی کا درجہ دینے لگیں تو خاص اس موقع سے دینا درست نہیں ہوگا، رسول اللہ ﷺ نے نبوت کے بعد دس نکاح فرمائے ہیں، اسی طرح صحابہ ؓ نے نکاح کیا، لیکن کہیں اس کا ثبوت نہیں ملتا کہ دعوتِ ولیمہ کے موقع پر اس طرح رقم پیش کی گئی ہو، اس لیے اس سے اجتناب ہی بہتر ہے، کیوں کہ آہستہ آہستہ یہ عمل سماج میں لازم اور واجب کا درجہ حاصل کر لیتا ہے۔

ولیمہ میں تحائف

سوال:- {1614} ہم مسلمان بھائیوں کی جب بھی شادی ہوتی ہے تو دوست احباب ولیمہ میں نوشہ کو تحائف سے نوازتے ہیں، یہ تحفے کئی طرح کے ہوتے ہیں، نقد رقم یا کوئی چیز، کیا اس طرح تحفے دینا جائز ہے؟

(سلمان سکندر، حیدرآباد)

جواب:- مسلمانوں کو تحفہ و ہبہ دینا جائز بلکہ مستحب ہے،(۱) اگر کسی خاص شرعی موقع پر تحفہ دیا جائے اور یہ سماجی طریقہ پر ہو، لوگ اس کو شرعاً ضروری نہیں سمجھتے ہوں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں، تحفہ دے سکتے ہیں۔

ولیمہ کا کھانا فروخت کرنا

سوال:- (1615) میرا ہوٹل ہے، میرے لڑکے کی شادی ہونے والی ہے، ولیمہ میں کھانا بچ جائے، تو کھانا ہوٹل میں فروخت کرنا درست ہے یا نہیں؟

(امین محبوب علی، مشیرآباد)

جواب:- ولیمہ کے لئے جو کھانا آپ نے بنایا ہے، وہ آپ کی ملکیت ہے، آپ اس میں ہر طرح کے تصرف کا حق رکھتے ہیں، ایسا نہیں ہے کہ ولیمہ کی نیت کی وجہ سے پورا کھانا مدعوین کو کھلا دینا ہی ضروری ہے، اس لئے بچا ہوا کھانا ہوٹل میں فروخت کر دینا جائز ہے۔

ولیمہ میں چوتھی کی دعوت

سوال:- (1616) کیا ولیمہ اور چوتھی کی دعوت ملا کر کر سکتے ہیں، جیسا کہ آج کل رواج ہو گیا ہے؟

(مسکان، یاقوت پورہ)

جواب:- چوتھی کی دعوت کی کوئی اصل نہیں، یہ ایک غیر شرعی رسم ہے، البتہ دعوتِ ولیمہ سنت ہے،(۲) دعوتِ ولیمہ میں لڑکی والوں سے پیسہ لینا جائز نہیں، کیوں کہ یہ مردوں

---

(۱) " وهي لتبرع بتمليك مال في حياته ، و هي مستحبة " (الكافي :۵۹۳/۳، باب الهبة)

(۲) الفقه الإسلامي و أدلته :۷/۱۲۵، محشی۔

سے متعلق ہے، حسب سہولت سادگی کے ساتھ ودیعہ کرنا چاہیے، تاکہ اس غیر شرعی فعل کا مرتکب ہونا نہ پڑے۔

❁ ○○○○○○ ❁

جہیز سے متعلق احکام

بغیر مطالبہ جہیز

سوال:- [1617] لڑکے کی شادی میں اگر دولہا والوں کے کوئی مطالبات نہ ہوں وہ حق سے لیکن دین کے مخالف ہوں، اس کے باوجود دلہن والے جہیز دیتے ہیں تو کیا اس جہیز کا حاصل کرنا جائز ہے؟ (میر احمد علی جاوید، ممبئی)

جواب:- دلہن والوں سے رقم کا مطالبہ رشوت لینے کے حکم میں ہے، رشوت کا لینا تو حرام ہے ہی ضرورت شدیدہ کے بغیر اس کا دینا بھی حرام ہے، لہذا اگر مطالبہ پر لڑکی والے دے رہے ہوں تب تو قبول کرنا ناجائز ہے، اگر مطالبہ تو نہیں کیا، لیکن چونکہ لین دین کا رواج ہے، اس رواج کے تحت لڑکی والوں نے دیا اور لڑکے والوں نے قبول کیا تو یہ بھی جائز نہیں۔ کیونکہ فقہاء کا اصول ہے کہ جو چیز رواج کے تحت دی جاتی ہے، وہ بھی شرط ہی کے درجہ میں ہوتی ہے۔

"المعروف عرفا کالمشروط شرعا" (1)

(1) القواعد الفقهية لابن قيم الجوزية: ص: ۳۶۶، ۳۶۷، المنثور في القواعد: ۳۶۲/۲، الأشباه و النظائر: ص: ۱۵۲۔ محشی۔

ہاں! اگر لڑکے والوں نے صراحتاً لینے سے انکار کر دیا اور لڑکی والوں سے کہہ دیا کہ ہم لین دین کے خلاف ہیں لڑکے کو کچھ نہ دیا جائے۔ اس کے باوجود لڑکی والے دیں تو اب لینے کی گنجائش ہے، کیونکہ صراحتاً انکار کی وجہ سے لڑکے والے اس سے بری الذمہ ہیں، فقہاء کا اصول ہے: ''لا عبرة بالدلالة في مقابلة التصريح'' (۱) تاہم عزیمت کا درجہ یہ ہے کہ اس صورت میں بھی شادی کے وقت لینے سے گریز کیا جائے، کیوں کہ اس کا مقصد رسم و رواج ہی کی پیروی ہوتی ہے، اور یقیناً اس سے اس خراب رسم کو تقویت پہونچتی ہے، کیونکہ مقصود لڑکی والوں کا بخشش دینا نہیں ہوتا، بلکہ رسم و رواج کی پیروی مقصود ہوتی ہے، اگر داماد کو دینا مقصود ہوتا تو اس کے لیے شادی ہی کے موقع کے انتخاب کی ضرورت نہیں تھی، انسان اپنی اولاد کو، بھائی بہن اور ماں باپ کو بھی حسب حیثیت کچھ دیتا رہتا ہے، لیکن نہ تو اس کی نمائش کرتا ہے اور نہ کسی تقریب کا اہتمام؛ لہذا اس لین دین میں بہر حال رسم و رواج ہی مدنظر ہوتی ہے، جس کی حوصلہ شکنی کی جانی چاہئے، تاہم اس کے لیے بڑے حوصلہ اور اخلاقی جرأت کی ضرورت ہے۔

جہیز لینے کا مسئلہ

سوال:- (1618) پلنگ، الماری، فیمن، اسٹیل کے گھڑے وغیرہ کیا جہیز میں شامل ہیں؟ اور کیا شادی میں ان کا لینا بھی جائز ہے؟　　(محمد علیم، نظام آباد)

جواب:- اہمیت مقدار کی نہیں، بلکہ مطالبہ کی ہے، مطالبہ کسی چھوٹی سی چیز کا ہو تو بھی لینا گناہ ہے، اور اگر کہہ دیا جائے کہ مجھے کچھ جہیز نہیں چاہئے، صرف لڑکی مطلوب ہے، اور دل میں بھی سامان لینے کا چور نہ چھپا ہوا ہو، اس انکار کے باوجود اگر لوگ کچھ دے دیں، تو اسے قبول کیا جا سکتا ہے، گو زیادہ سامان ہو کہ اب یہ رشوت نہیں، بلکہ ہدیہ ہے۔

(۱) المنهاج في علم القواعد الفقهية : ص: ۲۲۷، " الصريح لا يحتاج إلى نية " (القواعد الفقهية، ص: ۲۲۷) محشی۔

نوشہ کو سونے کی انگوٹھی

سوال:- (1619) (الف) نوشہ سونے کی انگوٹھی پہنے ہوئے ہے اور اسی حال میں اس کا نکاح ہورہا ہے تو کیا یہ نکاح درست ہوگا؟

(ب) نیز شادی میں اکثر لوگ دولہے کو سونے کی انگوٹھی پیش کرتے ہیں، کیا مرد کو سونے کی انگوٹھی دینا جائز ہے؟

(محمد عبد الرشید ،سندی پیر عالم)

جواب:- (الف) رسول اللہ ﷺ نے مردوں پر سونا حرام قرار دیا ہے۔(۱) اس لئے مردوں کو سونا پہننا قطعاً جائز نہیں، اور نکاح جیسی مبارک سنت کے ادا کئے جانے کے موقع پر ایسے فعل حرام کا ارتکاب ظاہر ہے کہ گناہ بالائے گناہ ہے، لیکن نکاح کے منعقد ہونے پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا، اسے سونا پہننے کا گناہ تو ضرور ہوگا، لیکن نکاح منعقد ہوجائے گا۔

(ب) البتہ اگر کوئی چیز اپنی اصل کے لحاظ سے حلال ہو، لیکن مردوں کے لئے اس کا استعمال حرام ہو تو اس کا تحفہ دینا اور اس تحفہ کو قبول کرنا جائز ہے:

رسول اللہ ﷺ نے ریشمی کپڑا مردوں کے لئے حرام قرار دیا ہے، لیکن حضرت عمرؓ کو ایسا ہی ایک کپڑا تحفہ میں عنایت فرمایا، حضرت عمرؓ کو تامل ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تحفہ دینے کا یہ مقصد نہیں کہ تم خود سے پہنو، تم اسے اپنے کسی مشرک رشتہ دار کو ہدیہ کرسکتے ہو۔(۲)

---

(۱) صحیح البخاری ،حدیث نمبر:۵۸۶۳۔محشی۔
(۲) صحیح مسلم ،حدیث نمبر:۵۳۰۲۔محشی۔

تو مرد کے لئے یہ گنجائش ہے کہ وہ سونے کی انگوٹھی کا تحفہ قبول کرکے کسی عورت کو ہدیہ کردے یا اسے فروخت کرکے اس کی قیمت سے فائدہ اٹھائے، خود پہننا جائز نہیں۔

شادی میں لین دین اور مطالبہ کی شرعی حیثیت

سوال:- {1620} شادی میں لین دین اور مطالبہ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ (افسر محمد گر، حیدرآباد)

جواب:- قرآن مجید نے کہا کہ ﴿لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾ (۱) "اپنے مال باطل طریقہ پر نہ کھاؤ"، باطل طریقہ پر کھانے میں یہ بات بھی شامل ہے کہ کسی سے بجبر ومروت خاطر ناحق طور پر کوئی چیز حاصل کی جائے، شادی کے موقع سے پیسے اور سامان کا مطالبہ اسی زمرہ میں داخل ہے، فقہاء کی عبارتوں سے اشارہ ملتا ہے کہ یہ رشوت کے حکم میں ہے، (۲) لہذا اس کو لینا بھی حرام اور شدید ضرورت کے بغیر دینا بھی اور اگر لے چکا ہو تو واپس کردینا واجب ہے۔

جوڑے کی رقم

سوال:- {1621} آج کل شادیوں میں جو جوڑے کی رقم لی جاتی ہے، اس کا کیا حکم ہے؟

(عثمان علی، نگارم، وقارآباد)

جواب:- یہ ناجائز اور حرام ہے، پہلے زمانہ میں داماد کے بجائے سسر خود اپنے داماد سے رقم لیا کرتا تھا، فقہاء نے لکھا ہے کہ یہ مال حرام (سحت) میں داخل ہے اور مطالبہ کرکے لیا گیا تو واپس کرنا واجب ہے:

---

(۱) البقرۃ: ۱۸۸۔ محشی۔

(۲) اسلامی شادی حضرت مولانا اشرف علی تھانوی: ۱۳۵۔

"ومن السحت ما يأخذه الصهر من الختن
بسبب بنته بطيب نفسه حتى لو كان بطلبه
يرجع الختن به" (۱)

یہ حکم تو فقہاء نے سسر کے داماد سے لینے کا لکھا ہے، داماد کا لڑکی والوں سے لینا اس سے بھی زیادہ بری بات اور لائق شرم ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ساری مالی ذمہ داریاں لڑکے پر رکھی ہیں نہ کہ لڑکی پر اور اسی لیے شوہر کا درجہ بیوی سے بلند رکھا گیا ہے، اگر شوہر نے بیوی اور اس کے گھر والے کے سامنے ہاتھ پھیلایا تو اس نے دین بھی کھویا، اپنا مقام بھی کھویا اور اپنی عزت بھی کھوئی، اس لیے یہ صورت قطعاً جائز نہیں ہے۔

جوڑے کی رقم لینے والے کے ولیمہ میں شریک ہونا

سوال:- {1622} ہمارے علاقہ میں لڑکے والے لڑکی والوں سے باضابطہ جوڑے کی رقم طلب کر کے لیتے ہیں، ایسی صورت میں لڑکے والوں کی دعوت، یعنی ولیمہ کا کھانا درست ہے یا نہیں؟　　　(محمد اشرف الدین، بھولکپور)

جواب:- ایسا مطالبہ کرنے والے لوگ ظالم بھی ہیں، اور غاصب بھی، لہذا جو لوگ رقم کے مطالبہ سے واقف ہوں، ان کے لیے مجلس نکاح اور ولیمہ میں شرکت مکروہ تحریمی ہے اور اس سے اجتناب کرنا واجب ہے، (۲) اگر سماج میں تمام لوگ طے کرلیں کہ وہ ایسی شادیوں میں شریک نہیں ہوں گے تو اس سے اس غیر شرعی رسم کو ختم کرنے میں مدد ملے گی۔

---

(۱) رد المحتار : ۹/۱۰۷۔

(۲) "دعي إلى الوليمة و ثمة لعب أو غناء قعد و أكل لو المنكر في المنزل ، فلو على المائدة ، لا ينبغي أن يقعد بل يخرج معرضا لقوله تعالى : ﴿ فلا تقعد بعد الذكرى مع القوم الظالمين ﴾ قوله : لا ينبغي أن يقعد أي يجب عليه" (الدر المختار مع الرد : ۹/۵۰۱ ملخصاً ۔

لین دین کے سلسلہ میں والدین کی حکم عدولی

سوال:- (1623) میں اپنی ایک رشتہ دار حافظہ لڑکی سے نکاح کرنا چاہتا ہوں اور لین دین کے خلاف ہوں، میرے ماں باپ ایک خوب دنیوی تعلیم حاصل کی ہوئی لڑکی سے میرا رشتہ کرنا چاہتے ہیں اور لین دین کے ساتھ، ایسی صورت میں مجھے کیا کرنا چاہئے؟ (محمد عباس، رانچی)

جواب:- لین دین کی جو صورت مروج ہے، یہ قطعاً جائز نہیں، لڑکے کا لڑکی والوں سے مطالبہ کر کے کچھ حاصل کرنا رشوت کے حکم میں ہے، (۱) اس لیے حرام ہے، آپ اپنے والدین کو یہ سمجھائیں کہ وہ اتنا بڑا گناہ اپنے سر نہ لیں، رسول اللہ ﷺ نے لڑکی کے انتخاب میں دین داری کو معیار بنانے کا حکم دیا ہے اور فرمایا کہ اسی میں کامیابی ہے۔ (۲) اس لیے بظاہر حافظ لڑکی والا رشتہ زیادہ بہتر معلوم ہوتا ہے، اگرچہ بالغ لڑکے کو اپنے رشتہ کے لیے انتخاب اور ترجیح کا حق حاصل ہے، لیکن بہتر ہے کہ اپنے والدین اور بزرگوں کی رائے کو بھی ملحوظ رکھے، کیوں کہ وہ اپنے تجربہ کی بنا پر زیادہ صحیح رائے قائم کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

---

(۱) رد المحتار: ۹/۶۰۷، نیز دیکھئے اسلامی شادی، ص: ۱۳۵۔ محشی
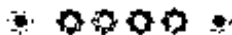
(۲) عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي ﷺ قال: تنكح المرأة لأربع: لمالها ولحسبها ولجمالها ولدينها فاظفر بذات الدين (صحيح البخاري، حدیث نمبر: ۵۰۹۰، باب الأكفاء في الدين) محشی۔

متفرق مسائل

شادی میں باجا بجانا

سوال:- {1624} آج کل شادیوں میں باجے رکھنا عام ہو گیا ہے، کیا باجے والی شادی میں شریک ہوا جا سکتا ہے؟

(محمد جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

جواب:- جن شادیوں میں گانا بجانا ہوتا ہو، اس میں شریک ہونا درست نہیں، (1) گانا بجانا گناہ ہے، اور گناہ کی حوصلہ شکنی واجب ہے۔ واللہ اعلم۔

قاری نکاح کو چاول وغیرہ دینا

سوال:- {1625} عقد نکاح کے وقت قاری نکاح کو طرفین کی جانب سے چاول اور کھوپرا پیش کیا جاتا ہے، کیا قاری نکاح کے لیے یہ چاول لینا جائز ہے؟

(محمد عبدالواحد، نیو بالو پلی)

(1) الدر المختار مع رد المحتار :۹/۵۰۱۔ محشی۔

جواب:- اس کی حیثیت ہدیہ تحفہ کی ہے، اور کسی بھی مسلمان کو ہدیہ دینا اور اس کا ہدیہ قبول کرنا جائز ہے، اس میں کچھ حرج نہیں، البتہ نکاح کا اس سے کوئی تعلق نہیں، اور اگر پہلے سے اجرت کے طور پر یہ بات طے شدہ ہو تو طرفین پر اس کا دینا واجب نہیں، اس لیے اسے لازم نہیں سمجھنا چاہئے۔

لڑکی سے محبت کے بعد شادی

سوال:- (1626) تین سوالات کے جوابات مطلوب ہیں:

(الف) تین چار مرتبہ غیر مسلم لڑکیوں سے زنا کیا ہے، اور شراب بھی پی ہے۔

(ب) کمیشن کی بنیاد پر کمپنی میں کام کرتا ہوں۔

(ج) ایک مسلم لڑکی سے محبت کرتا ہوں اور وہ مجھے بوسہ لیا کرتی ہے اور میں بھی اس کو بوسہ لیتا ہوں۔ البتہ زنا نہیں کیا ہے، عنقریب شریک حیات بنانے والا ہوں، مندرجہ بالا سوالات کی مذہب اسلام میں کہاں تک اجازت اور سزا ہے؟ ان غلطیوں کا اعتراف کرکے نیک اور سچا مسلمان بننا چاہتا ہوں، تو مجھے کیا کرنا چاہئے؟ (... ...مدین بازار، حیدرآباد)

جواب:- (الف) زنا کرنا سخت گناہ اور معصیت ہے، خواہ مسلمان لڑکی سے ہو یا غیر مسلم لڑکی سے اور شراب پینا بھی، (۱) آئندہ آپ اس سے بچیں، توبہ کریں اور نکاح میں عجلت

---

(۱) ﴿وَ لَا تَقْرَبُوا الزِّنَا إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَّ سَاءَ سَبِيلًا﴾ (الاسراء:۳۲)

" لعن رسول الله ﷺ في الخمر عشرة : عاصرها ، و معتصرها و المعصورة له و حاملها ، و المحمولة له ، و بائعها و المبيوعة له و ساقيها و المستقاة له حتى عد عشرة من هذا الضرب " عن أنس ﷺ (سنن ابن ماجة ، حديث نمبر:۳۳۸۱، باب لعنة الخمر على عشرة أوجه) محشی۔

کریں، تا کہ آئندہ آپ ایسے گناہوں سے بچ سکیں۔

(ب) آپ کی کمپنی کا کام اگر سود اور قمار پر نہ ہو تو کوئی حرج نہیں، کمپنی کے کاروبار کی تفصیل لکھیں تو تفصیلی جواب دیا جائے گا۔

(ج) آپ کو چاہئے کہ آپ اس لڑکی سے جلد نکاح کرلیں اور اس سے پہلے ایسی کوئی حرکت نہ کریں، ایک اجنبی لڑکی کا لڑکے کو یا لڑکے کا لڑکی کو بوسہ لینا سخت گناہ ہے،(۱) اور پچھلے گناہوں کی تلافی توبہ اور آئندہ ایسی حرکتوں سے اجتناب ہے۔

شادی میں مصلحتاً تاخیر

سوال:- (1627) بالغ مرد یا عورت کے لئے نکاح اس لئے نہ کرنا کہ اس کی بڑی بہن یا بڑا بھائی نیز چھوٹا بھائی یا چھوٹی بہن کی شادی نہیں ہوئی ہے باوجود استطاعت کے، کیا فسق نہیں ہے؟ ایسے لوگوں کے لئے شریعت میں کیا سزا ہے؟ کیا استطاعت کا مطلب یہ بھی ہے کہ کسی کی بڑی بہن یا اس کے بھائی کی شادی ہو جائے؟ (محمد الیاس، دالام، گلبرگہ)

جواب:- بھائی بہن کی وجہ سے شادی سے رکے رہنے کو فسق نہیں کہا جا سکتا، یہ حالات اور اس مرد کے اپنے نفسانی جذبات سے متعلق قوتِ برداشت پر موقوف ہے، بعض دفعہ حالات متقاضی ہوتے ہیں کہ انسان اپنی شادی کو موخر کرے۔

بلا عذر نکاح میں تاخیر

سوال:- (1628) آج کل شادی میں بسبب مجبوری بلا

---

(۱) "ولا یحل له أن یمس وجهها ولا کفها وإن کان یأمن الشهوة" (الفتاوی الهندیة : ۳۲۹/۵)

ہمارے ہاں شادی کی رسم زیادہ ہیں، کیونکہ سن بلوغ اور استطاعت کے بعد بھی دس، بیس، تیس سال تک لوگ یوں ہی بن بیاہے بیٹھے رہتے ہیں، کیا ایسے لوگ سزا کے مستحق نہیں ہیں؟

(محمد سلیم، بہاولنگر)

جواب:- استطاعت کے باوجود بلا عذر نکاح میں تاخیر کرنا سنت پر عمل سے محرومی ہے، اگر اس کی وجہ سے آخری درجہ کی برائی میں ملوث نہ ہو لیکن نگاہ و دل کو عفیف نہ رکھ سکے تو اس کو بھی حضور ﷺ نے ایک درجہ کا زنا قرار دیا ہے،(۱) اور یہ سخت گناہ ہے، سنت کے ثواب سے محرومی اور دل و نگاہ کی بے عفتی یہی اس جرم کی سزا ہے۔

نکاح سے گریز

سوال:- [1629] ایک گھر میں یہ صورت حال ہے کہ تین بھائی اور چار بہنیں ہیں، سب سے بڑے بھائی کی عمر چالیس سال ہے اور سب سے چھوٹی بہن کی تیس سال، لیکن شادی کا کوئی ذکر نہیں ہے اور کسی کو کسی کے رشتہ سے متعلق کوئی خیال نہیں، کیا اس طرح تجرد کی زندگی گزارنا درست ہے؟

(نصرت علی خان، شیخ محلہ)

جواب:- اسلام دینِ فطرت ہے، اور اس کا ہر حکم انسانی فطرت اور ضرورت سے ہم آہنگ ہے، نکاح بھی انسان کی ایک بنیادی ضرورت ہے، اس سے جہاں نسلِ انسانی کی افزائش متعلق ہے، وہیں قلب کا سکون و اطمینان بھی، اسی لئے پیغمبرِ اسلام ﷺ نے اس کی حوصلہ افزائی اور تاکید فرمائی ہے، اور تجرد کی زندگی کو ناپسند فرمایا، آپ ﷺ نے فرمایا:

(۱) صحیح البخاری، حدیث نمبر ۶۲۴۳، باب زنی الجوارح دون الفرج۔ محشی

"من کان موسراً لأن ینکح ثم لم ینکح فلیس منی " (۱)

"جو نکاح کرنے کی گنجائش رکھتا ہو، پھر بھی نکاح نہ کرے تو وہ مجھ سے نہیں ہے"

ایک موقع سے آپ ﷺ نے نوجوانوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

"من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج " (۲)

"تم میں سے جو نکاح کرنے کی استطاعت رکھتا ہو انہیں ضرور نکاح کرلینا چاہئے"

آپ ﷺ نے نکاح نہ کرنے والوں کو بدترین لوگ قرار دیا، "شرارکم عزابکم " (۳) آپ ﷺ نے فرمایا: 'پانچ چیزیں انبیاء کی سنتوں میں سے ہیں، اور ان میں ایک نکاح کا ذکر فرمایا' (۴) اس لئے نکاح سے گریز کا رویہ اختیار کرنا مناسب نہیں، آپ ان حضرات کو اس سے بچنے کی تلقین کریں۔

بیوی کے ناجائز تعلقات کی وجہ سے شوہر کی خودکشی

سوال:- (1630) ایک ہمارے نوجوان قرابت دار ہیں، ان کی شادی کو ڈیڑھ سال کا عرصہ گزر رہا ہے، جس لڑکی سے ان کی شادی ہوئی، شادی کے بعد اسے معلوم ہوا کہ محلہ کے ایک لڑکے سے اس کا معاشقہ تھا، دریافت کرنے پر لڑکی

---

(۱) مجمع الزوائد: ۴/۲۵۱۔

(۲) صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۳۴۰۰، یحییٰ۔

(۳) مجمع الزوائد، حدیث نمبر: ۷۳۹۸۔

(۴) مجمع الزوائد، حدیث نمبر: ۷۳۱۸۔

نے اعتراف کیا اور کہا کہ چند خطوط کا مراسلہ ہوا تھا اور حلفیہ
بیان دیا کہ گناہ میں ملوث نہیں ہوئی ہوں اور اب اس سے توبہ
کرتی ہوں، اس کے بعد ان کے شوہر کافی رنجیدہ ہوئے اور وہ
اپنی بیوی کے تعلق سے بے توجہی برت رہے ہیں، بلکہ طلاق یا
خلع کا منصوبہ بنا رہے ہیں اور اگر تفریق کی کوئی صورت پیدا نہ
ہو تو وہ خودکشی پر آمادہ ہیں یا بعث کے لیے گمنام ہو جانا چاہتے
ہیں، تو کیا مذکورہ واقعہ کے تحت خودکشی کرنا جائز ہوگا یا حرام
موت پر محمول ہوگا؟ (عابدہ خانم، حافظ باباٹگر)

جواب:- خودکشی بہر صورت حرام ہے، رسول اللہ ﷺ نے اسے عند اللہ سخت پکڑ کا باعث بتایا ہے، (۱) اسی طرح لاپتہ ہو جانا بھی جائز نہیں، کیوں کہ یہ مختلف لوگوں کے حقوق کو ضائع کرنا اور اپنے فرائض سے پہلوتہی برتنا ہے اور کسی کے ساتھ حق تلفی جائز نہیں، اگر ان صاحب کی بیوی نے توبہ کر لیا ہو، تو اسے طلاق دے دینا یا ایسی صورت اختیار کرنا کہ وہ خلع لینے پر مجبور ہو جائے، یا اس سے بے توجہی یا بے التفاتی برتنا بھی جائز نہیں اور باعث گناہ ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص گناہ سے توبہ کر لے، وہ بے گناہ شخص کی طرح ہے۔ "التائب من الذنب کمن لا ذنب له" (۲) اگر کوئی فاسق و فاجر شخص اپنے فسق و فجور سے تائب ہو جائے وہ فسق کے دائرے سے باہر نکل آتا ہے تھوڑی دیر کے لیے آپ کے وہ قرابت دار سوچیں کہ کیا ان سے کوئی گناہ صادر نہیں ہوتا اور اللہ کی نافرمانی نہیں ہوتی؟ اس لیے یہ محض شیطانی وسوسہ ہے، انھیں عفو و درگذر سے کام لینا چاہیے اور خودکشی اور طلاق جیسے گناہ سے اپنے آپ کو بچانا چاہیے۔

(۱) صحیح مسلم: ۷۲/۱، باب بیان غلظ تحریم قتل الإنسان نفسه۔ محشی۔
(۲) سنن ابن ماجة، حدیث نمبر: ۴۲۵۰، باب ذکر التوبة، کنز العمال، حدیث نمبر ۱۰۲۳۹ بحوالہ ابن ماجة، و صحیحن۔ مرتب۔

سود کی رقم سے شادی

سوال:- {1631} لڑکی پیدا ہونے کے چار سال کے بعد بینک میں فکسڈ ڈپازٹ کیا جاتا ہے، پندرہ بیس سال کے بعد لڑکی کا رشتہ طے ہوتا ہے تو وہ رقم بینک سے نکال کر (وہ رقم تو لاکھوں میں ہوتی ہے) اس روپے سے شادی کرنا جائز ہے یا ناجائز ہے؟ شرعی رو سے مسئلہ بتایئے۔

(عمران خاں، ملے پلی، حیدرآباد)

جواب:- ڈاک خانوں اور بینکوں میں روپے جمع کرکے اس کا سود لینا حرام ہے، لیکن وہاں چھوڑنے کے بجائے وصول کرکے سڑکوں، پیشاب خانوں، پاخانوں اور نالیوں کی تعمیر جیسے رفاہ عام کے کاموں میں لگا دینا چاہئے یا اس سے غریبوں، مسکینوں، بیواؤں اور مقروضوں کی امداد کرنی چاہئے اور ان مظلوموں کی امداد بھی جائز ہے جن کو ناحق مقدمہ میں ماخوذ کرلیا گیا ہو، مگر ثواب کی نیت سے نہ ہو کیونکہ حرام مال کسی کو دینے سے ثواب نہیں ملتا۔(۱)

سالی اور بہنوئی میں بے تکلفی

سوال:- {1632} اکثر دیکھا جاتا ہے کہ سالی اور بہنوئی کے درمیان بے تکلفی اور آزادانہ میل جول ہوتا ہے، سالیاں، بہنوئیوں کی دلجوئی، اس سے مصافحہ کرنے، یہاں تک کہ اس کے ہاتھ پیر دبانے میں بھی پیش پیش رہتی ہیں، اس کا شرعی حکم کیا ہے؟ (سید جلال پاشاہ، جہاں نما)

جواب:- سالی اور بہنوئی کے درمیان بے تکلفی قطعاً جائز نہیں، اور ان کا باہم

---

(۱) فتاویٰ رحیمیہ: ۳/۲۰۵۔

ناشائستہ ہنسی مذاق کرنا، ہاتھ یا پاؤں دبانا قطعاً حرام و گناہ ہے، رسول اللہ ﷺ نے اسی لیے دیور کو موت یعنی اخلاقی تباہی کا باعث قرار دیا ہے،(۱) کیوں کہ دیور اور بھاوج مذاق کیا کرتے تھے، یہی بات سالی اور بہنوئی کے ساتھ صادق آتی ہے، سالی اور بہنوئی ایک دوسرے کے لیے غیر محرم ہیں۔

بیوی کے پستان کو منہ میں لینا

سوال:- (1633) اگر شوہر شب زفاف میں یا اس کے علاوہ اپنی بیوی کے پستان کو جوانی کی مستی میں آکر چوستا ہے تو کیا ایسا کرنا صحیح ہے، اور اگر مکروہ ہے تو مکروہ تنزیہی ہے یا تحریمی؟ نیز بچہ ہو جانے کے بعد بھی ایسا کرسکتا ہے؟ اگر دودھ بھی پی لیا تو کیا حکم ہے؟

(محمد عبد الغنی کشمیری، دار العلوم حیدرآباد)

جواب:- بیوی کا پورا جسم شوہر کے لیے حلال ہے اور اس سے لطف اندوزی جائز ہے،(۲) اس طرح پستان کو بھی منہ میں لینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، البتہ عورت کا دودھ پینا حرام ہے،(۳) اس لیے جن ایام میں پستان میں دودھ ہو پستان کو چوسنا مکروہ تحریمی ہے، کیوں کہ یہ حرام

---

(۱) "إن رسول الله ﷺ قال : إياكم و الدخول على النساء ، فقال رجل من الأنصار يا رسول الله ﷺ ! أفرأيت الحمو ؟ قال : الحمو الموت" عن عقبة بن عامر ﷺ. (صحيح البخاري، صفحہ نمبر:۵۲۳۲، باب لا يخلون رجل بامرأة إلا ذو محرم و الدخول على المغيبة)

(۲) "وهو تحقيق وجيه : لأنه يجوز له أن يلمس بجميع بدنه بذكره جميع بدنها إلا ما تحت الإزار" (رد المحتار :۱/۴۹۵، باب الحيض)

(۳) "ولم يبح الارضاع بعد مدته : لأن جزء آدمي و الانتفاع به بغير ضرورة حرام" (رد المحتار :۴/۴۰۳، باب الرضاع)

کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ اگر دودھ پی لیا تو گناہ ہے، لیکن اس سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، مگر توبہ و استغفار کر لینا چاہئے۔

حرام پیسوں سے غریب لڑکیوں کی شادی

سوال:-(1634) کیا حرام کمائی سے غریب لڑکیوں کی شادی کی جا سکتی ہے؟ (سید زاہد فردین، یاقوت پورہ)

جواب:- کسی آدمی کا خاص طور پر اس مقصد کے لیے حرام کی کمائی حاصل کرنا تو درست نہیں، کیوں کہ کسی عمل کے درست ہونے کے لیے مقاصد کے بہتر ہونے کے ساتھ ساتھ طریقۂ کار بھی درست ہونا ضروری ہے، لیکن اگر غفلت کی وجہ سے یا بلا ارادہ اس کی کمائی میں کچھ حرام حصہ بھی شامل ہو گیا، تو اصل تو یہ ہے کہ مالِ حرام جس سے لیا گیا ہو، اسے واپس لوٹایا جائے لیکن اگر اس کا پتہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے، یا کسی اور وجہ سے اس کو نہیں لوٹایا جا سکا، تو پھر اس کو غرباء پر صدقہ کر دینا واجب ہے، اور غریبوں پر صدقہ کرنے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ غریب لڑکیوں کی شادی کر دی جائے، اس لیے یہ صورت بھی درست ہے۔

" لأن سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الرد على صاحبه " (۱)

ضدی بیوی کی اصلاح

سوال:-{1635} میری بیوی بہت ضدی و سرکش ہے، اپنی بات پر اڑی رہتی ہے، میں نے سمجھایا بھی ہے اور سختی بھی برتی ہے، لیکن جو عورت کی فطرت ہے اس کے مطابق وہ اپنی ضد پر قائم ہے۔ (سید عمر علی، نظام آباد)

---

(۱) رد المحتار :۹/۵۵۳۔

جواب:- عورت کی فطرت میں ایک گونہ ضد اور اصرار پایا جاتا ہے، اسی لئے حضور ﷺ نے مرد کو تحمل کی تلقین کی ہے، اور فرمایا کہ اگر تم مکمل درست کرنے جاؤ گے تو لکڑی کی طرح توڑ کر رکھ دو گے، لیکن اس کی کمزوری کو برداشت کرکے ہی اس سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔(۱) اس لئے آپ مایوس نہ ہوں اور اپنے علاقہ کے کسی اچھے عالم کے ذریعہ اپنی بیوی کی تفہیم کریں اور دعا کا بھی اہتمام ہو، مجھے امید ہے انشاء اللہ رفتہ رفتہ مزاج میں تبدیلی آجائے گی۔

نادرست نکاح میں اولاد کی دعاء

سوال:- {1636} ایک مسلمان نے کسی غیر مسلم عورت سے جو خود اپنے مذہب پر قائم ہے، نکاح کیا ہے، ایسی صورت میں کیا کوئی عالم یا بزرگ اس جوڑے کے لیے اولاد کی دعاء کر سکتا ہے؟ (احمد سعید، بازار گھاٹ)

جواب:- یہودی یا عیسائی کے سوا کسی اور غیر مسلم عورت سے اگر مسلمان نکاح کرے تو نکاح منعقد نہیں ہوتا، اس لیے اولاً تو اگر کوئی مسلمان اس فعل کا مرتکب ہو تو اسے سمجھانا چاہیے، کہ وہ مستقل اور مسلسل گناہ میں مبتلاء ہے، یا تو اس عورت کو اسلام قبول کرائے، اور دوبارہ شرعی طریقہ پر نکاح کرے، یا اس سے ترکِ تعلق کرے، اس کے لیے اولاد کی دعاء کرنا درست نہیں؛ کیونکہ یہ ایک گناہ میں اضافہ اور تقویت کی دعاء ہے، اور ایسی باتوں کی دعاء کرنا درست نہیں جو گناہ کی ہوں۔

نکاح میں سہرا باندھنا

سوال:- {1637} نکاح میں سہرا باندھنے کا رواج عام ہے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ نکاح میں سہرا باندھنا سنت ہے،

---

(۱) صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۵۱۸۵، باب الوصیۃ بالنساء۔ محشی۔

اس مسئلہ میں میری رہنمائی فرمایئے اور لڑکیوں کو کیا ودائی سہرا باندھا جاسکتا ہے؟ (سید زاہد فردین، یاقوت پورہ)

جواب:- اسلام میں سہرا باندھنے کی کوئی اصل نہیں، صحابہ ﷺ اور سلف صالحینؒ نے کبھی اس طرح کی چیز نہیں باندھی، یہ بعض غیر مسلم قوموں کی رسم ہے، جس کو ناسمجھی اور ناواقفی میں ہمارے مسلمان بھائیوں نے لے لیا ہے، اس لئے نہ دولہا کو سہرا باندھنا چاہئے اور نہ دلہن کو۔

حضرت فاطمہؓ سے حضرات شیخینؓ کا رشتہ کیوں رد کردیا گیا؟

سوال:- {1638} الحاج محمد عاشق علی حسامی کی ایک کتاب "حقوق العباد" ہے اس کتاب کے صفحہ ۳۷ پر شادی کی عمر سے متعلق ایک روایت درج ہے کہ حضرت فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے لئے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ دونوں نے نکاح کا پیغام دیا، حضور ﷺ نے قبول نہیں فرمایا، کیونکہ یہ دونوں عمر میں بہت بڑے تھے اور حضرت فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) چھوٹی تھیں" کیا یہ بات صحیح ہے؟

(محمد جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

جواب:- جی ہاں! یہ بات روایات میں آئی ہے، کہ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ نے پیغام نکاح دیا، آپ ﷺ نے اسے قبول نہیں فرمایا، پھر حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کو مشورہ دیا کہ وہ پیغام نکاح دیں، لیکن وہ اپنی معاشی تنگ دستی کی وجہ سے جھجک رہے تھے، بہر حال رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ سے حضرت فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا نکاح فرما دیا۔(۱)

جہاں تک عمر کے تفاوت کی بات ہے، تو یہ بھی اس رشتہ کو رد کرنے کی وجہ ہوسکتی ہے، لیکن غالباً روایات میں اس کی صراحت نہیں، عربوں کے یہاں عمر کے خاصے تفاوت کے ساتھ بھی

---

(۱) دیکھئے: اسد الغابہ: ۷/۲۱۸۔

نکاح کا رواج تھا، بظاہر ایسا لگتا ہے کہ یہ چاروں صحابہ ﷺ رسول اللہ ﷺ کے خاص مددگار اور جاں نثار تھے، آپ ﷺ نے ان کی قربانی کے مکافات کے طور پر حضرت ابوبکر ﷺ اور حضرت عمر ﷺ کی صاحبزادیوں کو اپنے نکاح میں لایا، اور خود اپنی صاحبزادیوں کو حضرت عثمان ﷺ اور حضرت علی ﷺ کی نکاح میں دیا، اسی لئے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتخاب آپ ﷺ نے حضرت علی ﷺ کے لئے فرمایا، واللہ اعلم۔

شوہر کی اجازت کے بغیر عورت کا باہر جانا

سوال:- {1639} کوئی عورت اپنے شوہر کو بتائے بغیر کہیں جاسکتی ہے؟ اگر شوہر جانے سے منع کرے تو کہتی ہے کہ آپ مجھ پر شک کررہے ہیں۔ (م، ح ، حیدرآباد)

جواب:- حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"کسی عورت کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے گھر میں اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر کسی کو آنے دے" (۱)

جب کسی عورت کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ شوہر کی اجازت کے بغیر اپنے یہاں کسی کو آنے دے تو شوہر کی اجازت کے بغیر خود اس کا کہیں جانا، کیوں کر روا ہو سکتا ہے، اس لئے کسی عورت کے لئے یہ بات قطعا درست نہیں کہ وہ شوہر کی اجازت کے بغیر کہیں جائے، ہاں! شدید مجبوری جیسے علاج وغیرہ کی صورت اس سے مستثنیٰ ہے۔

شادی کے موقع پر ویڈیو گرافی

سوال:- {1640} شادی بیاہ کے موقع پر سہرا باندھنا، ویڈیو گرافی اور فوٹو گرافی جائز ہے؟ واضح ہو کہ دلہن کے کمرہ

(۱) ریاض الصالحین ،ص:۱۸۸۔

میں نوجوان خواتین اور لڑکیوں کے ساتھ اجنبی مرد یا رشتہ دار فوٹو اور ویڈیو لیتے ہیں، کھانا کھاتے وقت بھی فوٹو گرافی اور ویڈیو گرافی کی جاتی ہے، کیا یہ جائز ہے؟

(محمد عبدالستار نانا، وقار آباد)

جواب:- شادی کے موقع پر سہرا باندھنے کی کوئی اصل نہیں، اور ویڈیو گرافی اور فوٹو گرافی بھی ناجائز ہے، عورتوں کے ویڈیو یا فوٹو لینا تو اور بھی سخت گناہ ہے، نکاح کے مبارک موقع پر ایسی حرکتوں کا ارتکاب اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دعوت دینا ہے۔

نکاح کے وقت نوشہ سے کلمہ پڑھانا

سوال:- (1641) میں اپنے ایک خاص دوست کی شادی میں نظام آباد گیا وہاں دیکھا کہ قاضی صاحب ایجاب وقبول سے پہلے دوم اور پنجم کلمہ پڑھاتے ہیں، اگر یاد نہ ہو تو بڑے سخت لہجے میں بھری محفل میں جھڑک دیتے ہیں، شریعت کی رو سے یہ عمل کیا ہے؟ جواب مرحمت فرمائیں۔

(محمد شاہد، پائن پوری، مہاراشٹر)

جواب:- نکاح منعقد ہونے کے لئے ایجاب وقبول ضروری ہے، (۱) اور خطبہ مسنون ہے، باقی اس موقع سے کلمہ وغیرہ پڑھوانا حدیث سے ثابت نہیں، خیال ہوتا ہے کہ چوں کہ مسلمان بھی بعض اوقات نا سمجھی میں کفریہ کلمات بول جاتے ہیں، مثلاً داڑھی، مسواک، تسبیح، نماز، روزہ وغیرہ کی اہانت اور لاعلمی کی وجہ سے اپنی اس غلطی کا ادراک بھی نہیں کر پاتے، ممکن ہے اسی بنیاد پر بعض بزرگوں نے نکاح کے وقت تجدید ایمان کا اہتمام کرایا ہو اور اس اہتمام میں کلمہ

(۱) "النکاح ینعقد بالإیجاب و القبول" (الهدایة: ۳۰۵/۲) محشی۔

پڑھوایا ہو، تاکہ نکاح کے درست ہونے میں کوئی شبہ باقی نہ رہے، بہر حال جہاں اس طرح کا اندیشہ نہ ہو وہاں اس طرح کلمہ پڑھانے کی ضرورت نہیں ہے۔

طبی مجبوری کے تحت عزل

سوال:- (1642) میری بیوی دق (T.B) کی مریضہ ہے، ڈاکٹر نے سختی سے منع کیا کہ حمل نہیں ٹھہرنا چاہئے، اس کے لئے میں نے نرودھ کا استعمال کیا، لیکن اب کسی وجہ سے نرودھ کا استعمال نہیں کرتا ہوں، اور مادۂ منویہ کا باہر اخراج کرتا ہوں تو کیا میرا یہ عمل گناہ کا باعث تو نہیں؟　　　(ع، ر، مشیر آباد)

جواب:- جو صورت آپ نے ذکر کی ہے، اس کو عربی زبان میں ''عزل'' کہتے ہیں، محض اس خوف سے عزل کرنا کہ اگر بچے پیدا ہوئے تو اس کی روٹی روزی کا کون نظم کرے گا؟ جائز نہیں، (۱) لیکن طبی ضرورت کے تحت نرودھ استعمال کرنا اور عزل کرنا جائز ہے، (۲) اس لئے آپ کا یہ عمل درست ہے، البتہ نرودھ کا استعمال اور عزل میں سے جو صورت عورت کے لیے زیادہ اطمینان بخش ہو، وہ کرنا چاہئے، اسی لیے عزل کے لیے بیوی کی اجازت کو ضروری قرار دیا گیا ہے۔

نکاح کے موقع سے چھوہارے لٹانا

سوال:- (1643) بندہ کو ایک شادی کے موقع پر جانا ہوا، تو نکاح کے بعد چھوہارے تقسیم کرنے کے بجائے لٹایا گیا، بعض لوگ اس پر ناراض ہوئے، کیا شرعاً مسجد میں اس طرح

---

(۱) رد المحتار ۳؍۳۳۵، بحث۔

(۲) حوالہ سابق

نثار درست ہے؟　　　　(محمد مسعود، مسجد محمدی، دریبہ پورہ)

جواب: حدیث کی مشہور کتاب "سنن بیہقی" میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

"رسول اللہ ﷺ ایک نکاح میں شریک ہوئے، آپ ﷺ کے پاس ایک طشت لایا گیا، جس میں اخروٹ، بادام اور کھجور تھے، ان چیزوں کو بکھیر دیا گیا، ہم لوگ ابتداءً لینے سے رکے، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے چھین جھپٹ کرنے سے منع فرمایا تھا، آپ ﷺ نے ہم لوگوں کے رکے رہنے کی بابت دریافت فرمایا؟ میں نے عرض کیا کہ آپ (ﷺ) نے کسی چیز کو لوٹنے سے منع فرمایا ہے، آپ ﷺ نے اس موقع پر اس کی اجازت مرحمت فرمائی، لیکن یہ روایت سند کے اعتبار سے ضعیف ہے"(1)

اسی لئے فقہاء نے اس موقع پر کھجور وغیرہ تقسیم کرنے کی اجازت دی ہے اور لٹانے کی بھی، لیکن تقسیم کرنے کو بہتر قرار دیا ہے:

"ویحل نثر سکر و ھو رمیۃ مفرقا و غیرہ ..
ولکن ترکہ أولی" (2)

راقم الحروف کا خیال ہے کہ مساجد کے اندر اگر نکاح ہو تو کھجور لٹانے سے بہتر تقسیم کر دینا ہے کہ اس میں احترام مسجد کی زیادہ رعایت ہے۔

---

(1) دیکھئے: اعلاء السنن: ۱۲/۹۔

(2) "لا بأس بنثر السکر و الدراھم في الضیافۃ و عقد النکاح" (الفتاوی الھندیۃ: ۵/۳۴۵) محشی۔

نوشہ کے ہاتھ میں چاقو

سوال:- {1644} کیا نکاح کے دن نوشہ کے ہاتھ میں چاقو دینا درست ہے؟ (شیخ افسر، تالاب کٹہ)

جواب:- نکاح ایک مذہبی عمل ہے اور رسول اللہ ﷺ نے امور دین میں کسی نئی بات ایجاد کرنے کو بہت ہی سختی سے منع فرمایا ہے، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو امور دین میں کسی بات کا اضافہ کرے جو اس میں ثابت نہ ہو وہ قابل رد ہے۔ "من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد" (۱) آپ ﷺ سے احکام نکاح اور طریقۂ نکاح تفصیل کے ساتھ حدیث اور سیرت کی کتابوں میں مذکور ہے، جن میں چاقو وغیرہ لینے کا کوئی ذکر نہیں ہے، یہ محض جاہلانہ اور بے معنی رسم ہے، اس لئے ایسی غیر شرعی باتوں سے پوری طرح اجتناب کرنا چاہئے۔

نکاح میں گانا بجانا

سوال:- {1645} نکاح میں اکثر جگہ گانا بجانا ہوتا ہے، کیا خوشی کی مناسبت سے اس موقعہ پر گانے بجانے کی گنجائش ہے؟ (شکیلہ بانو، بشیر پیٹ)

جواب:- ایک صاحب ایمان کے لئے خوشی کے اظہار کا طریقہ یہ ہے کہ جب کوئی اچھی بات پیش آئے تو اللہ کا شکر ادا کرے، نہ یہ کہ وہ کچھ کرے جو اللہ کو ناراض کرنے والی ہو، جس خوشی میں اللہ کی رضا اور خوشنودی کا خیال نہ کیا جائے، اندیشہ ہے کہ وہ خوشی ناپائیدار ہوگی، باجا بجانا، بے ہنگم آواز گانا یا ایسا گانا جو منکر اخلاقی مضامین پر مشتمل ہو، قطعاً جائز نہیں، رسول اللہ ﷺ نے نہایت سختی کے ساتھ اس سے منع فرمایا ہے، اور فقہاء نے بالقصد اس کے سننے کو بھی

---

(۱) صحیح مسلم: ۲/ ۷۷

حرام قرار دیا ہے۔

"استماع صوت الملاهی کالضرب بالقصب وغیرہ حرام، لأنہ من الملاهی"(۱)

گانا بجنے والی شادی میں شرکت

سوال:- {1646} دوست کے بھائی کی شادی میں باجا وغیرہ تھا، اس لئے میں نہیں گیا، بعض لوگوں کو اس پر اعتراض ہے۔ تو کیا تعلق باقی رکھنے کے لئے ہمیں چلا جانا چاہئے تھا؟　　(شہباز احمد، نازیہ)

جواب:- گانا بجانا حرام ہے اور جس شادی کے بارے میں پہلے سے معلوم ہو کہ اس میں گانا بجانا ہوگا، اس میں شرکت جائز نہیں، (۲) مسلمان کے شایانِ شان نہیں کہ وہ اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کو راضی کرنے کے لئے اللہ اور رسول ﷺ کو ناراض کرلے، غور کیجئے کہ کیا اس سے بڑھ کر نقصان کی تجارت ہو سکتی ہے؟

نکاح کے رجسٹریشن کرانے کی فقہی و شرعی حیثیت

سوال:- (1647) مکرم و محترم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا کرے مزاج بعافیت ہو۔

ایک اہم علمی اور دینی ضرورت کے پیش نظر یہ عریضہ ارسال خدمت ہے اور توقع ہے کہ فوری طور پر اس پر غور و فکر

---

(۱) خلاصۃ الفتاویٰ: ۴/۳۴۵۔

(۲) دیکھئے: الدر المختار مع رد المحتار: ۹/۵۰۱۔ محشی۔

فرما کر اپنی رائے سے مطلع فرمائیں گے۔

معلوم ہوا ہے کہ حکومت یوپی نے مرکزی حکومت سے درخواست کی ہے کہ ایک مرکزی نکاح رجسٹریشن ایکٹ بنا دیا جائے تا کہ اس قانون کے مطابق پورے ملک میں ہونے والے نکاحوں کا اندراج وغیرہ مکمل ہو سکے، حکومت یوپی نے خیال ظاہر کیا ہے کہ نکاح کے رجسٹریشن کو ابھی تک حکومت نے لازمی قرار نہیں دیا ہے، جس کی وجہ سے حکومت عدلیہ اور عوام کے پاس کسی بھی نکاح کا موثق ریکارڈ موجود نہیں ہے، جس کا نقصان یہ ہوتا ہے کہ بعض دفعہ جب زن وشو میں تعلقات خراب ہوتے ہیں اور معاملات کی تحقیق کی نوبت آتی ہے تو اطمینان بخش گواہی نہیں مل پاتی، اکثر و بیشتر دین مہر کا مسئلہ بہت اختلافی بن جاتا ہے اور صحیح طور پر دین مہر نہ گواہوں کو یاد رہتا ہے نہ دوسرے حاضرین مجلس نکاح کو، یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ گواہ اکثر بوڑھے لوگ بنائے جاتے ہیں جن کے دنیا سے گزر جانے کے بعد گواہی اور دعویٰ کے ثبوت کا مسئلہ قانونی لحاظ سے پیچیدہ ہو جاتا ہے۔

حکومت یوپی کا خیال ہے کہ ان دشواریوں کو دور کرنے اور نکاح کے مکمل ریکارڈ کو محفوظ رکھنے کے لئے نکاح کے اندراج کو لازمی قرار دیا جانا چاہئے، تا کہ ہر ایک نکاح کی تفصیلات کا معتمد علیہ وثیقہ موجود رہے، یہ بھی معلوم ہوا کہ مرکزی حکومت کو یہ مشورہ دیا گیا ہے کہ نکاح رجسٹریشن ایکٹ بنا دئے جائیں کہ رجسٹریشن کی حیثیت نکاح کے لئے شرط کی

کی ہو جائے اور اس قانون سازی کے بعد ہونے والا وہی نکاح حکومت عدلیہ کی نگاہ میں معتبر ہو، جس کے اندراجات حکومت کے قانون کے مطابق کرائے جا چکے ہوں اور نفاذ قانون کے بعد وہ سارے نکاح جو رجسٹریشن کے بغیر ہوں حکومت اور عدلیہ کی نگاہ میں غیر معتبر سمجھے جائیں۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ حکومت کو ایک دوسرا مشورہ بھی دیا گیا ہے کہ نکاح رجسٹریشن قانون اس طور پر بنایا جائے کہ اگر اس قانون کے نفاذ کے بعد کوئی شخص رجسٹریشن کے بغیر نکاح کرے تو وہ نکاح تو صحیح اور حکومت اور عدلیہ کے نزدیک قابل قبول ہوگا، لیکن رجسٹریشن نہ کرنے کو ایک جرم قرار دیا جائے اور جو بھی اس جرم کا مرتکب ہو اس کے لئے جرمانہ یا جیل کی سزا تجویز کی جائے، گویا اس طور پر رجسٹریشن نہیں کرانے سے نکاح تو متاثر نہیں ہوگا، لیکن نکاح کی تفصیلات کے اندراج اور کسی بھی اٹھنے والے اختلاف کے لئے شہادت وثبوت کی خاطر رجسٹریشن کا نہ کرانا ایک مستقل جرم قرار دیا جائے گا، جس کی سزا دی جاسکے۔

ان تفصیلات سے اندازہ ہوگا کہ نکاح کے رجسٹریشن کے مسئلہ میں حکومت یوپی کس انداز سے غور کر رہی ہے اور حکومت میں موجود بڑے لوگوں کا نقطۂ نظر کیا ہے؟ ——

ایسے حالات میں ضروری ہے کہ معاملہ کا سنجیدگی کے ساتھ جائزہ لیا جائے اور فیصلہ کیا جائے کہ رجسٹریشن کو اگر نکاح کے لئے شرط قرار دیا جائے اور رجسٹریشن کے بغیر نکاح کا عدم سمجھا

جائے تو فقہی لحاظ سے یہ رجسٹریشن قابل قبول ہوگا؟۔

رجسٹریشن کو اگر نکاح کے لئے شرط نہیں بنایا جائے، لیکن شہادت وثبوت کی خاطر رجسٹریشن نہیں کرانے کو تعزیری جرم قرار دیا جائے اور اس کے لئے کوئی سزا تجویز کی جائے تو فقہی لحاظ سے ایسے رجسٹریشن کی اجازت دی جاسکتی ہے؟

مسئلہ کی نزاکت واہمیت کے پیش نظر آپ سے جلد جواب دینے کی درخواست ہے، ۲۹/ستمبر ۱۹۸۱ء کو نئی دہلی میں آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کے اجلاس میں قانونی اور فقہی جہتوں پر غور ہوگا، اس لئے براہ کرم ۲۵/نومبر تک اپنی رائے ضرور ارسال فرمائیں، تاکہ فکر وبحث میں آپ کی گرانقدر رائے سے استفادہ کیا جائے۔

والسلام

(حضرت مولانا) سید منت اللہ (رحمانی)

جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ، خانقاہ

مونگیر، ۸۱۱۲۰۱

۶/محرم الحرام ۱۴۰۲ھ = ۴/نومبر ۱۹۸۱ء

جواب:- ان سوالات کا جواب دینے کے لئے پہلے "فقہ اسلامی" کے ان چند بنیادی اصول کی طرف اشارہ کردینا مناسب ہے، جن سے ان مسائل کا گہرا تعلق ہے:

۱) اسلام میں احکام کی اصل بنیاد کتاب وسنت ہے، اس لئے کسی چیز کا وجوب ثابت کرنے کے لئے ضروری ہے کہ کتاب وسنت میں اس کی تصریح موجود ہو یا فی الجملہ اس کی کوئی اصل موجود ہو قرآن وحدیث نے جن احکام کے لئے جو حدود اور شرائط متعین کئے ہیں ان پر اپنی طرف سے بعض امور کا اضافہ کسی انسان کے لئے درست نہیں، اس لئے کہ یہ اللہ کی

حاکمیت اور دین کی تکمیل و تنفیذ کرنے کے مترادف ہے، قرآن مجید میں اس کی طرف واضح اشارات موجود ہیں، چنانچہ ارشاد ہے:

﴿ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُولُهٗ أَمْرًا أَنْ يَّكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُولَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا ﴾(۱)

(۲) بعض امور وہ ہیں جن کے مباح اور جائز ہونے کی خود قرآن نے تصریح کر دی ہے، یا بعض منصوص کلیات کی روشنی میں فقہاء نے اباحت کا حکم لگایا ہے، اس سے منصوص اباحات میں کسی ایک پہلو کو لازم قرار دینا درست نہیں ہے، ابو اسحاق شاطبی نے "الموافقات" جلد اول میں اس سلسلہ میں "مباحات منصوصہ" کی مختلف انواع پر بہت مفصل، بصیرت افروز اور تشفی بخش گفتگو کی ہے، نیز خود قرآن میں اس کی واضح شہادتیں موجود ہیں۔

(۳) بعض احکام وہ ہیں جن کے جائز اور ناجائز ہونے کا شریعت نے کوئی تذکرہ نہیں کیا ہے اور نہ نصوص میں نہ کوئی نظیر ہے، جس پر اس کو قیاس کیا جا سکے، محض شریعت کے اس حکم سے خاموش رہنے یا شریعت میں اس کے نظائر نہ ملنے کی وجہ سے یہ مان لیا گیا ہے کہ وہ مباح ہے، اس کو کرنا اور نہ کرنا دونوں برابر ہیں، ان مباحات کے سلسلہ میں اصول یہ ہے کہ اگر کسی دینی یا انتظامی مصلحت کا تقاضا ہو کہ اس کے ایک پہلو کو لازم اور ضروری قرار دے دیا جائے اور وہ کسی ایسی چیز کا ذریعہ نہ بنے جو شرعاً ناپسندیدہ ہو، تو مصلحتاً ایسا کیا جا سکتا ہے اور یہ ان حضرات کے مشورہ سے کیا جائے گا، جو صاحب بصیرت، زمانہ شناس اور علوم اسلامیہ کے اعتبار سے ذی رائے ہوں، —— قیمتوں کے تعین کے سلسلہ میں تاجر کے لئے آزادی تو ایک گونہ قرآن و حدیث سے ثابت بھی ہے مگر چونکہ شریعت کے مجموعی مزاج اور عوامی مصالح کے یہ بات مغائر ہے کہ تاجر اس طرح بازار گراں کرتا رہے، —— اس سے فقہاء نے حکومت کو یہ اختیار دینا چاہا ہے،

---

(۱) الاحزاب: ۳۶۔ محشی۔

لہٰذا وہ مباحات جن کا اشارۃً بھی کتاب و سنت میں کوئی ذکر نہ ہو، اس سلسلہ میں ایسے اقدام کا اختیار تو حاکم کو ہوگا ہی، البتہ " بمشورۃ من أهل الرأی و البصیرۃ " ۔

کتابت کا حکم اکثر معاملات میں '' کلام '' ہی کا ہے اور بالخصوص وثائق اور دستاویز کے طور پر تحریر کا استعمال تو شرعاً پسندیدہ بھی ہے، چنانچہ خود قرآن مجید نے کہا:

﴿ إِذَا تَدَايَنتُم بِدَيْنٍ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوهُ وَ لْيَكْتُب بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ ﴾(۱)

فقہاء متقدمین کے یہاں بھی اس قسم کے عدالتی وثائق ہوا کرتے تھے، جن کو " سجل، محضر، صک، اور حجت" وغیرہ الفاظ سے تعبیر کیا جاتا تھا ـــــ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں اس کا سب سے بڑا ثبوت " صلح حدیبیہ" کے معاہدہ کی کتابت ہے، اس کے علاوہ آپ ﷺ کے وہ مختلف مکاتیب و رسائل ہیں جو شاہان وقت اور رسول اللہ ﷺ کے بعض عمال کے نام لکھے گئے۔

رہی یہ بات کہ ایسے وثائق کی عدالتی حیثیت کیا ہوگی؟ ـــــ سو یہ مسئلہ ذرا تفصیل چاہتا ہے، قرآن مجید کی کتابت کا حکم دینا اور پھر لکھ کر فقہی احکام اور دعوت دین سے متعلق خطوط کی ترسیل اس بات کا ثبوت ہے کہ فی الجملہ ان کا اعتبار ضرور ہے، بشرطیکہ ان کو قابل اعتماد آدمی لکھے، جیسا کہ فقہاء نے محضر وغیرہ کی کتابت کا طریقہ لکھا ہے، عام حالات میں کسی معاملہ کو ثابت کرنے کے لئے یہ تحریر کافی ہوگی، یا نہیں؟ اس سلسلہ میں خود قرآن مجید نے آیت مذکورہ کے بعد اس کی بھی وضاحت کردی ہے کہ

﴿ وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِن رِّجَالِكُمْ فَإِن لَّمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ ﴾(۲)

اس سے معلوم ہوا کہ تنہا یہ '' تحریر'' کافی نہیں، بلکہ اس کے ساتھ گواہ بھی بنائے جائیں جو

---

(۱) البقرۃ: ۲۸۲۔ محشی۔

(۲) البقرۃ: ۲۸۲۔ محشی۔

کسی اختلاف اور نزاع کے وقت کام آئے، —— لیکن اس آیت کے سلسلہ میں اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ یہ حکم ان معاملات کی بابت ہے جو فریقین باہم اپنے طور پر طے کریں اور آپس ہی میں اس کے وثیقے لکھ کر محفوظ کرلیں —— یہی وثائق اگر قاضی یا نائب کے سامنے لکھے جائیں، اس پر متعلقہ فریقوں، گواہوں اور قاضی کا دستخط ہو جائے، اور عدالت یا اس کا مجاز ادارہ اس سے اس طرح محفوظ کرلے کہ ''ظن غالب'' ہو کہ اس میں ترمیم نہیں کی جاسکے گی، تو اب اس کی حیثیت ایک قطعی ثبوت اور بینہ کی ہوگی، چنانچہ یہی وجہ ہے کہ فقہاء نے تصریح کردی ہے کہ اگر کوئی ایک دفعہ کسی جائداد کے سلسلہ میں کسی شخص کی ملکیت کی گواہی تحریر کردے اور پھر خود اپنے لئے اس کا دعویٰ کرے تو معتبر نہ ہوگا، اور یہ 'تحریر' اس کے خلاف حجت شمار ہوگی، اس کی تائید 'کتاب القاضی إلی القاضی '' کے سلسلہ میں قاضی امام ابو یوسفؒ کی رائے سے بھی ہوتی ہے۔

> ''ان کے یہاں اس مسئلہ میں قاضی کا خط لے جانے والے دو اشخاص کی جانب سے صرف اس قدر تصدیق کافی ہے کہ یہ فلاں قاضی کا مکتوب ہے، خط کے مضمون سے ان حضرات کی واقفیت اور اس کی شہادت ضروری نہیں'' (۱)

اس جزئیہ سے معلوم ہوا کہ مقدمہ کے اصل فیصلہ کے لئے اس دوسرے قاضی کی بھیجی ہوئی تحریر اور مسل کافی ہوگی، اور صرف اس بات کا اطمینان کرلینا کافی ہوگا کہ یہ انہی قاضی صاحب کے لکھے ہوئے بیانات ہیں اور اسی امر پر اطمینان کے لئے گواہی لی جائے گی، اصل معاملہ پر گواہی کی ضرورت باقی نہیں رہے گی —— اس سے معلوم ہوا کہ عدالت اگر کوئی ایسا وثیقہ تیار کرالے، اور اس کو اس طرح محفوظ کرلے کہ اس کے ترمیم وتغیر سے محفوظ ہونے کا اطمینان ہو جائے، تو وہی اس معاملہ سے متعلق امور کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہو جائے گا، اب

(۱) رد المحتار: ۱۳۵/۸، بحثی۔

اس معاملہ سے متعلق کسی بات کو ثابت کرنے کے لئے گواہوں کی ضرورت درکار نہ ہوگی۔

لیکن اگر اس قسم کے وثائق عدالت میں محفوظ رہنے کے بجائے صرف فریقین کے پاس محفوظ ہوں یا کسی ایسے ادارہ سے ان کا تعلق ہو جس سے ان کو محفوظ رکھنے کا اطمینان نہ کیا جا سکتا ہو تو جیسا کہ قرآن مجید کی آیت مذکورہ میں تصریح کردی گئی ہے، باہمی نزاع کے وقت اس معاملہ کو ثابت کرنے کے لئے گواہوں کی ضرورت ہوگی، تو اس بات کی گواہی دیں کہ یہ دستخط متعلقہ اشخاص کے ہی ہیں، کہ "الخط یشبه الخط " تاہم فی الجملہ یہ تحریر تقویت کا باعث تو بہر حال بنی ہوگی۔

تعزیر اور سرزنش کے سلسلہ میں ابن نجیم مصریؒ نے "الاشباہ والنظائر " میں یہ اصول لکھا ہے کہ

"کل معصیة لیس فیها حد مقدر ففیها التعزیر"(۱)

"جس جرم میں کوئی سزا مقرر نہیں ہے اس کے ارتکاب سے تعزیر واجب ہوتی ہے"

چنانچہ اس معاملہ میں اتنی وسعت ہے کہ ابن نجیم مصریؒ ہی کے الفاظ میں:

"من آذی غیرہ بقول أو فعل یعزر ولو بغمز العین" (۲)

"اگر کوئی شخص قول یا فعل سے آدمیوں کو ستائے گو آنکھوں کے اشارہ ہی سے کیوں، تو اس پر تعزیر واجب ہو جاتی ہے"

اور فقہاء نے تو نابالغ بچوں کی بھی تعزیر کی اجازت دی ہے حالانکہ ان کی غلطیاں معصیت

---

(۱) الأشباہ والنظائر ۲/۲۷، محشی۔

(۲) حوالہ سابق ۲/۱۷۱، محشی۔

اور گناہ کے درجہ میں نہیں آتی، اس لئے کہ وہ احکام شریعت کے مکلف ہی نہیں ہیں۔ تعزیر کے سلسلہ میں ان اصول اور فقہ اسلامی کی لچک سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اگر حکومت عوامی مصالح کو پیش نظر رکھ کر کوئی ایسا قانون بنائے جو شرعی احکام کے مغائر اور اس سے متصادم بھی نہ ہو، تو اس کی خلاف ورزی پر تعزیر مناسب حدود میں کی جاسکتی ہے، جیسا کہ ٹریفک قوانین ہیں، ان چند اصول کی وضاحت کے بعد اب ہم اصل سوالات کی طرف آتے ہیں۔

(الف) رجسٹریشن فی نفسہ اسلام کے مزاج اور اس کی روح کے خلاف نہیں ہے، بلکہ یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ شریعت ایک حد تک اسے پسند کرتی ہے، اس لئے مناسب طریقہ پر اس کے نفاذ اور ترویج میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

(ب) رجسٹریشن کو نکاح کے انعقاد کے لئے ضروری قرار دینا قطعاً درست نہیں، اور شریعت میں کھلی اور صریح مداخلت ہے، اس لئے کہ قرآن وحدیث میں نکاح کے لئے جو شرائط بیان کی گئی ہیں وہ صریح ہے کہ عاقدین ایک دوسرے کے لئے محرم نہ ہوں، اور اس عقد کے وقت دو اشخاص کو گواہ بھی بنالیا جائے —— اب رجسٹریشن کی شرط کا اضافہ کتاب وسنت کے علی الرغم اپنی طرف سے ایک نئی شرط عائد کرتا ہے، اس طرح بعض وہ نکاح جو شرعاً درست ہوں اس شرط کے نہ پائے جانے کی وجہ سے نادرست قرار پائیں گے۔

(ج) رجسٹریشن کو نکاح کے ثبوت کے لئے شرط اور ضروری قرار دینا بھی دین میں کھلی مداخلت ہے، اس لئے کہ قرآن نے واضح کردیا ہے کہ سوائے حد زنا کے بقیہ تمام امور کو ثابت کرنے کے لئے (جن میں شہادت ضروری ہے نہ کہ خبر) دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی کافی ہے اور سیدنا حضرت علی ﷺ نے دو گواہوں کی شہادت سے انعقاد نکاح کا فیصلہ فرمایا ہے۔(۱)

(د) رجسٹریشن نہ کرنے پر معمولی قسم کی تعزیر کی اجازت دی جاسکتی ہے، اس لئے کہ اس میں بہت سے مصالح ہیں، اور سب سے بڑی مصلحت "دین مہر" کے سلسلہ میں نزاع کے وقت

---

(۱) رد المحتار ۴/۵۸۔ محشی۔

ایک واضح ثبوت کی فراہمی ہے، اس کے پیش نظر حکومت کے لئے ایسی قانون سازی درست ہوگی اور جب ہم اس کو دائرۂ قانون میں لانے کی اجازت دیں گے تو ضرور ہے کہ اس کی تنفیذ کے لئے "تعزیر و سرزنش" کا بھی حق دیں،----لیکن یہ بات بہرحال زیادہ بہتر ہوگی کہ قانونی تہدید و ترہیب کے بجائے اس کی ایسی ترویج کی صورت پیدا کی جائے کہ اس کی افادیت کے پیش نظر از خود لوگ اس کے پابند ہو جائیں۔ ھذا ما عندي، والله أعلم بالصواب وعلمه أتم و أحكم۔

کتاب الفتاوی

چوتھا حصہ

کتاب الرضاعۃ

رضاعت سے متعلق سوالات

رضاعت کے احکام

دودھ کے رشتہ سے متعلق سوالات

دودھ کا رشتہ

سوال:- (1648) ایک خاتون نے اپنی چھوٹی بہن کی بیٹی لڑکی کو اپنا دودھ پلایا ہے، تو کیا چھوٹی بہن کے کسی لڑکے سے بڑی بہن کی کسی لڑکی کی شادی ہوسکتی ہے؟ (سید مولانا، نظام آباد)

جواب:- چھوٹی بہن کی جس لڑکی نے دودھ پیا ہے، اس کا نکاح بڑی بہن کے کسی لڑکے سے نہیں ہوسکتا ہے، چھوٹی بہن کے لڑکوں سے بڑی بہن کی کسی بھی لڑکی کا نکاح درست ہے، کیوں کہ دودھ پینے والے کی طرف سے صرف دودھ پینے والے کی ذات تک حرمت محدود ہوتی ہے، دوسرے لوگوں سے حرمت متعلق نہیں ہوتی۔ (۱)

دودھ کی حرمت کا ایک مسئلہ

سوال:- (1649) جس لڑکی نے کسی عورت کا دودھ

---

(۱) رد المحتار: ۴/ ۴۰۸ ۔ محشی ۔

پیا ہو، کیا اس لڑکی کی شادی اس عورت کے اس بچے سے ہو سکتی ہے جس کا جوتھا دودھ لڑکی نے نہیں پیا ہو؟

(حسن بن صالح چاؤش، گرمشکال)

جواب:- لڑکی یا لڑکا جس عورت کا دودھ پئے دودھ پلانے والی عورت کے تمام بچے اس پر حرام ہوتے ہیں، ایسا نہیں کہ جس بچہ کی پیدائش پر عورت کو دودھ آیا ہو صرف اس سے دودھ پینے والے کا نکاح حرام ہو۔ (۱)

ثبوت رضاعت کے لئے قسم کا کوئی اعتبار نہیں

سوال:- (1650) ایک خاندان میں ایک لڑکے کے رشتے کی بات چلی، لڑکی کی والدہ نے آپسی رنجش کی وجہ سے اس رشتہ سے انکار کر دیا، ایک سال کے بعد دوبارہ رشتہ کی بات چلی اور لڑکی کے والد تیار ہو گئے، اس صورت حال کو دیکھ کر لڑکی کی والدہ نے کہا کہ میں نے اس لڑکے کو دودھ پلایا ہے، اس سے پہلے جب رشتہ کی بات چلی تھی تو انہوں نے دودھ پلانے کا کوئی تذکرہ نہیں کیا تھا، اس دودھ پلانے کا علم نہ تو لڑکی کے والد کو ہے اور نہ لڑکے کے والدین کو، بلکہ خاندان کے کسی بھی فرد کو اس کا علم نہیں ہے، لڑکی کے والد نے جب اپنی بیوی سے دریافت کیا کہ اس وقت لڑکے کی عمر کیا تھی، تو لڑکی کی والدہ نے جواب میں دو سال لڑکے کی عمر بتائی، لڑکی کے والد نے یوں ہی کہا کہ اگر دو سال عمر تھی تو نکاح ہو سکتا ہے، یہ سن کر فوراً انہوں نے کہا کہ نہیں لڑکے کی عمر ڈیڑھ سال تھی،

(۱) صحیح مسلم: ۴۶۸/۱، ۳۵۵۸۔ محشی۔

والدہ کے اس بیان سے شبہ ہوتا ہے کہ وہ رشتہ نہ کرنے کی خاطر جھوٹ سے کام لے رہی ہے، اس سلسلہ میں اس کے پاس کوئی گواہ بھی نہیں ہے، البتہ وہ قرآن کی قسم کھا کر کہہ رہی ہے کہ میں نے دودھ پلایا ہے، کیا اس کی قسم کا اعتبار کیا جا سکتا ہے؟ (محمد اشفاق حسین، بیدر شریف)

جواب:– رضاعت اور دودھ کی حرمت کو ثابت کرنے کے لئے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دو مرد یا ایک مرد دو عورتوں کی گواہی ضروری ہے، جو عمر رضاعت میں دودھ پلانے کے گواہ ہوں:

"یثبت الرضاع بما یثبت به المال وهو شهادة رجلین أو رجل و امرأتین ... و ذکر الکافی و النهایة أنه لا فرق أن یشهد قبل النکاح أو بعده" (1)

صورت مذکورہ میں چونکہ گواہی کا مذکورہ نصاب پورا نہیں ہوتا، اس لئے حرمت رضاعت ثابت نہ ہوگی، البتہ احتیاط اس میں ہے کہ لڑکے اور لڑکی دونوں اس نکاح سے بچیں اور خوف خدا کو اپنے جذبات پر غالب رکھیں۔

رضاعی بھتیجی سے نکاح

سوال:–{1651} محمد صالح نے اپنی نانی کا دودھ پیا ہے تو کیا اب محمد صالح کے لئے اپنی نانی کے سگی پوتی سے نکاح کرنا جائز ہوگا؟ وہ ایک دوسرے کے لئے حرام ہوں گے؟

(محمد سالم باعطاء، بارکس، حیدرآباد)

(1) تبیین الحقائق: ۱۸۲/۲۔

جواب:- صورت مسئولہ میں دودھ پلانے والی نانی کی پوتی محمد صالح کی رضاعی بھتیجی ہو جائے گی اور جس طرح سگی بھتیجی سے نکاح حرام ہے اور چچا بھتیجی ایک دوسرے کے لئے محرم ہیں، اسی طرح رضاعی بھتیجی سے بھی نکاح جائز نہیں، اور دونوں ایک دوسرے کے لئے محرم ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب" "جو رشتے نسب کی وجہ سے حرام ہو جاتے ہیں، وہ رضاعت کی وجہ سے بھی حرام ہو جاتے ہیں"۔(۱)

رضاعی بھائی سے بیٹی کا نکاح

سوال:- (1652) میرا رشتہ ایک ایسے شخص سے طے پایا ہے جن کی والدہ کا دودھ میری والدہ نے پیا ہے، البتہ ان کا چھوٹا نہیں، بلکہ ان کے بڑے بھائی کا چھوٹا، میں نے اپنی والدہ کو اس طرف توجہ دلائی، لیکن وہ کہتی ہیں کہ یہ رشتہ حرام نہیں ہے، براہ کرام وضاحت کریں کہ کیا یہ رشتہ ہو سکتا ہے؟

(عظمت النساء بیگم، بنجر ہیٹ)

جواب:- آپ کا خیال درست ہے، جو صورت آپ نے لکھی ہے، اس میں وہ لڑکا آپ کا رضاعی ماموں قرار پاتا ہے، اور جیسے نسبی ماموں سے نکاح جائز نہیں، اسی طرح رضاعی ماموں سے بھی نکاح حرام ہے،(۲) آپ اپنی والدہ صاحبہ کو ضرور مسئلہ کی نوعیت سے آگاہ کر دیں۔

رضاعی ماموں سے نکاح

سوال:- (1653) رحمت النساء بیگم کو غوثیہ خانم نے دودھ پلایا ہے، کیا رحمت النساء کی لڑکی کا عقد نکاح غوثیہ خانم

---

(۱) صحیح مسلم ۴/۱۶۶۸، ۳۵۵۸، مجتبی۔

(۲) حوالہ سابق

کے لڑکے سے ہوسکتا ہے؟ (محمد شبیر علی، سعید آباد)

جواب:- مذکورہ صورت میں خوشیہ خانم رحمت النساء کے بچوں کی رضاعی نانی ہوگئی اور خوشیہ خانم کا لڑکا رحمت النساء بیگم کی لڑکی کا رضاعی ماموں ہوگیا لہذا ان دونوں کے درمیان نکاح حرام ہوگا، کیونکہ جو رشتے نسب کی وجہ سے حرام ہوجاتے ہیں، وہ رضاعت کی وجہ سے بھی حرام قرار پاتے ہیں، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

" یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب " (۱)

رضاعی بھائی سے نکاح

سوال:- (1654) میری بھانجی کا رشتہ اس کے پھوپھی زاد بھائی سے طے ہوا ہے اور عنقریب شادی بھی ہونے والی ہے، میری بھانجی نے بچپن میں پھوپھی کا دودھ پیا تھا تو کیا یہ نکاح جائز ہے؟ (محمد معین الدین، نظام آباد)

جواب:- اگر آپ کی بھانجی کا رشتہ اس پھوپھی کے لڑکے سے ہورہا ہے جس کا اس نے دودھ پیا تھا، اور دودھ ڈھائی سال کی عمر کے اندر اندر پیا تھا، تو اب اس پھوپھی کے تمام بچے اس دودھ پینے والی لڑکی پر حرام ہیں، وہ پھوپھی اس کے لئے رضاعی ماں ہے، اور اس کے بچے رضاعی بھائی، اور نسبی بھائی کی طرح رضاعی بھائی سے بھی نکاح حرام ہے، (۲) اس لئے آپ متعلقین کو مطلع کردیں کہ یہ رشتہ شرعاً درست نہیں۔

---

(۱) صحیح البخاری: ۲/۷۶۴، صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۳۵۵۸، سنن ابی داؤد، حدیث نمبر: ۲۰۵۵، سنن نسائی: ۲/۷۶، سنن ابن ماجۃ، حدیث نمبر: ۱۹۳۷۔ محشی۔

(۲) " یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب " (الھدایۃ: ۲/۳۵۱) محشی۔

رضاعی رشتہ

سوال:- {1655} اگر میری کسی پڑوسی نے بچپن میں
میری ماں کا دودھ پیا ہو تو اب اس کا ہمارا کیا رشتہ ہوگا؟
(نظیر سہروردی، ناندیڑ)

جواب:- وہ آپ کی رضاعی بہن ہوگی، آپ دونوں ایک دوسرے کے لئے حرام ہوں گے، پردہ کے احکام بھی وہی ہوں گے جو محرم کے ساتھ ہیں۔ (۱)

رضاعی بھتیجی سے نکاح

سوال:- {1656} ایک بھائی نے بچپن میں اپنی بہن
کا دودھ پیا ہے، تو کیا بہن اپنے لڑکے کا نکاح اس بھائی کی
لڑکی سے کرسکتا ہے؟ (پی ایم حسین، مشیرآباد)

جواب:- جب بھائی نے اپنی بہن کا دودھ پیا ہے، تو اس بہن کا لڑکا دودھ پینے والے بھائی کا رضاعی بھائی ہوگیا، اور اس کی لڑکی رضاعی رشتہ سے بھتیجی ہوئی، اور جیسے سگی بہن سے سگی بھتیجی سے نکاح حرام ہے، اسی طرح رضاعی بھتیجی سے بھی نکاح حرام ہے۔ (۲) لہذا مذکورہ صورت میں نکاح جائز نہیں۔

رضاعی بھانجی سے نکاح

سوال:- {1657} زاہدہ ہندہ کو دودھ پلائی ہے،
ہندہ کو ایک دختر شاکرہ نامی ہے، شاکرہ کا رشتہ زاہدہ کے لڑکے

---

(۱) صحیح مسلم: ۴۶۶/۱، ۳۵۵۸ تحشی۔
(۲) حوالہ سابق

سلیم سے ملے پایا ہے، کیا یہ رشتہ جائز ہے؟ بعجلت ممکنہ جواب دیں۔　　(نظام الدین، خطیب جامع مسجد، سالار جنگ)

جواب:- جو صورت آپ نے ذکر کی ہے، اس میں سلیم شاکرہ کا رضاعی ماموں قرار پاتا ہے، اور جیسے سگے ماموں بھانجی کا نکاح جائز نہیں، اسی طرح رضاعی ماموں بھانجی کے درمیان بھی نکاح ناجائز ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: " یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب "(۱) اس لئے جو صورت آپ نے ذکر کی ہے وہ درست نہیں فوراً اس رشتہ کو منقطع کردینا چاہئے۔

بھائی کی رضاعی بہن سے نکاح درست ہے۔

سوال:- (1658) حلیمہ بی کے سب سے چھوٹے بچے نے اپنی خالہ حفیظہ بی کا دودھ پیا ہے، اب کیا حلیمہ بی کے ایک اور لڑکے محمد حسین کا نکاح حفیظہ بی کی لڑکی سے ہو سکتا ہے یا نہیں؟　　(منیر الحق، قبا کالونی، حیدرآباد)

جواب:- رشتہ رضاعت کی وجہ سے دودھ پلانے والی عورت کے بچے صرف اسی بچے کے لئے حرام ہو جاتے ہیں، جس نے دودھ پیا ہو، دودھ پینے والے کے دوسرے بھائی اور بہنوں پر حرمت رضاعت کا کوئی اثر نہیں ہوگا، حفیظہ بی کے کسی بھی لڑکی سے محمد حسین کا نکاح شرعاً جائز اور درست ہے۔(۱)

کیا دو سال کے بعد دودھ کا رشتہ ثابت ہوتا ہے؟

سوال:- (1659) زید کا رشتہ اس کی خالہ کی لڑکی سے

---

(۱) صحیح مسلم ۲/۳۵۵۸۔

(۲) " ویجوز أن یتزوج الرجل بأخت أخیه من الرضاع " (الهدایة ۲/۳۵۱)

طے ہوا، مگر اسکے خاندان کے تمام افراد کی متفقہ گواہی ہے کہ زید کی خالہ نے زید کی والدہ کا دودھ پیا ہے، مگر اس وقت زید کی خالہ کی عمر نہیں بتا پارہے ہیں، صرف ایک خاتون جو زید کی والدہ کی سگی چچی ہیں، وہ بات گواہی دے رہی ہیں کہ اس وقت اس کی عمر ڈھائی سال تھی، زید حنفی مسلک سے تعلق رکھتا ہے اور احناف کے نزدیک ڈھائی برس کے بعد دودھ پینے سے رضاعت قائم نہیں ہوتی، تو سوال یہ ہے کہ کیا: (۱) اسلام میں صرف ایک خاتون کی گواہی کافی ہے؟ (۲) کیا امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک ڈھائی برس کے بعد دودھ پینے سے رضاعت ثابت ہوتی ہے؟ (ڈاکٹر عبدالقادر، نئی دہلی)

جواب:- تمام لوگ گواہی دے رہے ہیں کہ زید کی خالہ نے زید کی والدہ کا دودھ پیا ہے، اس لحاظ سے زید کے لئے وہ لڑکی رضاعی بھانجی قرار پاتی ہے، البتہ عمر کے بارے میں صحیح اندازہ نہیں ہے، صرف ایک خاتون کا کہنا ہے کہ اس وقت زید کی خالہ ڈھائی سال کی ہوچکی تھی، لیکن عمر کے اندازہ میں عام طور پر غلطی رہتی ہے، اس لئے اس صورت میں زید کا نکاح اسکی خالہ کی لڑکی سے نہیں کیا جائے، کیوں کہ جب حلال وحرام دونوں کا احتمال ہو تو حرمت کے پہلو کو ترجیح دی جاتی ہے، (۱) اس لئے اس رشتہ کو ترک کردینا چاہئے، دین کا مزاج یہ ہے کہ حرام سے ہی نہیں بلکہ مشکوک ومشتبہ چیزوں سے بھی اپنے آپ کو بچایا جائے۔

دودھ کی طرح خون سے حرمت؟

سوال:- (1660) دودھ پلانے سے بعض حرمتیں

---

(۱) "إذا اجتمع الحلال و الحرام غلب الحرام" (الأشباه و النظائر للسیوطی: ص: ۱۰۵، الأشباه و النظائر لابن نجیم، ص: ۱۰۹) مرتب۔

ثابت ہیں، کیا ضرورت کے تحت انتقال دم (Blood Transfsion) سے بھی رضائی حرمتیں ثابت ہوں گی؟ مثال کے طور پر زید کسی اجنبی عورت کو یا کوئی اجنبی عورت زید کو بوقت ضرورت اپنا خون بغرض انتقال عطا کرتی ہے تو کیا زید اس اجنبی عورت کی لڑکی ہندہ سے نکاح کرسکتا ہے؟ (خون کی اہمیت دودھ سے زیادہ ہے) علماء وفقہاء نے ایک مسلمان کے لیے بوقت ضرورت مسلمان، صالح، نیک انسان کا خون حاصل کرنے کو ترجیح دی ہے، کیوں کہ دودھ کی طرح خون کے اثرات بھی منتقل ہوتے ہیں، اگر مسلمان کا خون دستیاب نہ ہو تو کیا غیر مسلم کا خون لیا جاسکتا ہے؟ (ارج ایمن ہٹولی چوکی)

جواب:- اول تو نکاح کے حلال اور حرام ہونے کا مسئلہ قیاس و اجتہاد سے متعلق نہیں، بلکہ یہ خالصتاً قرآن حدیث کی ہدایات پر مبنی ہے، اس لیے دودھ کو خون پر قیاس کرنے کی گنجائش نہیں، دوسرے دودھ اور خون میں ایک واضح فرق یہ ہے کہ دودھ کا استعمال بہ طور غذا کے ہوتا ہے اور خون کا بہ طور دوا کے، یہی وجہ ہے کہ ڈھائی سال کی مدت گذرنے کے بعد اگر کسی بچے یا بڑے کو بہ طور دوا عورت کا دودھ استعمال کرایا جائے تو اس سے حرمت ثابت نہیں ہوتی اور دودھ کا رشتہ پیدا نہیں ہوتا،(۱) چوں کہ خون چڑھانا بہ طور علاج ہوتا ہے، اس لیے مسلمان کا خون ہو یا غیر مسلم کا، دونوں ہی چڑھائے جاسکتے ہیں۔

اگر شوہر بیوی کا دودھ پی لے؟

سوال:- {1661} ایک مسلمان شوہر نے ایک برس تک اپنی بیوی کا دودھ پیا، یہ عمل کیسا ہے؟ ان کے رشتے پر اس

(۱) الہدایۃ: ۲/۳۵۰، محشی۔

کا کیا اثر پڑا؟ (ایک دینی بہن)

جواب:- دودھ پینے کی مدت اکثر فقہاء کے نزدیک دو سال اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ڈھائی سال تک کی عمر ہے،(۱) اسی عمر تک بچے کو دودھ پلایا جاسکتا ہے، اس عمر سے زیادہ کسی بھی لڑکے یا لڑکی کو دودھ پلانا یا ان کا دودھ پینا حرام ہے،(۱) اس لیے اس شوہر نے ایک گناہ و حرام کام کا ارتکاب کیا، البتہ چوں کہ اس دو ڈھائی سال کی مدت کے بعد دودھ پینے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی، اس لیے نکاح برقرار ہے، شوہر کو اس ناشائستہ حرکت سے توبہ کرنی چاہیے اور آئندہ اس سے اجتناب کرے۔

⁕ ⁕ ⁕

(۱) "و لو بعد الفطام محرم" (الدر المختار علی هامش رد المحتار:۳/۲۹۲) محشی۔

(۲) "وقت الرضاع في قول أبي حنيفة مقدر بثلاثين شهرا و قالا : مقدر بحولين" (الفتاوی الهندية :۱/۳۴۲، كتاب الرضاع) محشی۔